معترضین میلادِ مصطفےٰ کے جواب میں برصغیر کے جلیل علماءِ اہلسنت کے تحقیقی رسائل
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میلادِ مصطفےٰ
قرآن و سنت کی روشنی میں
مؤلفین
حضرت مولانا فضلِ رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
مولوی مولانا محمد کریم اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الاسلام مولانا مولوی حاجی حافظ انوار اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حیدر آبادی
خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا امام الدین کوٹلوی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا شاہ محمد معصوم فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا مولوی طیب صدیقی قادری برکاتی دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علامہ مولانا ابو نصر حکیم محمد یعقوب حنفی قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
مرتب
میثم عباس قادری رضوی مدظلہ
والضحیٰ پبلی کیشنز

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن و سنت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ باری تعالیٰ

درود و سلام پڑھنے سے اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

فرمانِ حبیبِ ربّ العالمین ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے۔ اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے

معترضینِ میلادِ مصطفیٰ کے جواب میں برصغیر کے جید علمائے اہلسنت کے تحقیقی رسائل

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قرآن و سنت کی روشنی میں

مؤلفین

حضرت مولانا فضلِ رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مولوی طیب صدیقی قادری برکاتی دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ

مولوی مولانا محمد کریم اللہ الحنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا ابو نصر حکیم محمد یعقوب حنفی قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام مولانا مولوی حافظ انوار اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا محمد عبد اللہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا امام الدین کوٹلوی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید عمر کریم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ محمد معصوم فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد الحق غزنوی

مرتب

میثم عباس قادری رضوی مدظلہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

داتا دربار مارکیٹ لاہور۔ پاکستان

0300-7259263,0315-4959263

کتاب: میلادِ مصطفیٰ ﷺ قرآن اور سنت کی روشنی میں

مرتب: میثم عباس قادری رضوی

باہتمام: حسن محمد زاہد

سرورق: اے، ڈی گرافکس

ناشر: **والضحیٰ** پبلی کیشنز، دکان: ۹، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

لیگل ایڈوائزر: محمد صدیق الحسنات ڈوگر؛ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

تاریخ اشاعت: صفر المظفر 1435ھ/ دسمبر 2013ء

تعداد: 1100

قیمت: 380 روپے

ملنے کے پتے

مولودِ منظوم

فہرست

انتساب

میں اس مجموعہ کا انتساب تاج المحققین، سراج المدققین، امام الفقہا، شیخ الاسلام، اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنت، مجددِ دین ملت مولانا مفتی الشاہ **احمد رضا خان فاضل بریلوی** رحمۃ اللہ علیہ (جنھوں نے دینِ اسلام کے خلاف اُٹھنے والے مختلف فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانانِ اہلسنت کے ایمان کو تباہ و برباد ہونے سے بچایا) اور اپنے بہت پیارے اور مخلص دوست، شمشیرِ بے نیام شہید اہلِ سنت حضرت علامہ **محمد خرم رضا قادری عطاری** رحمۃ اللہ علیہ کے نام کرتا ہوں جنہیں اس سال 3 مئی 2013ء کو بعد از ادائیگی نمازِ جمعہ گھر واپس آتے ہوئے دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا)۔

میثم عباس قادری رضوی
۱۴۳۵ ہجری

عرضِ مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ.

میرے لیے یہ بہت خوشی کا لمحہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنے حبیب کریم سید الانبیاء باعث ایجادِ عالم حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلا دمبارک کے متعلق نایاب رسائل کوترتیب دے کر مجموعہ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ جس کے مطالعہ سے اہلِ سُنَّت کی خوشی اور منکرینِ میلاد کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس مجموعہ میں شامل رسائل کامختصر تعارف یہ ہے:

① مولودِ منظوم۔ مولود منظوم مع قصائد اردو وفارسی کا مجموعہ جناب ریاست علی خان بہادر المخاطب بہ رفیق الدولہ ساکن حیدرآباد کی درخواست اور خواہش پر محمد مسیح الزمان صاحب نے ''بدارالطبع سرکارعالی'' سے ۱۲۹۲ھ میں شائع کیا تھا جوکل ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کے صفحہ ۱۷ پر ''رسالہ مولود منظوم'' ختم ہوجاتا ہے۔ (اس کی نشان دہی کے لیے وہاں تمام شُد لکھا گیا ہے) اس کے بعد صفحہ ۱۸ سے ''مجموعہ قصائد'' شروع ہوتا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے صرف رسالہ ''مولودِ منظوم'' کو ہی اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے مؤلف حضرت علامہ مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۲۹۳ ہجری/۹۹-۱۷۹۸ء میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد اور والدگرامی سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لکھنؤ میں حضرت مولانا نورالحق کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے تحصیلِ علم کے بعد فتنہ وہابیت کا خوب ڈٹ کر رد کیا، اور کئی تحقیقی کتب تالیف فرمائیں آپ کی ایک عربی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے

''المستند المعتمد'' کے نام سے نہایت قیمتی حواشی بھی لکھے۔ اعلیٰ حضرت آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۲۸۹ ہجری/۱۸۷۲عیسوی کو ہوا۔

② الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا محمد امام الدین قادری رضوی کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ''کریمی پریس لاہور'' سے شائع ہوا تھا۔ اس میں حضرت مولف نے دیوبندی حضرات کی طرف سے مولانا احمد علی سہارنپوری کے نام سے منسوب کر کے شائع کیے گئے ایک فتویٰ کا رد ہے۔ مولانا سہارنپوری سے منسوب فتویٰ میلاد شریف کے متعلق جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ ''براہینِ قاطعہ'' کے رد میں لکھی گئی کتاب ''البوارق اللامعہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''مولوی احمد علی سہارنپوری کو تو مولف انوار (ساطعہ) منکر میلاد شریف وقیام نہیں جانتا ہے بلکہ اُس کا عمل اس بارہ میں ثابت کیا ہے مولف نے، چنانچہ اوپر گذرا ہے۔''

(البوارق اللامعہ صفحہ ۲۳۶، مطبوعہ در مطبع دت پرشاد، واقع بمبئی)

اس کے بعد ''براہینِ قاطعہ'' سے ایک عبارت نقل کر کے حضرت مولف ''البوارق اللامعہ'' مزید لکھتے ہیں:

> ''اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولف انوار (ساطعہ) مولوی احمد علی کو منکر میلاد نہیں جانتا اور یہ فتویٰ مولوی احمد علی کا جو بعد وفات اُن کی وہابیہ نے طبع کرایا ہے انکارِ میلاد وقیام میں جو اقوالِ جہالت و بے علمی سے مملو ہے اُس کو وہ مولوی احمد علی کا نہیں مانتا پس جب وہ فتویٰ مولف انوار (ساطعہ) مولوی احمد علی کا نہیں جانتا ہے تو اُس فتوے پر کلام کرنا مولف کے نزدیک احمد علی کے اقوال پر کیونکر کلام ہوا اور اس فتوے پر طعن کرنا مولوی احمد علی پر طعن کس طرح ہوا۔ پس یہ جہالت و نادانی صرف ہے جو گنگوہی مؤلف انوار (ساطعہ) کا بدزبانی کرنا مولوی احمد علی کے حق میں بتاتا ہے اب منصفین نے جان

لیا کہ جہالت وضلالت کس کی ہے۔"

(البوارق اللامعہ صفحہ ۲۳۷، مطبوعہ در مطبع دت پرشاد، بمبئی)

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ "انوارِ ساطعہ" میں مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی کتاب "شفاء الصدور" مطبوعہ لاہور دسمبر ۱۸۸۵ء کا اقتباس ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

"و من جاء مجلس الميلاد فله ان يقوم ان قاموا و الا فلا و هكذا يقول المولوى احمد على المحدث المرحوم تبعا لاستاذه مولانا محمد اسحٰق المغفور"

یعنی جو کوئی آوے مجلس مولود شریف میں اُس کو چاہیے کہ کھڑا ہووے جب سب کھڑے ہوویں اور اگر نہ کھڑے ہوں اہلِ مجلس یہ بھی نہ کھڑا ہووے ایسا ہی کہتے تھے مولوی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری تابع ہو کر اپنے استاد مولانا محمد اسحٰق صاحب مغفور کی۔"

(انوارِ ساطعہ، نور سوئم، لمعہ ثانیہ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ مطبع نعیمی، مراد آباد، ایضاً صفحہ ۲۸۵، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار روڈ لاہور)

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کے قول سے ثابت ہوا کہ شاہ اسحٰق دہلوی اور مولانا احمد علی سہارنپوری میلاد و قیام کے قائل تھے۔

مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ "انوارِ ساطعہ" میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ابن ماجہ و دار قطنی وغیرہ محدثین حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول ﷺ **اذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم** یعنی جب تم علماءِ امت میں اختلاف دیکھو تو جس بات پر سوادِ اعظم ہو اُس کی پیروی کرو۔"

اور جو لوگ سوادِ اعظم کے معنی میں ہیر پھیر کر کے طرح طرح کی باتیں پیش کرتے ہیں وہ قابلِ التفات نہیں جمہور محدثین کے نزدیک اس

کے معنی وہ ہیں جو مولانا احمد علی محدث سہارنپوری مرحوم نے اپنی مطبوعہ مشکوٰۃ میں شرح ملا علی قاری سے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمرادها عليه اكثر المسلمين.

یعنی سوادِ اعظم سے مراد جماعت کثیر ہوتی ہے یعنی تم پیروی اُس کی کرو جس پر اکثر مسلمان ہوں۔"

(انوارِ ساطعہ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵ نور سوم، لمعہ اولیٰ مطبوعہ در مطبع نعیمی، مراد آباد، ایضاً صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن، داتا دربار روڈ، لاہور)

اب سوچنے کی بات ہے کہ مولانا احمد علی سہارنپوری میلاد شریف کے جواز کے قائل کثیر مسلمانوں کے خلاف منکرینِ میلاد کی مختصر جماعت کا ساتھ دے کر حدیث شریف کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں۔ "البوارق اللامعہ" "انوارِ ساطعہ" اور "شفاء الصدور" و "حاشیہ مشکوٰۃ" سے نقل کیے گئے ان اقتباسات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ مولانا احمد علی سہارنپوری میلاد شریف کے مخالف نہیں تھے اور ان کے نام سے منسوب فتویٰ وہابیہ دیوبندیہ نے خود گھڑا ہے جیسا کہ ان کی عادتِ جاریہ ہے کہ جب کہیں کام نہ چلے قطع و برید کرتے ہیں، عبارات گھڑ لیتے ہیں۔ اس سے بھی جی نہ بھرے تو فریق مخالف کے لیے کتابیں تک گھڑ لیتے ہیں۔ تفصیل سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب "ابحاث اخیرہ" اور آپ کے افادات پر مبنی کتاب "سیف المصطفیٰ" اور راقم کے مضمون "دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں" کی دس اقساط مطبوعہ مجلّہ دو ماہی "کلمۂ حق" شمارہ 2 تا 11 میں ملاحظہ فرمائیں (یہ مضمون ابھی جاری ہے الحمدللہ)

اس کتاب "الذکر المحمود" کے مولف مولانا امام الدین کوٹلوی کی پیدائش کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو اجازت وخلافت عطا ہوئی۔ آپ خلیفۂ اعلیٰ حضرت فقیہہ اعظم حضرت مولانا شریف کوٹلوی کے بھائی ہیں۔ آپ نے فرقہ جات باطلہ کے رد میں کئی کتب تحریر کیں جن میں سے متعدد راقم کے پاس موجود ہیں۔ آپ کا وصال ۱۹۶۱ء میں ہوا۔

۳ توضیح المرام فی اثبات المولد والقیام کے مولف حضرت مولانا یعقوب حنفی قادری رامپوری علیہ الرحمہ ہیں۔ یہ کتاب بزم حنفیہ لاہور نے گلزارِ محمدی سٹیم پریس لاہور سے ۱۳۳۶ھ میں شائع کروائی۔ اس کے ٹائٹل پر درج ہے کہ اس کی تصحیح ''عالم بے مثال اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی ادام اللّٰہ فیوضھم'' نے فرمائی۔ کتاب میں میلاد شریف کے جواز کے متعلق مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے آخر میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کی باطل شکن تقریظ اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کے صاحبزادے مولانا ظہور الحسین قادری، مولانا مفتی عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد علی حنفی چشتی بٹالوی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور کی تصدیقات وتقریظات موجود ہیں۔ ان کے حالاتِ زندگی میسر نہ ہو سکے۔

۴ وسیلۃ المعاد فی اثبات خیر العباد۔ حضرت مولانا عبداللہ محمدی حنفی ابن مولانا امیر الدین محمد ساکن شہر ڈھاکہ کی تصنیف ہے، جس کے مطالعہ سے آپ کی شانِ علم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہ کتاب جوازِ میلاد شریف کے متعلق عمدہ دلائل سے مزین ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۳ھ ہجری میں مطبع نامی لکھنؤ سے طبع ہوئی۔ آپ کے حالاتِ زندگی بھی نہ مل سکے۔

۵ احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام۔ یہ کتاب حضرت مولانا شاہ محمد معصوم فاروقی مجددی کی تالیف ہے۔ پہلی دفعہ ۱۳۰۸ھ ہجری میں دہلی سے طبع ہوئی دوسری مرتبہ مولانا بدر السلام صدیقی نے خانقاہ سلطانیہ جہلم سے شائع کیا۔ اس کتاب کے مولف حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی کے پوتے ہیں جو کہ مشہور دیوبندی مولوی حسین علی واں بھچروی کے دادا مرشد ہیں آپ کی ولادت ۱۲۶۳ھ ہجری میں دہلی میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شاہ عبدالرشید ہے مولانا شاہ محمد مظہر فاروقی سے علوم دینیہ حاصل کیے۔ آپ نے متعدد کتب تحریر کیں۔ آپ کی وفات ۱۳۴۱ھ ہجری میں مکہ مکرمہ میں ہوئی اور جنت المعلیٰ شریف میں دفن ہوئے۔ (یہ تعارف مولانا بدر الاسلام صدیقی کے تحریر کیے گئے حالات

زندگی سے مختصراً نقل کیا گیا ہے۔)

۶ بُشری الکرام فی عمل المولد والقیام۔ یہ کتاب جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۶۴ھ ہجری میں حیدر آباد دکن (انڈیا) کے قصبہ قندھار میں ہوئی۔ آپ نے جامعہ نظامیہ کے نام سے حیدر آباد دکن میں مدرسہ قائم کیا۔ آپ نے کئی کتب تالیف فرمائیں آپ نے اپنی کتاب ''انوارِ احمدی'' کے آخر میں فرقہ وہابیہ نجدیہ کا خوب رد کیا۔ اس کتاب میں مقلد وہابی (دیوبندی) حضرات کے امام مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کی عبارات کا رد بھی کیا گیا ہے۔ اس کتاب پر اکابر علمائے دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے تقریظ بھی لکھی ہے۔ ماضی قریب میں آپ کے حالات زندگی پر حیدر آباد دکن (انڈیا) سے ''مرقع انوار'' نامی ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے۔ میلاد شریف کے متعلق آپ نے ''بُشری الکرام'' کے نام سے یہ کتاب تالیف کی جس میں میلاد شریف کا نقلی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل سے بھی اثبات کیا گیا ہے یہ کتاب ''مطبع حسن پریس حیدر آباد دکن'' سے ۱۳۳۶ھ ہجری میں شائع ہوئی اس کے علاوہ کچھ عرصہ قبل آپ کی تحقیقات کا مجموعہ بنام ''مقاصد الاسلام'' ۱۱ حصوں میں جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔ اس کے حصہ اول صفحہ ۳۴ تا ۶۸ میں ''بشری الکرام'' کے قدیم مطبوعہ نسخے کا عکس بھی شائع کیا گیا ہے اس نسخہ میں ایک حاشیہ زائد ہے وہ حاشیہ اس نسخہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اکابر علمائے دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے آپ کو خلافت حاصل ہے حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی کا وصال ۱۳۳۵ھ ہجری میں ہوا۔ اور جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن میں ہی دفن ہوئے۔

۷ ہادی المضلین: یہ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا کریم اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب ''دافع الاشرار عن سبط النبی المختار'' کی اردو میں تلخیص ہے۔ مولانا ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تلخیص اور ترجمہ کیا جو ''ہادی المضلین'' کے نام سے ''مطبع خاص محمدی'' میں شائع ہوا۔ یہ کتاب ایک وہابی مولف کی میلاد شریف اور محفل ذکر شہادت حضرت حسین کے خلاف لکھی گئی کتاب ''تحفۃ الصالحین'' کا دندان شکن جواب ہے۔ اس

کے مولف حضرت مولانا کریم اللہ حنفی دہلوی کے متعلق مولانا رحمان علی لکھتے ہیں:

''مولوی کریم اللہ دہلوی بن مولوی لطف اللہ فاروقی نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا رشید الدین خان دہلوی اور مولوی محمد کاظم دہلوی کی خدمت میں رسمی علوم حاصل کیے اور حضرت آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی، کثیر الدرس والتصانیف تھے ۴ شوال ۱۲۹۱ ہجری ۵-۴-۱۸۷۴ کو نوے (۹۰) سال کی عمر میں دارفنا سے ہجرت کی۔''

(تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہراہ مدینۃ الحکمۃ، کراچی، ۲۰۰۳ء)

مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''اکابر علمائے دہلی مثل مولانا محمد کریم اللہ صاحب مرحوم جامع، علومِ عقلیہ ونقلیہ اور استاذنا ومولٰنا ومولی العالمین مفتی صدرالدین خان صاحب صدر العلما والفضلا اور جناب مولانا احمد سعید صاحب دہلوی عارف ومحدث وفقیہ استحباب محفل مولد شریف کے قائل تھے اُن کے فتاوی مہری راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔''

(انوار ساطعہ، نور سوم، لمعہ ثانیہ صفحہ ۱۴۳، مطبوعہ در مطبع نعیمی مراد آباد، ایضاً صفحہ ۲۹۰ مطبوعہ ضیاء القرآن داتا دربار روڈ لاہور)

 مجلس میلاد شریف کا قرآن پاک سے ثبوت اور منکرین کا عجز وگریز وسکوت:

غیظ المنافقین حضرت علامہ مولانا محمد طیب صدیقی قادری برکاتی نوری دانا پوری کی یہ تحریر ہفت وار الفقیہ امرتسر ۲۸/۲۱ جون ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ آپ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے جیسا کہ محبوب ملت مولانا محبوب علی لکھنوی نے ''سوانح شیر بیشۂ سنت'' میں ذکر کیا ہے۔ آپ نے فرقہ جات باطلہ

کے خلاف کئی کتب تالیف فرمائیں راقم کے پاس آپ کی متعدد کتب موجود ہیں آپ کے تفصیلی حالات وقت کی قلت کیوجہ سے معلوم نہ کیے جاسکے۔

۹ احسن الکلام فی مسئلۃ القیام: یہ رسالہ حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق غور غشتوی کا مختصر فارسی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جواز میلاد شریف کو بہت خوبی سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱۰ مولود شریف: اس رسالہ کے مولف مولانا سید عمر کریم حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ رسالہ ۱۳۲۲ ہجری میں ''مطبع اکبری پٹنہ سے شائع ہوا۔ اس میں ہفت وار الہلال کلکتہ میں ابوالکلام آزاد کی میلاد شریف کے خلاف شائع ہونے والی ایک تحریر کا جواب دیا گیا ہے۔ رسائل میلاد کا یہ مجموعہ مقرر کردہ صفحات سے زیادہ ہو رہا تھا اس لیے اس رسالہ کی تلخیص کر دی گئی ہے حضرت مولف کے تحریر کردہ تمام دلائل اس تلخیص میں شامل رکھے گئے ہیں۔ آپ کے حالات زندگی پر اطلاع نہ ہوسکی۔

اہلِ سُنّت کی عظیم کامیابی

میلاد شریف کو حرام اور بدعت قرار دینے والے غیر مقلد وہابی، اور مقلد وہابی یعنی دیوبندی حضرات ربیع الاول شریف میں اور اس کے علاوہ سال کے مختلف مواقع پر جلسہ سیرت، سیرت کانفرنس سمیت مختلف ناموں سے جلسے اور کانفرنسز منعقد کرتے ہیں اور ان کے اشتہارات شائع کرتے ہیں ان کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو دعوت دے کر بلایا جاتا ہے جگہ، تاریخ اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہی کام ہم اہلسنت میلاد شریف میں کرتے ہیں تو ہمیں بدعتی مشرک کے خطاب سے نوازا جاتا ہے لیکن خود صرف میلاد نام نہ رکھیں بلکہ مختلف ناموں سے جلسے منعقد کریں تو اس کے باوجود بھی یہ اپنے خیال کے مطابق ثواب کے حق دار ٹھہریں عجیب ہے۔ یہی حال جلوس میلاد شریف کا ہے کہ یہ مختلف ناموں سے جلوس نکالیں تو جائز ہو لیکن ہم میلاد النبی کا جلوس نکالیں تو بدعتی ٹھہریں۔ یہ کیسی بے

ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن

مولود منظوم مع قصیدہ فارسی

انصافی ہے۔ اس لیے عوام اہلسنت کو چاہیے کہ جب مخالفین محفل میلاد النبی کا ثبوت طلب کریں تو ان سے بھی ان کے جلسے جلوسوں کے جواز کا ثبوت طلب کیا جائے جو جواب ان کا دیں وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں ارادہ تھا کہ میلاد شریف کے جواز کے دلائل پر ایک مدلل مقالہ لکھا جائے جس مین میلاد شریف کا جواز منکرین کی کتب سے ثابت کیا جائے۔ لیکن بہت زیادہ علمی مصروفیات کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکا۔

اس مجموعہ کے متعلق ضروری گذارشات

۱ یہ رسائل قدیم اردو زبان میں ہیں ان کی اردو کو اصل کے مطابق ہی برقرار رکھا گیا ہے لیکن کوشش کی گئی ہے کہ ان الفاظ کو جدید رسم الخط میں لکھا جائے جیسے جاوے کو جائے، آویں کو آئیں۔

۲ رسائل کے متن میں اگر اپنی طرف سے وضاحتی الفاظ شامل کیے گئے ہیں تو انہیں قوسین () میں رکھا گیا ہے تاکہ مولف اور مرتب کے الفاظ میں امتیاز ہو سکے۔

۳ وقت کی قلت کی وجہ سے مکمل تخریج نہیں کی جاسکی بعض مقامات پر تخریج کردی گئی ہے۔

۴ مناسب مقامات پر سرخیاں قائم کی گئی ہیں ان کو قوسین () کے درمیان رکھا گیا ہے تاکہ اس کا بھی فرق رہے۔

۵ بعض مقامات پر راقم نے حواشی درج کیے تو ان کے آگے ''میثم قادری'' لکھ دیا گیا تاکہ مولف اور راقم کے حواشی میں فرق ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسائل میلاد کے اس مجموعہ سے اہل سنت کا نفع و رمخالفین میلاد کا قلع قمع ہو اور یہ راقم کے لیے آخرت میں ذریعہ نجات ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

میثم عباس قادری رضوی

۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ہجری/ ۴ دسمبر ۲۰۱۳ء

نام کتاب : مولود منظوم

مولف : سیف اللہ المسلول حضرت مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول :

طبع دوم : بدایوں (انڈیا)

طبع سوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
0300-7259263 0315-4959263

حمد رب

حمد کے لائق وہی معبود ہے
جو کہ ہر حامد کا وہ محمود ہے

آدمی یا جن ہو یا حور و ملک
یا زمیں یا عرش و کرسی یا فلک

یا کہ حیواں یا کہ معدن یا نبات
کائناتِ جوّ و جملہ کائنات

روح وجسم وآب وآتش باد وخاک
الغرض جو ہے سمک سے تا سماک

سب کو اُس کے حمد کی تسبیح ہے
یہ کلام اللہ میں تصریح ہے

پر یہ سب حمدیں ازل سے تا ابد
جمع ہو کر ہوں جو معروضِ عدد

ایک قطرہ بحر بے پایاں سے ہیں
ذرّہ بے تعداد ریگستاں سے ہیں

حمدِ بے حد کیسے ہو محدود سے
ہے عدد قاصر یہاں معدود سے

طے جبھی یہ وادئ مقصود ہو
کہ وہی حامد وہی محمود ہو

حمد ہے مخصوص ذات باکمال
حمد ہے وصفِ جمالِ ذوالجلال

حمد کو حامد ہی سمجھے بالتّمام
یا کہ وہ محمود ہو جس کا مقام

حمد کا دیکھو یہ ہے عالی مقام
کہ نبی الحمد ہے احمد کا نام

مدح لفظ حمد ہے زیبِ زباں
وصف معنی سے ہے شیریں ذوق جاں

پر مذاقِ جان جاں کچھ اور ہے
اور ہی کچھ واں نرالا طور ہے

حمد ہے اوّل ظہوراتِ وجود
اوّلِ امواجِ دریائے شہود

حمد سے حامد ہو احمد ہو گیا
پھر وہی احمد محمد ہو گیا

تھا محمد، جب نہ تھا یہ سب جہاں
کچھ تو سوچو کون تھا حامد وہاں

اور معاذ اللہ اگر حامد نہ تھا
پس محمد کیسے بے حامد ہوا

حامد و محمود ہیں سِرِّ خفی
ہیں وہی احمد محمد منجلی

فاش مَیں یہ بات کہہ سکتا نہیں
صاف اسے ہیہات کہہ سکتا نہیں

چاہیے ہے عقلِ عقل اس فہم کو
دخل کیا ہے اس میں فکر و وہم کو

عقلِ عامی اس کو سمجھے کیا مجال
بل اسے حاصل نہ ہو کچھ جز ضلال

یہ امام الاولیا مشکل کشا
ابن عم مصطفیٰ شیر خدا

ہے بخاری میں کہ فرماتے ہیں یوں
حدّثوا النّاس بما هم یعرفون

اور عبداللہ بن مسعود کا
یہ مقولہ نقل مسلم نے کیا

تو نہ کہہ ایسی حدیثیں قوم سے
جو عقول سامعاں سے ہوں پرے

اور کِیا ایسا تو بس بے جا کیا
کیونکہ بعضوں کے لیے فتنہ اُٹھا

بو ہریرہ نے کہا ہے واشگاف
ہے بخاری میں یہ دیکھو صاف صاف

علم دو پہنچے پیمبر سے مجھے
ایک جو تم میں سے چاہے مجھ سے لے

دوسرے کا گر کروں کچھ ذکر بھی
کاٹ ڈالو تم گلا میرا ابھی

پیشواؤں کا یہاں ہے جب یہ قال
میں کروں کس طرح سے پھر کشفِ حال

عشق گو شورش میں کہتا ہے بجوش
پر ادب چپکے سے کہتا ہے خموش

ہیں طریقت کے یہ دو رکنِ رکیں
اہلِ ظاہر اس میں سمجھے بغض و کیں

عشق کو سمجھے کہ ہے ضدِّ ادب
رہ گئے محروم اس دھوکے میں سب

عشق بن ہوتا نہیں ہرگز ادب
بے ادب کو عشق ہو، ہے بس عجب

فسق ہے دعوائے عشق بے ادب
ہے ادب بے عشق بے گفتار لب

اے سمندِ کلک یہ جولانیاں
دیکھ تو کچھ، تھا کہاں آیا کہاں

جلد پھر اُس وادیٔ محمود کو
چل کے پہنچا منزل مقصود کو

ہے جو ذکرِ حمد و احمد نا تمام
مختصر سا کچھ تو کر اس میں کلام

برخلافِ ہائے و ہوئے عاشقاں
حسب حالِ فہم و عقل سامعاں

تھی ازل میں ایک ذات اللہ کی
کوئی چیز اُس کے وہاں ہمرہ نہ تھی

نہ ہیولیٰ تھا، نہ صورت تھی، نہ جسم
تھا نہ ممکن کا وہاں کچھ رسم و اسم

کنز مخفی تھا وہی نورِ اتم
جب رکھا وحدت سے کثرت میں قدم

ایک نور اُس نور سے پیدا ہوا
مرتبہ اوّل وہ کثرت کا ہوا

ہے ظہورِ اوّلِ نورِ قدیم
ہے وہ ذات ثانی ذات کریم

ہے وہ تفصیل مکوّن سرِّ ذات
ہے وہ اجمالِ بروز ممکنات

پس محمد اس حقیقت کا ہے نام
ہے ازل سے تا ابد اُس پر سلام

ہے وہ پیغمبر اُسی ہنگام سے
ہے مخاطب وہ اُسی ایام سے

وہ جبھی سے محرم اسرار ہے
وہ جبھی سے مہبطِ انوار ہے

وہ نبی تھا، تھا نہ آدم کا نشاں
سب کمالات اُس کو حاصل تھے وہاں

یہ حقیقت خاص ہے اُن کے لیے
یہ فضیلت خاص ہے اُن کے لیے

اس حقیقت ہی سے ہے یہ امتیاز
اُن کو سب عالم سے اے بندہ نواز

ہے حقیقی یہ حقیقت بالیقیں
اہل دیں کو اس میں اصلاً شک نہیں

ہے سفاہت اس کو ٹھہرانا مجاز
کیونکہ پھر رہتا نہیں کچھ امتیاز

علم حق میں ہر نبی معلوم تھا
بلکہ ہر محمود و ہر مذموم تھا

گر یہی ہوتا تو کیا اعزاز تھا
خاص احمد کا یہ کیا اعجاز تھا

یہ حقیقت فی الحقیقت تھی عیاں
بر روایاتِ صحاحِ صادقاں

گر سمجھ سکتا نہیں تو اے عزیز
ہے یہ تیرا نقص ادراک و تمیز

پر نہ سمجھے جس کو تو اے بے کمال
اس کو کہہ دے وے کہ ہے یہ تو محال

ہے یہی جہل مرکب کا نشاں
کیونکہ لاکھوں چیزیں ہیں اے بدگماں

کہ تو ان کو جانتا مطلق نہیں
سب کو تو کہدے کہ کوئی حق نہیں

ہے حقائق کا سمجھنا بالعموم
اصعبِ انواع و اصنافِ علوم

پھر جو مافوق الحقائق ہو وہ چیز
تو اگر اُس کو نہ سمجھے اے عزیز

کیا عجب ہے لیک رکھ اتنا خیال
کہہ نہ بیٹھا کر کہ ہے یہ تو محال

اے قلم کر مطلبِ اوّل تمام
منتظر ہیں سامعانِ خاص و عام

یہ حقیقت تھی محمد بالتمام
تھا مقام و احدیت میں مقام

تھے اسی درجے میں اک عمر دراز
تھا احد واحد میں کچھ راز و نیاز

پھر اُسی سے سلسلہ جاری کیا
خالق اکبر نے موجودات کا

کیا فلک، کیا عرش و کرسی کیا زمیں
روح و جسمِ اوّلین و آخریں

ہیں اسی سے سب کے سب پیدا ہوئے
نور احمد ہی کے ہیں سب پرتوے

جب یہ چاہا کہ ہر اک ممتاز ہو
سب کے اوپر ایک کو اعزاز ہو

ما بہ الاعزاز ہے وہ ذات خاص
اُس سے ہو جس نوع کو کچھ اختصاص

جملہ عالم سے وہی ممتاز ہو
اُس کو سب انواع پر اعزاز ہو

یہ سعادت نوعِ انساں کو ملی
اشرف المخلوق ٹھہرا آدمی

اُس نے جب پہنا لباس آدمی
تب خلافت حق کی آدم کو ملی

ابن آدم حسب صورت ہو گیا
اور حقیقت میں ابوالآدم وہ تھا

بل ابوالعالم حقیقت میں ہے وہ
بعضِ عالم گرچہ صورت میں ہے وہ

ہے ابوالآبائے جملہ کائنات
منشائے انشائے جملہ کائنات

گو بصورت فرد اک انساں کا ہے
جنس عالی، عالم امکاں کا ہے

اور جو یہ ابن عبداللہ تھے
آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے

سال چہلم میں ہوئے آ کر نبی
اور ہجرت بعد ازاں مکّے سے کی

کیں غزائیں کافروں پر چند سال
پھر مدینے میں ہوا ان کا وصال

ہے حقیقت ہی سے ہے موت و حیات
اور اسی سے ہے حدوث کائنات

ہے حقیقت یہ بھی صوری ہی مگر
ہے مشارک اس میں ہر فرد و بشر

بلکہ ہے ہر فردِ ممکن کے لیے
گو طریقے ہیں جُدا ہر نوع کے

لیک ہے ہر ایک کی یہ ایک ہی
ہے وہی صوری وہی ہے معنوی

اور جناب سیّد ابرار کی
اک حقیقت اور ہے سب سے بڑی

وہ حقیقت مظہرِ اعجاز ہے
اور اُسی میں سب سے وہ ممتاز ہے

اس حقیقت سے نہ تھی جن کو خبر
کہہ اُٹھے وہ اشقیا اَنْتَ بَشَر

کلمۂ کفر اس سے بڑھ کر یہ ہوا
جو کہا مَا اَنْتَ اِلَّا مِثْلُنَا

قبل آدم جو رسول اللہ تھا
اے خرف تو کیونکہ مثل اُس کا ہوا

تجھ کو ہے نسبت شہِ لولاک سے
جو کہ ہو جیفہ کو نورِ پاک سے

مثل اُن کا کس طرح سے تو ہوا
مثل باطل کس طرح حق کا ہوا

کچھ ذرا تو سوچ اے گبر عنود
ہو عدم کس طرح سے مثل وجود

شرّ کیونکر خیر کا ہو وے مثیل
اور عمیٰ کیونکر بصر کا ہو عدیل

اس حقیقت کو جو کچھ بھی جانتا
کہہ نہ سکتا کوئی حرف اس قسم کا

قطع کر اب اس حقیقت سے کلام
اس حقیقت میں جو صوری ہے بنام

جس کو شرکت نوع انسانی میں ہے
شبہ بعض اوصافِ جسمانی میں ہے

جس کی نسبت کہہ دیا ہے مثلکم
اُس کی نسبت بھی سنو کچھ مجھ سے تم

جیسے کثرت نوع کی فردوں میں ہے
تفرقہ ویسا ہی کچھ رتبوں میں ہے

مرتبہ رتبہ ہر اک کا ہے جدا
کوئی اعلیٰ اور کوئی ادنیٰ ہوا

چاہئے حفظِ مراتب بالضّرور
خلط مبحث عقل اور دیں سے ہے دور

ہے تواضع اور نیائش ایک چیز
نعت کا ہے اور طور اے باتمیز

گر تواضع سے اکابر نے کہا
اپنی نسبت حرف کچھ تحقیر کا

ہے یہ کہنا آپ کو اُن کا کمال
تو کہے ویسا تو ہے تجھ پر وبال

دیکھ لے تو حال اپنا اے فقیر
جب بحاجت جائے ہے پیشِ امیر

آپ کو کیا کیا نہ کچھ کہتا ہے واں
میں کہوں تجھ کو تو کیا گزرے بجاں

انبیا کے مرتبوں کا ذکر کیا
اولیا کا مرتبہ بھی ہے بڑا

اولیا سے بھی خیالِ ہمسری
ہے کمالِ گمرہی و کافری

من چگویم حالِ ایں اہلِ ضلال
پیش ازیں فرمودہ مولانا جلال

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد

اشقیا را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدشاں یکساں نمود

ہمسری با انبیا بر داشتند
اولیا را ہمچو خود پنداشتند

گفت اینک مابشر ایشاں بشر
ماو ایشاں بستۂ خوابیم و خور

این ندانستند ایشاں از عمٰی
ہست فرقے درمیاں بی منتہٰی

ہر دو گو زنبورِ خورد از یک محل
لیک زیں شد نیش وزاں دیگر عسل

ہر دو گوں آ ہو گیا خور دند و آب
زیں یکے سرگین شدواں مشک ناب

ہر دو نے خور دند از یک آبخور
آں یکے خالی و ایں پر از شکر

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں
فرق شاں ہفتاد سالہ راہ میں

ایں خورد گردد پلیدے زو جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ایں خورد زائد ہمہ بخل و حسد
واں خورد گردد ہمہ نور احد

ایں زمین پاک واں شوراست و بد
ویں فرشتہ پاک داں دیواست وود

اب بیانِ مولد خیرالبشر
کچھ میں لکھتا ہوں بغایت مختصر

جب ہوا مقصود حضرت کا ظہور
پشت آدم میں رکھا احمد کا نور

جسم خاکی میں جو وہ لامع ہوا
پس وہ مسجود ملائک ہو گیا

ابن جوزی نے روایت ہے یہ کی
''سلوۃ الاحزان'' میں ہے وہ لکھی

قصدِ قرب آدم نے حوّا سے کیا
تب کیا حوّا نے دعوٰی مہر کا

بولے آدم اے خدا کیا اس کو دوں
حکم حق نافذ ہوا آدم کو یوں

پڑھ محمد پر درود اب بیس بار
پڑھ لیا دو ہیں بحکم کردگار

ابن عباس اور علی مرتضٰی
یوں بیاں فرماتے ہیں یہ ماجرا

حق نے جب آدم کو پیغمبر کیا
عہد یہ حقِ محمد میں لیا

گر وہ ہو مبعوث اور تو زندہ ہو
بالضرور ایمان اُن پر لائیو

بعد آدم بھی جو پیغمبر ہوا
سلسلہ اس عہد کا جاری رہا

پس محمد ہیں نبی الانبیا
حشر کو ہوں گے سبھی تحت اللّوا

اور ہوئے سب مسجد اقصیٰ میں بھی
اُس امام الانبیا کے مقتدی

اس روایت میں جو کچھ میں نے کہا
قُسطلانی نے مواہب میں لکھا

بیہقی، طبرانی اور حاکم نے کی
یہ روایت حضرت فاروق کی

جبکہ آدم سے ہوئی سرزد خطا
مانگی آدم نے خدا سے یہ دعا

واسطے حقِ محمد کے مجھے
اے خدا میری خطا تو بخش دے

پس وہیں آیا یہ حکم ذوالجلال
جب کیا حقِ محمد سے سوال

میں نے اے آدم جبھی بخشا تجھے
واسطہ اچھا بہم پہنچا تجھے

اور نہ ہوتا قصدِ احمد گر مجھے
مطلقاً پیدا نہ کرتا میں تجھے

تو محمد کے وسیلے سے اگر
مانگتا ہم سے شفاعت بوالبشر

حق میں اہل آسمان و ارض کے
مان لیتے ہم سبھوں کے واسطے

ابن جابر کی یہ دو بیتیں جو ہیں
اب مواہب سے یہاں لکھتا ہوں میں

بِہٖ قَدْ اَجابَ اللّٰہ آدَمَ اِذ دَعَا
وَنجیٰ فِیْ بَطْنِ السّفینۃِ نُوحٌ

وَمَا ضرّتِ النّار الخَلِیلَ لِنُورِہٖ
وَمِنْ اَجْلِہ نال الفداء ذبیحٌ

بعد آدم شیث میں وہ نور تھا
شیث سے پھر سلسلہ جاری ہوا

صُلب طیّب رحم طاہر کے سوا
کچھ مَمر اس نور اقدس کا نہ تھا

الغرض وہ نور جب واں سے چلا
رفتہ رفتہ تابہ عدناں آ گیا

پہنچا بعد اُس کے معد کو جب وہ نور
اور ہوا فرزند اک اُس کے ظہور

دیکھ کر آنکھوں میں نور احمدی
اک خوشی بے انتہا اُس کو ہوئی

اُس خوشی میں اک بڑا کھانا کیا
دور تک اُس کا بڑا شہرہ ہوا

اور کہا یہ نذر ہے یعنی قلیل
از برائے ہمچو مولودِ جلیل

اس سبب سے کہہ اُٹھے اُس کو نزار
ہو گیا اس علم کو بس اشتہار

پھر حدی کی مخترع یعنی مضر
جو خوش آوازی میں تھے بس مشتہر

بعد ازاں الیاس کو پہنچا وہ نور
اُس نے دیکھا اک عجب اُس کا ظہور

حج میں اُس نے پیٹھ سے اپنی سنی
صاف صاف آوازِ لبیکِ نبی

مُدرکہ کو پھر خزیمہ کو ملا
پھر کنانہ، نضر و مالک میں گیا

پھر گیا تا فہر و غالب بس وہ نور   پھر لُوی میں آ ہوا اُس کا ظہور
بعد اُس کے کعب جب پیدا ہوا   یومِ جمعہ اجتماع اُس نے کیا
جمع ہوتے اُس کے پاس اُس دن عرب   خطبہ وہ اُن کو سناتا تھا عجب
اور یہ کہتا تھا، ختمِ مرسلاں   جلد اب مبعوث ہوویں گے یہاں
یہ بھی وہ کہتا کہ ہوں گے وہ جناب   میری ہی اولاد سے بے ارتیاب
یہ بھی کہتا تھا کہ جو تم میں سے پائے   ہے یہی واجب کہ ایماں اُس پہ لائے
یادِ احمد میں بہت اشعارِ شوق   اُس سے مروی ہیں بہت سے اُن میں ذوق
بعد ازاں مرّہ وہ بعد اُس کے حکیم   پھر قُصی تھے حاملِ درّ یتیم
پس مغیرہ بعد ازاں عبد مناف   بعد ازاں ہاشم میں تھا وہ نورِ صاف
آیا عبدالمطلب میں پھر وہ نور   جس سے تھا علوی و سفلی کا ظہور
"شیبہ" عبدالمطلب کا نام تھا   وجہ عبدالمطلب میں ہے لکھا
مطلب نام ایک تھے اُن کے چچا   وقتِ مرگ اُن سے یہ ہاشم نے کہا
عبد کے اپنے خبر تو لیجئے   پرورش وہ مُطلب کے گھر ہوئے
یوں ہوئے مشہور عبدالمطلب   نام شیبہ سے ہوا یوں منقلب

اس سے ثابت ہے کہ لفظِ عبد کا   معنیٔ مملوک و عابد کے سوا
اور علاقوں میں بھی استعمال ہے   اور معنوں میں بھی استعمال ہے
نام اب رکھتے ہیں جو عبدالنبی   شرک کہتے ہیں اُسے بعضے شقی
شرک کہنا ہے سفاہت کے سبب   کفر کہنا ہے جہالت کے سبب
ہوں جہاں موجود توجیہیں صحیح   اور معانی صحیحہ ہوں صریح
چشم پوشی سب سے کر کرا ے وقیح   حصر کرنا ایک میں ہے بس قبیح
چاہیے اول کہ مطلب بوجھ لے   اور پھر اُس کے مطابق حکم دے
صرف تو اپنے گمانِ پوچ پر   اور کو کافر نہ کہہ اے بدگہر
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کی خبر   کان تک تیرے نہیں پہنچی مگر

گر کہو کہ مطّلب کا ماجرا   تھا زمانِ جاہلیت میں ہوا
ہم کہیں گے ہے یہ سب بحثِ ادب   ہے ادب میں معتبر قول عرب
شرع میں بھی بلکہ یہ جاری رہا   ترمذی میں ہے کہ حضرت نے کہا
ہے لعیں جو عبد ہے دینار کا   عبد درہم جو ہے وہ ملعوں ہوا
ہے بخاری میں کہا عبّاس نے   شیر یزداں حیدر کرّار سے
جب پیمبر پر مرض غالب ہوا   ہوگا تو بعد از ثلاث عبدالعصا
اور دیکھو صاف صاف اُس کے سوا   لفظ عبدالمطلب کا ماجرا
تھے ربیعہ ابن عمِّ مصطفٰے   اور بیٹے کا یہی نام اُن کے تھا
تھے صحابی اور صحابی کے ولد   اور یہی نام اُن کا ہے درجِ سند
ترمذی مسلم جو چاہے دیکھ لے   ہے روایت اُن میں بھی اس نام سے
عبد قیس اور عبد عوف اور اور بھی   مشتہر ہیں نامِ اصحابِ نبی
ہے جنھیں کچھ علمِ اسماء الرجال   ظاہر اُن پہ ہے یہ سب حال و مقال
دیکھو استیعاب میں بھی ہے لکھا   یہ جو کچھ میں نے لکھا یاں ماجرا
الغرض عبدالرسول، عبدالنبی   نام رکھنے میں نہیں ہے کچھ بدی
ذِکر یہ اگلی کتابوں میں بھی تھا   اب عرب میں رَدِّ وَہّابی ہوا
تھے جو مکّے اور مدینے کے امام   بلکہ سب عالم یمن سے تا بہ شام
تھے جو عالم روم سے لے تا عراق   سب نے بس اس پر کیا تھا اتفاق
شامل ان سب کے ہوئے تھے اے جہول   مقتدائے کل عمر عبدالرّسول
بعد اجماع ان جمیع ابرار کے   حکم ٹھہرا قتل کا اشرار کے
ایک مسلہ یہ بھی تھا اس بحث کا   سب کے سب نے جائز و احسن کہا
دوست زر کا عبدِ درہم جب ہوا   عبد دینار اُس کو حضرت نے کہا
اُس سے بڑھ کر ہو نبی کی دوستی   جس کو، وہ کیونکر نہ ہو عبدالنبی
جس کا ایماں اور عقیدت صاف ہے   بر طریق صالح اسلاف ہے
اُس کو کافی ہے یہ شعرِ مثنوی   دفترِ اوّل میں ہے اُس نے لکھی

بندۂ خود خواند احمد در رشاد
جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

ہاں مگر تعظیم و ذکر انبیا
جن کو یہ معلوم ہوتا ہے بُرا

جوشقی کرتے ہیں کچھ اس میں کلام
دے خدا اُن کو ہدایت والسّلام

ہے مناسب اس قدر پر اختتام
حالِ عبدالمطلب ہے ناتمام

پہنچا عبدالمطلب کو جب وہ نور
اور ہوا اُس سے عجائب کا ظہور

ایک دن جب تھا جواں وہ ہو گیا
تھا حطیم کعبہ میں وہ سو گیا

جاگ کے دیکھا تماشا یک عجیب
پہنے ہے وہ ایک حلّہ بس غریب

بیش قیمت، پرتکلّف، خوش نما
حلّہ ہائے دنیوی سے تھا جدا

اور بدن تھا عطر میں ڈوبا ہوا
دونوں آنکھوں میں بھی ہے سرمہ لگا

دیکھ یہ حالت پریشاں ہو گئے
دیکھنے والے بھی حیراں ہو گئے

کاہنوں سے جا کہا یہ ماجرا
کاہنوں نے یوں جواب اس کا دیا

یہ نہ جنّات و بتاں کا کام ہے
یہ الٰہِ آسماں کا کام ہے

کر دیا ہے اُس نے سامانِ نکاح
دے دیا ہے اس نے فرمانِ نکاح

جلد کرنا چاہیے اس کا نکاح
اس میں ہوگی سارے عالم کو فلاح

بس اُسی دن ہو گئے وہ کتخدا
کیونکہ ساماں کر چکا تھا خود خدا

خوب اسے ثابت کیا حفّاظ نے
بوئے مشک آتی تھی اُن کے جسم سے

اور چمک نورِ رسول اللہ کی
خوب ہی کچھ اُن کی پیشانی میں تھی

قحط سے جب تنگ ہو جاتا تھا عیش
کوہ پر لے جا کے اُن کو سب قریش

اوّل اُن کو واسطہ گردان کے
پھر خدا سے تھے دعائیں مانگتے

برکتِ نور محمد سے خدا
مینہ برساتا تھا اُس دن دائما

ابرہہ ملکِ یمن کا بادشاہ
آیا جب مکّے کو باخیل سپاہ

ساتھ میں لایا تھا اک انبوہ فیل
بہرہ ہدم خانۂ ربّ جلیل

جبکہ عبدالمطلب نے یہ سنا
اہل مکہ کو اکٹھا کر لیا

اک پہاڑی پر جو اک جانب کو تھی
مجتمع جا کر ہوئے واں سب جری

سب کے سب واں رنج میں مشمول تھے
جنگ کی تدبیر میں مشغول تھے

ناگہاں وہ نور ختم المرسلیں
اُن کے دادا کے جو تھا زیب جبیں

دور میں آیا بڑھی اُس کی شعاع
روشن اُس سے ہو گئے سارے بقاع

روشن ایسا ہو گیا بیت الحرام
ہو گیا گویا چراغاں بالتمام

دیکھ عبدالمطلب یہ ماجرا
مجمع حضّار سے یہ کہہ اُٹھا

کوئی دم میں یہ عدو برباد ہے
فتح کی تم کو مبارکباد ہے

سب کے سب بس اب یہاں سے پھر چلو
اپنے اپنے کام میں مشغول ہو

میں قسم کھاتا ہوں اب اللہ کی
دور میں آیا ہے جب نورِ نبی

لا جرم ہم کو ہوئی ہے واں ظفر
تجربہ اس کا ہوا ہے بیشتر

جب رئیسِ قوم ہی نے یہ کہا
اپنا اپنا سب نے بس رستہ لیا

ہو کے آگہ ابرہہ اور اس کا جیش
کہ ہوئے ہیں جمع لڑنے کو قریش

بھیجا اُس نے اک سپہ سالار کو
چن کے سب میں سے بڑے سردار کو

تاکہ اُن لوگوں کو دے جا کر بھگا
ہو نہ ہدم کعبہ میں کچھ خرخشا

وہ سپہ سالار افواجِ عدو
آیا عبدالمطّلب کے روبرو

دیکھتے ہی شکل عبدالمطّلب
ہو گیا سارا قضیّہ منقلب

یعنی کانپا تھرتھرا کر گر پڑا
کپکپایا گڑگڑایا غش ہوا

گائے وقت ذبح جیوں ہے بولتی
بولتا تھا ویسے ہی بس وہ جری

پھر جب آیا ہوش میں سجدے کیے
اُس نے عبدالمطّلب کے سامنے

الغرض ایسے وقائع دیکھ کر
تھا نہ عبدالمطلب کو کچھ خطر

خود گئے وہ ابرہہ کے پاس بھی
اُس نے گھبرا کر بڑی تعظیم کی

ایک ہاتھی تھا سفید اس کے یہاں
اور سارے ہاتھیوں سے تھا کلاں

ابرہہ کو سجدہ کرتے تھے سبھی
اک یہی سجدہ نہ کرتا تھا کبھی

اُس کو منگوایا دکھانے کے لیے
اُس نے عبدالمطلب کو دیکھ کے

مثل اشتر بیٹھ کر سجدہ کیا   پھر خدا نے اُس کو یوں گویا کیا
کہ کہا اُس نے سلام اُس نور پر   وہ جو تیری پیٹھ میں ہے مستتر
اور باقی ابرہہ کا ماجرا   جانتا ہے ہر کوئی چھوٹا بڑا

بعد عبدالمطلب کے جب وہ نور   آیا عبداللہ میں ظاہر ظہور
ایک دن وہ ساتھ اپنے باپ کے   شہر کے باہر سے اندر آتے تھے
راہ میں واں بنت نوفل مل گئی   اور بصد الحاح یہ کہنے لگی
تو گزر مجھ پر اگر اس دم کرے   میں ابھی سو اونٹ دے دوں گی تجھے
کاہنہ تھی فاطمہ نام اور بھی   اُس دن اُس نے بھی یہی تقریر کی
نیت ان دونوں کی اُس میں بس یہ تھی   تاکہ ہوویں حاملِ نور نبی
یوں کہا دونوں سے عبداللہ نے   اک تو ہوں میں ساتھ اپنے باپ کے
دوسرے مجھ سے نہ ہو فعل حرام   موت بہتر ہے نہ ایسے زشت کام
پھر نکاح اُن کا اُسی دن ہو گیا   آمنہ کو رتبۂ علیا ملا
تھا جو جوشِ لطفِ ربّ العلمیں   بس اُسی دن حاملہ بھی ہو گئیں
پھر گزر اُس دن جو عبداللہ کا   ان ہی دونوں عورتوں پر ہو گیا
کی کچھ اک نفرت سی، عبداللہ سے   اور کہا اب تم نہیں ہو کام کے
تھا جو مقصد یعنی حمل اُس نور کا   جس کی قسمت میں تھا سو اُس کو ملا

الغرض جب آمنہ حامل ہوئیں   از زمیں تا آسماں دھومیں مچیں
شور تھا اک عالم ملکوت میں   اور غوغا تھا یہی جبروت میں
کیا کہوں اُس شب میں تھا جو جشنِ عام   بس یہ سمجھو تھا خدا کا اہتمام
حکم پر ہوتا تھا حکمِ ذوالجلال   رہ نہ جاوے کوئی تزئین و جمال
ہوں معطر سب جوامع قدس کے   ہوں منور سب مجامع قدس کے
اور صوفیّہ ملائک کے لیے   جن کے رتبے ہیں تقرب میں بڑے

اب مقامِ باصفائے قرب میں   صاف صاف اک لخت سجّادے بچھیں
حکم رضواں خازن جنّات کو   یوں ہوا فردوس کو اب کھول دو
نوبتِ حمل شفیع المذنبیں   بج گئی لے آسماں سے تا زمیں
اُس گھڑی دنیا میں جو تھے بادشاہ   تخت سب کے گر پڑے بے اشتباہ
بت جو تھے دنیا میں اوندھے ہو گئے   کفر کے ارکان ڈھیلے ہو گئے
ہو گیا بارانِ رحمت کا نزول   سارے عالم کو ہوا اُس کا شمول
قحط سے جسم زمیں جو عور تھا   خلعت اُس کو سبز حلّوں کا ملا
جس شجر پر تھا نہ نامِ برگ و بار   ہو گیا برگ و ثمر کا اُس پہ بار
لطفِ عام ایسا فراغت کا ہوا   نام ٹھہرا سالِ فتح اُس سال کا
تھے جو چوپائے قریشوں کے تمام   ہر کسی نے یوں کیا اُس شب کلام
آج نورِ حضرتِ خیرالبشر   رحم مادر میں ہوا ہے مستقر
اور وحوشِ شرق نے اس شب عیاں   دیں وحوش غرب کو خوش خبریاں
اور حیواناتِ دریائے تمام   کرتے تھے اس شب بہم سب یہ کلام
تھا شب جمعہ کو یہ سب ماجرا   اکثروں نے ہے اسے یوں ہی لکھا
احمد حنبل امام چار میں   ہیں جو رکنِ دین ختم المرسلیں
کر گئے ہیں حکم بس وہ اس سبب   قدر کی شب سے بھی افضل ہے یہ شب
آمنہ کو تھی نہ کچھ اس کی خبر   اور پاتی تھیں نہ کچھ اس کا اثر
ایک دن وہ امِ ختم المرسلیں   بیچ میں کچھ خواب و بیداری کے تھیں
ناگہاں ہاتف نے آ کر یوں کہا   کچھ خبر بھی ہے تجھے اے پارسا
کہ ہوئیں تم حاملِ خیرالورا   سید عالم شہِ ہر دوسرا
آمنہ تم جب بخیر اُن کو جنو   نام اُن کا تم محمد رکھیو
ایسے الہام اور یہ خوش خبرئیں   ہوتی تھیں اکثر شہور حمل میں
دو مہینے حمل پر پورے ہوئے   باپ حضرت کے مدینہ میں ہوئے

ایک راوی نے یہاں ہے یوں لکھا — کہ ملائک نے خدا سے یہ کہا
بے پدر ہے یہ نبی تیرا صغیر — حق نے فرمایا میں ہوں اُس کا نصیر

نو مہینے جب کہ پورے ہو گئے — اور ایامِ ولادت آ گئے
یوں ملائک سے کیا حق نے خطاب — کھول دو ہیں آسمانوں کے جو باب
کھل گئے ابوابِ جنّاتِ نعیم — دے دیا سورج کو اک نورِ عظیم
اور ہوا حکم خدا اس سال میں — عورتیں جتنی جنیں سب نر جنیں
آمنہ اس حال میں کہتی ہیں یہ — جب ہوا آغاز مجھ کو درد زہ
اور اصلاً کچھ خبر اس حال کی — علم میں میرے کسی کو بھی نہ تھی
طوف کعبے میں تھے عبدالمطلب — تھی میں تنہا گھر کے اندر مضطرب
ناگہاں اک طائر اَبیض اُڑا — اُس کا بازو میرے دل کو چھو گیا
بس وہیں جاتا رہا جو کچھ کہ تھا — رعب تھا یا درد تھا یا رنج تھا
اک پیالہ شربت خوشرنگ کا — میں نے واں پایا سو اُس کو پی لیا
دیکھتی کیا ہوں کہ ہیں کچھ بیبیاں — میری کرتی ہیں وہ خاطرداریاں
دیکھ کر اُن کو بہت گھبرائی میں — کون ہیں یہ اور کہاں سے آئی ہیں
تب وہ بولیں آسیہ، مریم ہیں ہم — اور یہ حوریں آئیں جنت سے بہم
تیری خدمت کے لیے آئی ہیں سب — وقتِ میلادِ نبی آیا ہے اب
ناگہاں آواز آئی اک مہیب — اور جمع طائراں از بس عجیب
جن کی منقاریں زمرد کی تمام — اور بازو اُن کی از یاقوتِ خام
آن کر حجرے کو میرے بھر دیا — اور بصر سے میرے پردہ اُٹھ گیا
دیکھے میں نے تین نیزے ہیں کھڑے — مشرق و مغرب میں ہیں اک اک گڑے
تیسرا ہے ظہر کعبے پر کھڑا — جب کہ یہ سامان سب کچھ ہو لیا

تب محمد مصطفےٰ پیدا ہوئے — احمد خیرالوریٰ پیدا ہوئے
ہو گئی تھی سب زمیں ظلمات کفر — اس لیے نور الہدیٰ پیدا ہوئے
ہو ظہورِ کنز مخفی کا کمال — اس لیے سرِّ خدا پیدا ہوئے
قابِ قوسین کا جو تھا خالی مقام — والیٔ ملک دنیٰ پیدا ہوئے
لَن ترانی کا گیا وہمِ عموم — جب وہ خاصِ قَدْرَاٰی پیدا ہوئے
زیغ و طغیاں کا رہا باقی نہ نام — اس لیے وہ ما طغےٰ پیدا ہوئے
ہو وے فوقیت جسے جبریل پر — اب وہ فوق المنتہیٰ پیدا ہوئے

شکر لِلّٰہ عاصیوں کے واسطے
شافع روز جزا پیدا ہوئے

سلام

السّلام اے رحمتہ اللعالمیں — السّلام اے سرورِ دنیا و دیں
السّلام اے مظہرِ نورِ خدا — السّلام اے ہادیٔ راہِ ہُدیٰ
السّلام اے واقفِ اسرارِ کُل — السّلام اے سرورِ شاہِ رسل
السّلام اے پیشوائے انبیا — السّلام اے مقتدائے اصفیا
السّلام اے عارف غیب الغیوب — علّتِ تمیز امکان و وجوب
السّلام اے سرّ وحدت السّلام — برزخ غیب و شہادت السّلام
السّلام اے قاب قوسینت مقام — السّلام اے مسکنت دارالسّلام
السّلام اے از تو عالم را نمود — اوّلِ امواجِ دریائے وجود
السّلام اے غائص دریائے ذات — السّلام اے سابح بحر صفات
السّلام اے آبِ کوثر را قسیم — السّلام اے ملکِ تو دارالنعیم
السّلام اے مظہرِ فیضِ اتم — السّلام اے شد عدیلِ تو عدم
السّلام اے عالمِ علم لَدُنْ — السّلام اے کاشف اسرار کُن

السّلام اے ہمکلامت شد حجر — السّلام اے سجدہ آوردت شجر
السّلام اے سنگ در دستِ شریف — کرد تسبیح خداوندِ لطیف
السّلام اے سوسمارت گشتہ رام — کرد اندر مجلس عالی کلام
السّلام اے تاجِ عزّت برسرت — السّلام اے فیض و احساں بر درت
السّلام اے سیّد عالی جناب — آسمانِ معرفت را آفتاب
السّلام اے ابر رحمت السّلام — السّلام اے کان نعمت اسلام
السّلام اے مطلع انوار غیب — السّلام اے ماحی ظلماتِ ریب
السّلام اے مطلع نور و ضیا — السّلام اے مشرق صدق و صفا
السّلام اے شافع روزِ جزا — السّلام اے دافع رنج و بلا
السّلام اے عاجزاں را دستگیر — السّلام اے رازداں روشن ضمیر
السّلام اے دستگیرِ عاصیاں — السّلام اے چارہ سازِ مذنباں
السّلام اے خادمِ تو جبرئیل — السّلام اے مادحت ربِّ جلیل
السّلام اے حُبِّ تو ایمانِ من — السّلام اے درد تو درمانِ من
السّلام اے آستانت جائے من — السّلام اے درگہت ماوائے من
السّلام اے روح روحِ عاشقاں — السّلام اے راحتِ دلدادگاں
السّلام اے صاحب عزّ و علا — السّلام اے صاحب تاج و لوا
السّلام اے خاص ربِّ العالمیں — السّلام اے مہبط روح الامیں
السّلام اے مرتضیٰ، اے مصطفیٰ — السّلام اے متقیٰ، اے مجتبیٰ
السّلام اے پیروت محبوبِ حق — السّلام اے مرضیت مطلوبِ حق
السّلام اے دوستانت در نعیم — السّلام اے دشمنانت در جحیم
من کجا و مدحِ اوصاف کجا — بس بود مدّاح اوصافت خدا
عاجز و درماندہ و بیچارہ ام — جز بہ لطف تو نباشد چارہ ام
شوق دیدارِ تو دارم سر بسر — سوئے من بہرِ خدا کن یک نظر

گشتہ ام در رنج ہجرت مبتلا — جز جمالت نیست دردم را شفا
زہر ہجرت میکند کارم تمام — گر نہ بخشی شربت وصل اے ہمام
تابہ کے باشم بہ ہجرت دل فگار — رحم کن برحال من اے غمگسار
از برائے چار یار با صفا — جلوۂ فرما بہ چشم ایں گدا
از برائے حضرت خیر النّسا — بہرۂ از وصل خویشم کن عطا
یا رسول اللہ از بہر حسن — باب وصلت باز کن بر روئے من
یا نبی بہر حسینِ مجتبیٰ — باب وصلت بر منِ مسکیں کشا
صد سلام از من بہر دم صبح و شام — بر شما و آل و اصحابِ کرام

مقام قعود

ہے روایت آمنہ نے یوں کہا — جب ہوئے مجھ سے رسول اللہ جدا
دونوں ہاتوں کو زمیں پر رکھ دیا — اور اُٹھایا سر کو پھر سوئے سما
ہے ولادت کے عجائب کا بیاں — ایک دریائے عظیم و بے کراں
بلکہ یکدم از ولادت تا وفات — تھا نہ خالی از ظہور خارقات
بلکہ پہلے کا بھی جو کچھ حال ہے — اور ہمیں معلوم بالاجمال ہے
تا بہ آدم انبیا و اولیا — نام احمد سب کا تھا حاجت روا
اور تصرّف وہ جو بعد از فوت کے — بالتّواتر نقل ہیں جمہور سے
جو ہوئی ہے مستغیثوں کی مدد — حصر کر سکتا نہیں اُن کا عدد
ہیں کتابیں خاص خاص اسباب میں — فتوے ہیں بالاختصاص اس باب میں
گر کوئی ملحد کرے اُس میں کلام — ماننا مت اس کو ہرگز والسلام
ہے مواہب میں بھی اس کا اہتمام — اور حوالہ ہے بہ مصباح الظّلام
اُس میں حال اوّل سے ہے تا انتہا — مستغیثانِ رسول اللہ کا
اور مواہب میں حوالہ دوسرا — نسخۂ تحقیق نصرت کا لکھا

غیر نجدی یا کہ اُن کے پیشوا   اور کوئی اُس کا کبھی منکر نہ تھا

ایسے ہی جو مجلس میلاد کے   ہیں یہ نجدی سخت دشمن ہو گئے
ہیں مخالف اس میں بھی جمہور سے   متبّع ہیں نفس اور شیطان کے
قسطلانی نے مواہب میں لکھا   مبحث میلاد میں ہے یوں کہا
ابن جوزی نے کہا، جب بولہب   جس کے ذم میں سورۂ قرآں ہو تب
فرح کرنے سے شبِ میلاد کے   پائے ہے تخفیف وہ تعذیب سے
ہو مسلماں اُمّتِ احمد سے جو   اور خوش حضرت کے وہ مولد سے ہو
صَرف جو ہو اُس کی قدرت میں کرے   خرچ احمد کی محبت میں کرے
میں قسم کھاتا ہوں بس اُس کی جزا   اُس کو بیشک یوں ہی دیوے گا خدا
کہ اسے داخل کرے گا وہ کریم   فضل سے اپنے بہ جنّاتِ نعیم
اور وہ جو صاحبِ اسلام ہیں   شہر مولد میں یہ اُن کے کام ہیں
محفلوں کا کرتے ہیں وہ اہتمام   آنے والوں کو کھلاتے ہیں طعام
ان شبوں میں کرتے ہیں صدقے ضرور   کرتے ہیں ظاہر وہ مولد کا سرور
پڑھتے ہیں وہ مولدِ خیرالوریٰ   بھیجتا ہے برکتیں اُن پر خدا
ہے مجرّب یہ خواص اس حال میں   ہر بلا سے ہے اماں اس سال میں
جس تمنّا میں کرے کوئی یہ کام   حسب خواہش اُس کا حاصِل ہو مرام
مستحقِ رحمتِ اللہ ہو   جو لیالیِ مہِ میلاد کو
جیسے عیدین ہوتی ہیں ویسا بنائے   خوب ہی دل کو معاند کے جلائے
ہے یہاں تک سب مواہب کا کلام   اور لکھے دیتا ہوں میں بعضوں کے نام
ہے جنھوں نے کچھ لکھا اِس باب میں   اور کہا ہے جو کچھ ان ابواب میں
اک ابوالخیر سخاوی دو یمیں   ابن جوزی، صاحب حصن حصیں
صاحبِ اربل مظفر کر شہیر   اور امام دیں جو ہیں ابن کثیر

ابن دِحیہ جو امام وقت تھے   ابن جوزی جو محدّث تھے بڑے
شیخ نووی جن کا بوشامہ تھا نام   ابن طغرل مقتدائے خاص و عام
ابن فضل استاذ استاداں تمام   ابن نعماں تھے جو عبداللہ نام
اور جمال الدین عجمی متّقی   اور امام وقت یوسف بن علی
شیخ عالم شیخ ابو بکر حجاز   شیخ منصور اوستاذِ اہلِ راز
ابن بطّاح اور کتانی امام   اور ظہیر الدین بن جعفر ہمام
اور استاذ جہاں حافظ نصیر   اور عمر جو بن محمد تھے شہیر
شیخ صدر الدیں امام شافعی   شیخ شمس الدیں محمد ناصری
اور بھی صدہا اماموں نے لکھا   اس عمل کے حسن کو ہے جا بجا
الغرض ان میں سے جو مشہور ہیں   بر وفاقِ مذہب جمہور ہیں
اور کوئی شاذ یا نجدی اگر   ہو تو اس کا قول کب ہے معتبر

بعض نجدیہ سے ہم نے ہے سنا   ذکر مولد پر کھڑا ہونا بُرا
یہ بھی مسلہ ردِّ وہابی میں تھا   سب کے سب نے جائز و احسن کہا
عقد جوہر میں بھی یہ مسطور ہے   نقل اُس کی اب مجھے منظور ہے
وقتِ ذکرِ مولدِ خیرالوریٰ   ہے کھڑے ہونے کو مستحسن کیا
ایسے شخصوں نے کہ ہیں وہ سب امام   ذو روایت ذو رویت اے کرام
یہ کھڑا ہونا بہت مرغوب ہے   جس کو تعظیمِ نبی مطلوب ہے

پھر مجھے یاد آ گیا ہے ذکر یار   ہو گیا ہے دل مرا پھر بے قرار
ہو گیا تھا گرچہ میں مشغول غیر   پھر مجھے یاد آ گیا یادش بخیر
مرحبا صد مرحبا اے ذکر یار   اس زباں پر تو نے فرمایا گزار
تیرے لائق تھی کہاں میری زباں   چاہیے لائق مکیں کے، ہو مکاں

پر یہ ہے بندہ نوازی کا کمال　　کچھ نہ کرنا اپنے رتبے کا خیال

حبّذا ہو جس زباں میں ذکر یار　　حبّذا جس جان میں ہو فکر یار

ذکر ذکرِ یار ہے اور سب عبث　　فکر فکرِ یار ہے اور سب عبث

اب تمنّا کچھ سوا اس کے نہیں　　اَسْتَجِبْ لِی یَا مُجِیبَ السَّائِلِیں

مرتے دم ہو یادِ احمد حرزِ جاں　　اور اُنھیں کا نام ہو وردِ زباں

فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين

الحمد للہ کہ یہ رسالہ فیض مقالہ جس میں مجموعہ فتاوی میلادہ سہارنپوری و گنگوہی کا رد اور محفل میلاد کا قرآن و حدیث سے ثبوت و منکرین دیوبندیہ نجدیہ کے اوہام کا دفعیہ مسمّی بہ

الذکر المحمود
بیان المولد المسعود
صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ و مرتبہ مولوی محمد امام الدین صاحب حنفی قادری نوشاہی متوطن کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیالکوٹ (پنجاب)

در مطبع ... پریس ... باہتمام میر قدرت اللہ طبع شد

(محمد ابراہیم کاتب از کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیالکوٹ)

نام کتاب : الذکرُ المحمود

مولف : خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا امام الدین حنفی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : مطبوعہ کریمی پریس لاہور

طبع چہارم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور ۲۰۱۳ء/ ۱۴۳۵ ہجری

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ عَلَیْهِمْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

(وجہ تالیف)

بعد **حمد** اور **ثنا** کے عرض ہے کہ آج کل جبکہ محفل میلاد بعض اشخاص کو بُری معلوم ہوئی اور کفر اور شرک کہنے لگے تب علماء وقت نے بھی ان کے عقائدِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ کی تردید میں بہت سے رسالے تصنیف کیے۔ اور ان کے ہر ایک اعتراض کا دندان شکن جواب دے کر عوام کو ممنون و مشکور فرمایا۔ مگر تاہم بھی منکران میلاد فتاویٰ میلاد مصنفہ مولوی احمد علی سہارنپوری و مولوی رشید احمد گنگوہی جابجا لیے پھرتے ہیں حالانکہ اس کے مندرجہ دلائل کا جواب قبل ازیں علماء کرام دے چکے ہیں۔ ہاں مستقل جواب اس کا میری نظر سے نہیں گذرا لہٰذا مختصر جواب اسکا لکھا جاتا ہے۔

(حضرت مؤلف نے ”قولہ“ سے آگے دیوبندی فتوی کی عبارت نقل کی ہے اور ”اقول“ کے بعد اس کا مدلل جواب دیا ہے: میثم قادری)

حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل.

قولہ: مولوی احمد علی: ”ذکر کرنا پیدائش شریف ہمارے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ الف الف تحیۃ و سلام جو صحیح صحیح روایتوں کے ساتھ“ الخ۔

اقول: حقیقت میں مولوی صاحب محفل میلاد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ ”ایسی مجلس جبکہ ممنوعاتِ شرعیہ سے خالی ہو باعث خیر و موجبِ برکت ہے۔“ چند سطور کے بعد مفصل لکھ دیا کہ ”ذکر خالص برکت اشتمال آنحضرت ﷺ موافق شرع شریف کے اور درود بھیجنا روح پاک آنحضرت علیہ السلام پر اور بیان کرنا اور معلوم کرنا صفات اور کمالاتِ آں

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موجب کثرتِ برکت اور زیادتیِ رحمت کا اور باعث نیکیوں دو جہان کی دینے والا بلندی درجاتِ کونین کا ہے۔'' پس یہی ہمارا مدعا ہے۔

اب مولود کے اثبات پر چنداں ضرورت تو نہیں رہی کہ کچھ لکھا جائے۔ کیونکہ مولوی صاحبان تسلیم کر چکے ہیں۔ ہاں عوام کے لیے کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

محفل میلاد کیا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف کا ذکر کرنا نظماً ونثراً اور ذکر ولادت شریف آنحضرت ﷺ اور وعظ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، اور بیٹھ کر بھی صلوٰۃ وسلام کہنا۔ شیرینی وغیرہ تقسیم کرنی۔ آراستگی مکان اور یہ سب امور علیٰ سبیل الانفراد نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہیں۔ پہلے ذکرِ میلاد واوصاف آں حضرت ﷺ کے قرآن شریف سے سنئے۔

قرآن شریف سے ثبوت

اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ.

ترجمہ: ''البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے بھاری ہے اس پر جو تم تکلیف اٹھاؤ، حریص ہے تمہاری ہدایت پر ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا مہربان۔''

دیکھو خدا تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے آنے کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ کے اوصاف بیان فرمائے یہی مولود شریف میں ہوتا ہے کہ آپ کے عالمِ غیب سے عالمِ شہادت میں آنے کا ذکر ہوتا ہے اور آپ کے اوصاف وکمالات کو بیان کیا جاتا ہے نظماً ونثراً۔

خود خدا نے کی ثنائے رحمۃ للعالمین — انبیاء دائم رہے مدّاحِ ختم المرسلین
اور جماد و جانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں — بُت زبانِ قال سے کرتے تھے وصفِ شاہدین

ہاں مگر شیطان کو شاید ہو تو ہو اس میں کلام — ماسوا کی اُس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام

ایسا ہی آپ نے خود ذکر اپنی اوّلیت اور سابقیت وولادتِ باسعادت کا بیان فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود کرنا ذکر میلاد حدیث شریف سے ثابت ہے۔ وھو ھذا۔

حدیث شریف سے ثبوت

كَمَا رُوِیَ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارِ وَالْطِّبْرَانِیْ وَالْحَاکِمُ وَالبیهقی و ابونعیم عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّیْنَ وَ اَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ عَنْ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ بُشَارَةُ عِیْسٰی وَ رُؤْيَا اُمِّیْ الَّتِیْ رَأَتْ وَ كَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ النَّبِیِّیْنَ یَرَیْنَ وَ اِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرٌ اَضَائَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ. (خصائص کبریٰ صفحہ ۴۶)

(ترجمہ) ''یعنی عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں خدا کا بندہ اور خاتم الانبیاء ہوں۔ اس وقت سے کہ آدم ہنوز مٹی میں ملے ہوئے تھے اور دیکھو میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ میں دعا ہوں ابراہیم کی اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ اسی طرح اور انبیاء کی مائیں خواب دیکھتی تھیں اور میری ماں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل نظر آنے لگے۔''

اِسی مضمون کی حدیث ''مشکوٰۃ'' صفحہ ۵۰۵ میں بھی موجود ہے۔ نیز ''مشکوٰۃ'' میں بحوالہ ''ترمذی'' ایک اور حدیث مذکور ہے۔ وھو ھذا:

وَ عَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ فقال مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدُالْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُھُمْ بَیْتًا رواہ الترمذی.

(ترجمہ) ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ بنی ہاشم کے متعلق بعض لوگوں سے کچھ ناگوار بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے پس کھڑے ہوئے آپ منبر پر اور فرمایا کہ میں کون ہوں۔ (محفل میلاد میں جو حاضر تھے۔) انہوں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا فرمایا اور بہترین خلق سے مجھ کو بنایا۔ پھر دو گروہ کیے سو مجھ کو بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھ کو افضل قبیلہ میں رکھا، پھر گھرانے جدا کیے سو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے باعتبار گھرانے کے افضل کیا ہے اور ذاتی فضل بھی عطا فرمایا ہے۔''

''بخاری'' میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز موجود ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش کا خود ذکر فرمایا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ. ھٰکذا فی المشکوٰۃ.

(ترجمہ) ''کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری پیدائش بنی آدم کے اس خاندان میں ہوئی ہے جو ہر زمانہ میں بنی آدم کی جماعتوں میں افضل رہا ہے یہاں تک کہ میں اس جماعت میں پیدا ہوا جس میں پیدا ہوا۔''

پس احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا حالِ ولادت

باسعادت کئی بار ذکر فرمایا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے حالات اور ان کے اوصاف و کمالات کا ہم تک پہنچنا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اب تک محفل میلاد ہوتی رہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمیں حضور کی پیدائش کے حالات و اوصاف و کمالات کیسے معلوم ہو سکتے تھے؟ آپ کے اوصاف و کمالات و حالات پیدائش کا ذکر کرنا بھی مولود ہے۔ خداوند تعالیٰ کا اپنے حبیب کریم کو نام لے کر خطاب نہ کرنا بلکہ اوصافِ حمیدہ کے ساتھ خطاب کرنا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہایت ہی نعت شریف کا اہتمام منظور ہے اور انبیاء کو خدا تعالیٰ نام لے کر خطاب کرتا رہا ہے۔ کما فی القرآن: یا موسیٰ یا عیسیٰ یا نوح وغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن شریف میں نام لے کر خطاب نہیں کیا یعنی یا محمد کہیں نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ حضور کے اوصاف کا بیان ہونا خدا کو بہت پسند ہے۔ اسی کو نعت کہتے ہیں۔ خواہ نظم ہو یا نثر، ہر طرح خدا اور رسول کو پسند ہوگا۔

نعت خوانی کا بیان

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوصاف شعروں میں بہ رضا و رغبت سُنے۔

کما اخرج الحاکم والطبرانی عَنْ خُرَیْمِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ هَاجَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُنْصَرَفَهٗ مِنْ تَبُوْکَ فَسَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَمْدَحَكَ قَالَ قُلْ لَا یُفْضِضَ اللّٰهُ فَاكَ فَقَالَ

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَ فِیْ — مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

ثُمَّ هَبَطْتَّ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ — اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْکَبُ السَّفِیْنَ وَ قَدْ — اَلْجَمَ نَسْرًا وَ اَهْلَهُ الْغَرَقُ

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ — اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

وَ وَرَدْتَّ نَارَ الْخَلِیْلِ مُسْتَتِرًا — فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

حَتّٰی احْتَوٰی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ   خَنْدَفٍ عُلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ اَشْرَقَتُ   الْاَرْضُ وَ ضَاءَ تْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ
فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّیَآءِ وَ فِیْ   النُّوْرِ وَ سُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: ’’خریم بن اوس کہتے ہیں کہ میں ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے تو میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ سے یہ عرض کر رہے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ شعر کہوں آپ نے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو بے دندان نہ کرے (زہے نصیب ان لوگوں کے جو آج کل شعروں میں نعتیں پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں) سو انہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ پیدائش دنیا سے پیشتر پاک وصاف تھے بہشتی درختوں کے سایہ میں اور جنتی مکانوں میں جبکہ حُلّے بہشتی اتر جانے سے آدم علیہ السلام اور حوا اپنے سترِ عورت کے لیے پتے لپیٹتے تھے۔ پھر آپ زمین پر اُترے اور اس وقت نہ آپ جامہ بشری میں تھے اور نہ آپ گوشت کا ٹکڑا یا خون بستہ تھے۔ بلکہ نطفہ تھے اور اسی حال میں نوح کی کشتی پر سوار ہوئے۔ جبکہ نسر بُت کے لگام دیا گیا تھا اور اُس کے پوجنے والے غرق ہو گئے اور آپ باپوں کی پُشت سے ماؤں کے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جب ایک قرن آپ کو ختم ہوا دوسرا شروع ہو گیا جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے نور سے زمین وآسمان منور ہو گیا اور آپ کی بزرگی یہاں تک ہے کہ آپ کا شرف حاوی ہو گیا۔ بڑے بڑے عالی نسب والوں کو۔ سو ہم آپ کی اسی روشنی اور نور میں ہیں اور اسی نور کی بدولت ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں آپ ابراہیم کی پشت میں پوشیدہ تھے۔ جبکہ ان کو آگ میں ڈالا پھر بھلا وہ کیونکر جل سکتے تھے۔‘‘

ایسے ہی کتاب ’’خصائص کبریٰ‘‘ کے صفحہ ۳۹ میں ہے۔ ایسا ہی ’’صحیح مسلم‘‘ میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود ہے کہ آپ نے بامر خود حسان رضی اللہ عنہ سے نعت شعروں میں سنی۔ دیکھو ’’صحیح مسلم‘‘، صفحہ ۳۰۱ جس کا ابتدا یہ ہے۔ قال حسان:

هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَاَجَبْتُ عَنْهُ   وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِیًّا   رَسُوْلُ اللّٰهِ شِیْمَتُهُ الْوَفَاءُ

’’شرح مواہب لدنیہ‘‘ میں زرقانی سے نیز موجود ہے کہ آپ نے خود امر کیا حسان کو، کہ جو مشرک میری ہجو کرتے ہیں ان کو جواب دو۔ پس حسان کھڑے ہوئے اور کہا جس کا یہ اول بیت ہے۔

هَلِ الْمَجْدُ اِلَّا بِسَعُوْدَ وَالْعُوْدُ وَالتَّدٰی   وَ جَاهُ الْمَلُوْكِ وَ اِحْتَمَالُ الْعِظَائِمِ

’’بخاری‘‘ میں خود یہ موجود ہے کہ آپ حسان کے لیے منبر بچھایا کرتے تھے اور کافروں کی ہجو اُن سے سُنا کرتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدا تعالیٰ حسان کی روح القدس سے مدد کرتا ہے۔

قیام کا ثبوت

اب قیام کی بابت عرض کرتا ہوں جو بوقت سننے ولادت شریف کے کیا جاتا ہے۔ ’’خصائص کبریٰ‘‘ کے صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ کا عالم دنیا میں تشریف لانے کا وقت ہوا تو اس وقت خدا نے فرشتوں کو یہ حکم فرمایا:

اِفْتَحُوْا اَبْوَابَ السَّمَآءِ كُلَّهَا وَ اَبْوَابَ الْجِنَانِ كُلَّهَا وَ اَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰئِكَةَ بِالْحُضُوْرِ فَنَزَلَتْ الخ.

یعنی ’’تمام دروازے آسمان کے کھول دو اور تمام دروازے بہشت کے کھول دو اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔ استقبال کے لیے حاضر ہو۔ حتیٰ کہ حوروں کو بھی حکم ہوا کہ وہاں حاضر ہو۔‘‘

وَ اُقِیْمَ عَلٰی رَاْسِهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ حُوْرَاءَ فِی الْهَوَاءِ یَنْتَظِرُوْنَ

وِلَادَتَ محمد ﷺ.

یعنی ''مائی صاحبہ کے سر کی طرف ستر ہزار حوریں ہوا میں منتظرِ ولادت آنحضرت ﷺ کھڑی رہیں۔''

اَب وہ وقت تو ہمیں نصیب نہ ہوا کہ ایسے وقت قیام میں شامل ہوتے مگر اب جب وہ واقعات ہم سنتے ہیں تو فرشتوں کی موافقت کے لیے ہم بھی کھڑے ہو جاتے ہیں تا کہ ان کی موافقت کرنے سے ہمارے گناہ بخشے جائیں۔

پڑھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ عالی شان:

مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. رواہ البخاری

یعنی ''جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے گا تو اس کے پہلے گناہ بخشے جائیں گے۔'' نیز جماعت میں صف باندھ کر کھڑے ہونا یہ بھی فرشتوں کی موافقت کی وجہ سے ہی ہے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ يَوْمَ الصُّبْحِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَ اِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰئِكَةِ.

الحدیث رواہ ابو داود والنسائی ھکذا فی المشکوٰۃ.

یعنی ''روایت ہے اُبی بن کعب سے کہ نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک روز صبح کی پس جب سلام پھیرا فرمایا کیا حاضر ہے فلانا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کیا حاضر ہے فلانا؟ کہا صحابہ نے نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق یہ دونوں نمازیں یعنی فجر اور عشا کی بہت گراں ہوتی ہیں منافقوں پر اگر جانتے تم کیا ثواب ہے۔ ان دونوں نمازوں کو البتہ آتے تم ان کے لیے اگرچہ چلتے گھٹنوں پر اور تحقیق صف پہلی مانند صف فرشتوں کی ہے۔'' الخ

دوسری حدیث جابر بن سمرہ سے یہ ہے کہ ''کہا اُس نے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ

ﷺ۔ پس دیکھا ہم کو کہ بیٹھے ہیں حلقہ بنائے ہوئے، پس فرمایا کیا ہے واسطے میرے دیکھتا ہوں تم کو جماعتیں الگ الگ پھر نکلے ہم پر پس فرمایا:

اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا. الحدیث

یعنی ''کیا نہیں صف باندھتے تم مانند صف فرشتوں کی نزدیک پروردگار اپنے کے'' الخ۔

پس ثابت ہوا اس سے یہ کہ بوقت سننے ذکرِ ولادت شریف آنحضرت ﷺ کے قیام کرنا خدا اور رسول کے حکم سے ہے۔ کیونکہ جب فرشتوں نے حکمِ الٰہی سے تعظیماً قیام کیا تو ہمیں بھی بہ سبب موافقت کرنے قیام فرشتوں کے قیام کرنا ضروری ٹھہرا۔

رہی یہ بات کہ فرشتوں نے تو قیام عین ولادت میں کیا۔ ہمارا اس کر قیام کرنا بھی کچھ ثواب رکھتا ہے یا نہیں۔ سو اِس کی بابت یہ عرض ہے کہ ''مشکوٰۃ'' میں یہ حدیث موجود ہے کہ ''ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

اَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا اَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ.

یعنی ''رسول اللہ ﷺ کوئی ہم سے بھی بہتر ہوگا ہم اسلام لائے۔ آپ کے ساتھ جہاد کیے۔'' آپ نے جواب دیا:

نَعَمْ قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ. رواہ احمد والدارمی.

یعنی ہاں اور بھی بہتر ہوں گے۔ وہ ایک قوم ہوگی۔ تمہارے بعد جو مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا۔''

اِس حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ بغیر دیکھے حضرت ﷺ کے ایمان لا کر عمل کرنے والا بہت بھاری درجہ کا مستحق بن جاتا ہے۔

نیز اس بات کا پتہ اِس حدیث سے بھی ملتا ہے:

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ وَ طُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَانِيْ وَ اٰمَنَ بِيْ. رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ باب ثواب ھذہ الامۃ.

یعنی ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خوشی ہو واسطے اس کے جس نے مجھے دیکھا اور سات مرتبہ خوشی ہو اس کو جس نے مجھے دیکھا نہیں اور ایمان لایا میرے ساتھ۔''

پس معلوم ہوا کہ سُن کر مان لینا اور پھر اس پر کارگر ہونا بڑے درجے کو پہنچتا ہے۔ خوشی ہو ان لوگوں کو جو ذکر ولادت سن کر آمنّا و صدقنا کہہ کر تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

قیام فی نفسہٖ عبادت ہے یا نہیں اس کا بیان

نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ دست بستہ قیام عبادت بھی ہے یا نہیں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ قیام وشرک اور بدعت نہ کہا کریں گے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب پارہ الم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''درحقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز پیدا کند همیں دو فعل اند رکوع و سجود و قیام اختصاص بنماز بلکه بعبادت هم ندارد'' انتہی۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی تفسیر سورہ البقرہ زیرآیت وَاجْعَلْنَا البیت الخ آیت: ۱۲۵، جلد: ۱، صفحہ: ۵۷۷، مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

''شرح کبیر منیہ'' میں علامہ حلبی لکھتے ہیں:

وَالْقِیَامُ لَمْ یُشْرَعْ عِبَادَةً وَحْدَهٗ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ السُّجُوْدَ غَایَةُ الْخُضُوْعِ حَتّٰی لَوْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ یَکْفُرُ بِخَلَافِ الْقِیَامِ.

پس ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ قیام فی نفسہٖ عبادت نہیں۔ نماز میں جو قیام عبادت گنا جاتا ہے۔ وہ چند قیود کے باعث ہے۔ طہارتِ کاملہ، استقبالِ قبلہ، قرأت و وسیلہ لِتکرار الرکوع والسجود وغیرہ۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قیام خدا تعالیٰ کی خاص تعظیموں میں سے نہیں ہے جو دوسرے کے لیے شرک ہو۔ ہاں اگر رکوع سجود کو کہو تو البتہ ہو سکتا ہے۔

دیکھو صلوٰۃ جنازہ اس میں رکوع سجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں شرک کی مشابہت تھی۔ بخلاف قیام کے اس میں روبرو ہونا میّت کا مضر نہیں جیسا کہ رکوع و سجود[1] میں مضر (بسبب اشتباہ بالشرک) ہے۔ اگر قیام بھی خاص تعظیموں میں شمار ہوتا تو اس میں بھی بسبب روبرو ہونے میّت کے شرک کی مشابہت پائی جاتی۔ اذ لیس فلیس۔

اگر کہا جائے کہ میت کا روبرو ہونا کوئی مضر نہیں۔ کیونکہ طلبِ مغفرت خدا سے ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہی ہے۔ تو اس میں رکوع و سجود کیوں نہیں رکھا گیا۔ اس میں بھی تو خدا کی ہی تسبیح تھی۔ فما هو جوابکم فهوا جوابنا۔

معلوم ہوا کہ قیام کوئی خاص تعظیموں میں سے نہیں ہے۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ قوموا الی سید کم۔ (رواہ البخاری)

یعنی ''انصاریوں کو آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کی طرف''۔ اگر قیام خاص خدا کی تعظیموں میں ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔ پوشیدہ نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سردار ہیں۔ جیسا کہ ہے ''بخاری'' و ''مسلم'' و ''ترمذی'' وغیرہ میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انا سید الناس یوم القیامة۔'' (الحدیث)

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا سید ولد آدم فی الدنیا والاخرة ولا فخر الخ.

یعنی ''آپ فرماتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کا قیامت میں سردار ہوں اور میں بنی آدم میں سردار ہوں دنیا اور آخرت میں۔''

پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے حضور کے لیے قیام کرنا مطابق سنت حمیدیہ کے ہے۔ نیز اس میں صحابہ کا عمل درآمد بھی پایا جاتا ہے۔

عن ابی هريرة قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحَدِّثُنَا فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِهٖ. رواہ ابو داؤد.

---

(۱) وَ اِنَّمَا لَمْ یَکُنْ فِیْهَا رَکُوْعٌ وَلَا سَجُوْدٌ لِئَلَّا یُتَوَهَّمَ بَعْضُ الْجَهَلَةِ اِنَّهَا عِبَادَةٌ لِلْمَیِّتِ فَیُضِلَّ بِذٰلِكَ. (هکذا فی فتح الباری جلد۱، صفحہ ۶۸۴)

یعنی ''روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ہم لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ باتیں کیا کرتے تھے۔ پھر جب اٹھتے تو ہم لوگ سب اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ٹھہرے رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت محل مبارک میں داخل ہوجاتے۔'' لیجیے حضور کے لیے صحابہ سے بھی قیام ثابت۔

نیز محفلِ میلاد قائم کرنی تعظیموں میں سے ایک تعظیم ہے۔ جیسا کہ تفسیر ''روح البیان'' میں بہ زیرِ آیت و تُعَزِّروہ و توقّروہ لکھا ہے:

وَ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم عَمَلُ الْمَوْلُوْدِ.

یعنی ''مجلس میلاد کا منعقد کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیموں میں سے ایک تعظیم ہے'' اور قیام بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیموں میں سے ایک تعظیم ہے۔ جیسا کہ ''فتویٰ بغداد شریف'' میں تصریح ہے۔

وَ تَعْظِیْمُہٗ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَلَا شَکَّ ھٰذَا الْقِیَامَ مِنْ بَابِ التَّعْظِیْمِ.

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے، بیشک کھڑا ہونا (بوقت سننے ذکر ولادت شریف) تعظیموں میں داخل ہے۔'' امید ہے کہ قیام کو مخالف بھی تعظیموں میں سے شمار کرتے ہوں گے۔ جب معلوم ہوا کہ قیام ایک تعظیم ہے۔ تو حضور کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ہمیں اِس آیت سے واجب ہوا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ.

(ترجمہ) ''البتہ بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد ﷺ شاہد اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تاکہ تم ایمان لاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول پر اور عزت کرو اس کی اور تعظیم کرو اس کی۔'' الخ

اس سے نتیجہ اظہر من الشّمس ہے۔ گویا خدا فرماتا ہے میرے رسول کے لیے قیام کرو۔ کیونکہ حکم خدا کا ہے کہ تعظیم کرو اور قیام ایک تعظیم ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیام کرو جب واعظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کے لیے سامعین کو حکم کریں کہ قیام کرو تو سامعین پر واجب ہے کہ

اسی وقت کھڑے ہوجائیں دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں قیام کی بابت ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ.

(ترجمہ) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ کہا جائے واسطے تمہارے۔ کُشادگی کرو مجلسوں میں، پس کُشادگی کرو، کُشادہ کرے گا اللہ واسطے تمہارے۔ اور جس وقت کہا جائے اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو، بلند کرے گا ان لوگوں کو جنہوں نے مان لیا(۲) تم میں سے۔ اور اُن لوگوں کو کہ دیئے گئے ہیں علم درجے ہیں اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو خبردار ہے۔''

اس آیتِ شریفہ میں لفظ مجالس ہے۔ بسبب الف لام سب مجلسوں کو شامل ہے اور مجلس میلاد شریف بھی منجملہ مجالس ہے۔ پس جب اہلِ مجلس کو میلاد شریف کی مجلس کہا گیا کہ اٹھو تو اٹھنا اس آیت کے حکم سے واجب ہوا۔ آگے اس آیت میں اہلِ علم کے رفعت و درجات کا ذکر ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجالس اہلِ علم مراد ہے اور مجلس میلاد مجلس علم ہے۔ نیز میلاد مبارک میں نزدیک

علمائے محققین احناف کرام و اولیاءِ عُظام رحمھم اللہ علیھم اجمعین کے قیام کرنا واجب ہے۔

چنانچہ کتاب ''شرح برزخ'' صفحہ ۲۹۰ و ''اشباع الکلام'' علامہ محمد یحییٰ مفتی و

---

(۲) جب قاری میلاد نے پڑھا:

اُٹھو ذکر میلاد حضرت ہے اب

تو جو اُٹھے ان کے لیے درجے ہیں جس نے انکار کیا یا نہ اٹھا یا اٹھ کر چلا گیا وہ خدا کے کلام کا منکر ہوا۔ امام الدین عفی عنہ

''مشارق الانوار قدسیہ'' امام شعرانی و کتاب ''تنویر'' و ''شرح صدور'' میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بایں طور ارقام فرمایا ہے۔

فَذَکَرُوْا اَنَّ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْضُرُ رُوْحَانِیَۃٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَجِبُ التَّعْظِیْمُ وَالْقِیَامُ۔

یعنی ''بوقت ذکرِ میلاد آنحضرت ﷺ کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے۔ اس وقت قیام کرنا واجب ہے'' اور ابوزید رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''مولد'' میں یوں ارقام فرماتے ہیں:

عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقِیَامُ وَاجِبٌ لِمَا اَنَّہٗ تَحْضُرُ رُوْحَانِیَّۃٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی ''مجلس میلاد میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے اس وقت تعظیم اور قیام کرنا واجب ہے۔'' پس ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ قیام برائے تعظیم روحِ مبارک آنحضرت ﷺ کی واجب ہے اور آیۂ کریمہ تعزّروہ و توقّروہ اس پر شاہد ہے اور آپ کی ذاتِ مبارک کی تعظیم حیات و بعد از ممات ہمارے لیے یکساں ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت و عداوت آن حضور ﷺ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضور کا ذکر خدا کا ذکر ہے اس کا بیان

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضور کا ذکر گویا عین ذکر الٰہی ہے یہ بات حدیثوں سے ثابت ہے۔ تفسیر ''دُرِّ منثور'' و ''شفا'' میں بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ ''حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ۔ یعنی ''جب میرا ذکر کیا جائے گا۔ ساتھ ہی تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا''۔ حضور کے ذکر کو خدا کا ہی ذکر مانا گیا ہے۔

جیسا کہ امام سیوطی نے ''دُرِّ منثور'' میں زیر آیہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کے لکھا ہے:

اخرج ابن الجاشیہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی

حاتم و ابوالشیخ عن مجاهد اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنَّ الْقُلُوْبُ قال بِمُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِہٖ۔

یعنی ''مجاہد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں مراد اس سے محمد ﷺ کا ذکر اور اصحابہ کا ذکر ہے۔'' کیا ہی خوب لکھا ہے مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب حیدر آبادی نے اپنی کتاب ''انوارِ احمدی'' میں:

جس کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا — پھر ہو ذکرِ سرورِ عالم کا کیسا مرتبہ
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہِ لولاہ سے — رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے

پس جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھنے والے ہیں وہ تو بخوشی قیام فرمائیں گے۔ ہاں دشمنِ رسول کو اس سے ضرور نفرت ہوگی اگر مجلس میلاد میں شامل بھی ہوگا۔ تو بھی بوقت قیام بھاگ جائے گا۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے تو پھر یہ ہر حالت میں مامور من اللہ ہوگا۔

کَمَا قَالَ اللّٰہ تعالٰی: فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔

یعنی ''یاد کرو اللہ کو کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے عام حکم دیا ہے یعنی یاد کرو اللہ کو قیام میں۔ بیٹھ کر، لیٹ کر۔ یعنی جس طرح بھی ہو تم کھڑے ہو کر ذکر کرو تو بھی بہتر، بیٹھ کر کرو وہ بھی اچھا، لیٹ کر کرو وہ بھی جائز، پس لیٹ کر تو معذورین کے لیے خاص ہوا یا وہ جو بوقت سونے کے ذکر اذکار مشروع ہیں جب حضور کا ذکر جس کو اللہ کا ذکر کہا گیا ہے۔ کھڑے ہو کر کرنا بھی مامور من اللہ ثابت ہوا۔ تو حضور پر صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پڑھنا حکمِ خداوندی سے ہے۔ فھو المراد۔ نیز قیام پر اجماع ہے۔

کما فی الدرر المنظم قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ عَلٰی اِسْتِحْسَانِ الْقِیَامِ الْمَذْکُوْرِ وَ قَدْ قَالَ علیہ السلام لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔

یعنی ''حضور کی امت اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے اس پر کہ قیام کرنا بوقت سننے ذکر ولادت شریف کے مستحسن ہے اور حضور کا فرمان ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔'' جس سے معلوم ہوا کہ قیام کرنا عند ذکر الرسول مستحسن امر ہے۔

جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں زیادہ دخل رکھتی ہو وہ بہت بہتر ہوتی ہے۔ دیکھو ''فتح القدیر'' کے آداب زیارت میں:

وَ کُلَّ مَا کَانَ اَدْخَلَ فِی الْاِجْلَال کَانَ حَسَنًا.

قیام کرنا حضور کی تعظیم ہے یہ کیوں نہ مستحسن ہوگا اور منکر میلاد بھی قیام کو تعظیم ہی مانتے ہیں جب تعظیم ہوئی تو قیام مستحسن ہوگا۔

قولہ: صفحہ۵: ''جبکہ یہی امرِ مستحب بوجہ اصرار اور تکرار بار بار کے عوام کے ذہن میں'' الخ۔ تو اس وقت ایسے امرِ مستحب کا چھوڑ دینا خود مستحب ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اکثر عوام اور بعض علما کہ جو دنیا کے علوم میں مصروف ہیں اور حقیقتِ سنت اور بدعت سے پورا بہرہ اور حصہ نہیں رکھتے ہیں وہ تو اس (مولود) مستحب کو مثل واجب اور فرض کے عمل میں لاتے ہیں بلکہ اُس کے چھوڑنے والے کو اپنے اعتقاد میں نماز کی جماعت چھوڑنے والے سے بھی زیادہ بُرا سمجھتے ہیں اور آگے پیچھے اُس کو ملزم و مذمومِ شرعی جانتے ہیں ایسے وقت میں لازم ہے کہ اس مستحب کو چھوڑ کے۔'' الخ

مستحب پر اصرار کرنے کا بیان

اقول: مستحب کو مستحب سمجھ کر اس پر ہمیشگی کرنی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔

(۱) اِس کو مولوی صاحب خود اسی فتاویٰ میلاد صفحہ ۵ سطر ۳ میں مانتے ہیں۔ لکھتے ہیں ''اگر اعتقاد اس کے وجوب کا فاعل کو نہ ہو تو اس کے حق میں وہ بدعت نہ ہوگا۔'' مولوی صاحب نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ جواب لکھنے کی ضرورت ہی نہیں مگر تاہم عوام کے لیے کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھ کر لکھتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے:

پہلی دلیل: اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَ اِنْ قَلَّ. رواہ البخاری

یعنی ''خدا تعالیٰ کو وہ عمل بہت پسند ہے۔ جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔''

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۶۶

پس آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا یہ کہ عمل اگرچہ تھوڑا ہمیشہ کیا جائے تو خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ جس پر خدا خوش ہو وہ کیونکر نہ ذریعہ نجات ہوگا۔

جشنِ میلاد مستحسن ہوا تو اس پر ہمیشگی کرنی مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوئی۔ مجلس میلاد کے قائم کرنے والے اُس کو مستحسن ہی سمجھ کر ہمیشہ کرتے ہیں پھر کس طرح ہمیشگی کرنے والے پر الزام آ سکتا ہے۔

دوسری دلیل: سورہ قل اعوذ برب الفلق کا روزمرہ پڑھنا کوئی فرض واجب نہیں جس کے ترک کرنے سے گناہ ہو مگر پھر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا تَفُوْتُکَ فَافْعَلْ۔ رواہ الحاکم و ابن حبان کما فی حصن حصین صفحہ ۲۱۹

یعنی ''اگر تو طاقت رکھتا ہے اس سورہ کو ہمیشہ پڑھا کروں پس کیا کر یعنی پڑھا کر۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مستحب پر ہمیشگی کرنی منع نہیں بلکہ بہت بہتر ہے۔

تیسری دلیل: حدیث: وَ کَانَ اَحَبُّ الدِّیْنَ اِلَیْهِ الَّذِیْ یَدُوْمُ عَلَیْهِ صَاحِبُهٗ۔

رواہ ابن ماجہ صفحہ ۳۲۲

اس کے حاشیہ میں علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

اَلدَّآئِمُ اَنْ یَّاْتِیْ کُلَّ یَوْمٍ اَوْ کُلَّ شَھْرٍ بِحَسْبِ مَا یُسَمّٰی دَوَامًا عُرْفًا.

یعنی ''ہمیشگی کرنی یہ کہ ہر دن یا ہر ماہ مطابق اس کے جس پر ہمیشگی کا اطلاق ہو عُرفاً۔''

اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد قائم کرنے والے، اس پر ہمیشگی کرنے والے بڑے اجر کے مستحق ہیں۔

چوتھی دلیل: آدابِ وضو اور نماز پر اُمید ہے کہ مخالف بھی ہمیشگی کرتے ہوں گے اصل یہ ہے کہ فرض سمجھنے سے فرض ہوتا ہے۔ واجب سمجھنے سے واجب، فقط اہتمام اور ملازمت سے فرض و واجب نہیں سمجھا جاتا۔ یہ کام دل کا ہے۔ موقوف نیت پر نہ اہتمام ظاہر پر۔

پانچویں دلیل: دیکھئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ سبب نماز تحیۃ الوضو پر ہمیشگی کرنے سے بلال کی تعریف کی کہ اس کی جوتیوں کی آواز جنت میں مَیں اپنے آگے سنتا تھا باوجودیکہ اس نے نہیں سیکھا تھا اس کو آنحضرت ﷺ سے بنص، بلکہ استنباط کیا تھا مطلق نماز کے حکم سے۔ اب بتایئے میلاد شریف کا ہمیشہ کرنا یا بار بار کرنا ثابت ہوا یا نہ؟ کہو ہُوا۔

جو شخص محفل میلاد کو بُرا سمجھے بلکہ اس کے فاعل کو اس محفل سے منع کرے کہے اس مجلس کو نہ قائم کیا کرو۔ اس میں شامل بھی نہ ہوا کرنا، وہ بیشک لائق ملامت کے ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے حالات بیان کیے جائیں یا سُنے جائیں۔ اور یہ شخص سننے سنانے کو برا کہتا ہے۔ ایسا شخص کیونکر نہ مستحق ملامت کا ہوگا۔

کسی نے خوب کہا ہے:

سنتا ہے اُسی کی بات جس کی دل میں الفت ہو
وہ کب سننے کو آتا ہے جسے دل میں عداوت ہو

محفل میلاد کو بُرا کہنے والے کے دل میں ایک نفاق کی شاخ ہے۔ جدہ کے فتویٰ میں علامہ ابن علی احمد نے تحریر فرمایا ہے:

لَا یَنْکِرُهَا اِلَّا مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِ النِّفَاقِ.

یعنی ''انکار میلاد کا وہی کرے گا جس کے دل میں نفاق کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہوگی۔''

مولانا محمد آمین مدینہ کے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

فَلَا یُنْکِرُهَا اِلَّا مُبْتَدِعٌ.

''پس نہیں انکار کرتا اس کا مگر بدعتی۔''

منکرِ میلاد ملامت کو روکتے ہیں۔ علامہ یحییٰ ابن مکرم نے تو لکھا ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے۔

لَا یُنْکِرُهَا مُبْتَدِعٌ فَعَلٰی حَاکِمِ الشَّرِیْعَةِ اَنْ یُّعَزِّرَ.

یعنی ''منکر نہیں ہوتا اس کا مگر بدعتی، سو حاکمِ شریعت کو چاہیے کہ اس کے انکار

کرنے والے کو تعزیر دے''

چھٹی دلیل: کیا کوئی روزمرہ قرآن پڑھنے والے کو منع کرے کہ ہمیشہ نہ پڑھا کر کیونکہ قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ اس پر اصرار نہیں چاہیے کیا اس کو مومنین متقین ملامت نہ کریں گے ضرور کریں گے۔ ایسا ہی میلاد کے منکر کو ملامت ہوگی۔

اس کو دشمن جانو محبوبِ خدا کا دوستو
جو کرے انکار جاہل محفلِ میلاد سے

قولہ: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگ کہیں ایسا کام نہ کر بیٹھنا کہ تمہاری نماز میں سے کچھ حصہ شیطان کے واسطے ہو جاوے کہ پس داہنے ہی طرف کے مُڑنے کو اپنے اوپر لازم و ضروری سمجھ لو۔ ایسا کام نہ کیجیو۔ اِس واسطے کہ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیں طرف بھی مُڑتے ہوئے بہت دفعہ دیکھا ہے۔ صاحبِ ''مجمع'' نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ امرِ مستحب مکروہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت خوف ہو اس کے رتبہ سے نکل جائے گا۔ ''طیبی'' اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جو شخص امرِ مندوب پر ایسا اصرار کرے کہ اس کو واجب اور لازم کر لے کبھی جواز پر عمل نہ کرے تو بیشک ایسے شخص کو شیطان نے گمراہ کیا ہے۔'' الخ

اقول: میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ سنئے اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منع کرنا اِس صورت میں تھا کہ کوئی اپنے اوپر ایک طرف کا پھرنا واجب کر لے حالانکہ سنت سے دونوں ثابت، ورنہ مستحب پر ہمیشگی کرنی خود حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں دوسری منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت بائیں طرف پھرنے کو توڑ کر ایک طرف ہی کو واجب بنا رکھا تھا۔ سنت تو دونوں ہی طرف پھرنا تھا اُس نے اس کے خلاف کیا۔ تب ممانعت کی گئی ورنہ مستحب پر ہمیشگی کرنے میں حدیثیں شاہد ہیں۔

ساتویں دلیل: ''بخاری'' اور ''مسلم'' میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

یَا عَبْدَاللّٰهِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ

اللَّیْلِ. مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۱

یعنی ”اے عبداللہ فلاں شخص کی طرح نہ ہونا کہ وہ تہجد پڑھتا تھا۔ پھر چھوڑ بیٹھا“ دیکھو مستحب پر ہمیشگی کی کیسی ترغیب ہے۔ فافهم۔

جو لوگ محفل میلاد کو منع کرتے ہیں وہ حدیث کے منکر ہیں۔ حضور علیہ السلام پر تہمت لگانے والے ہیں۔ باوجود فرمادینے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (مسلم جلد ۱ صفحہ ۷)

یعنی ”جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنائے“ پھر بھی نہیں ٹلتے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ يُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَ يُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ. الحديث مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۴

یعنی ”ابن مسعود فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے لوگو! جتنی چیزیں جنت میں پہنچانے والی اور دوزخ سے بچانے والی ہیں سب کا تم کو حکم کر چکا ہوں اور جو چیزیں دوزخ میں پہنچانے والی اور جنت سے روکنے والی ہیں تم کو سب سے منع کر چکا ہوں۔“ الخ

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت سے روکنے والی چیزیں اور دوزخ میں لے جانے والی چیزوں کو حضور نے منع فرمایا دیا ہوا ہے۔ اگر محفل میلاد بھی منع ہوتی یا یہ مجلس بدعت موجب دوزخ میں لے جانے کا ہوتی۔ تو آپ منع فرمادیتے اب جو کوئی منع کرے اس محفلِ میلاد کو وہ عمداً حضور علیہ السلام پر جھوٹ باندھ کر اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا رہا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میلاد کا بھی تو امر آپ نے نہیں کیا۔ یہ کیسے جائز ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا حکم جیسا کہ حضرت حسان کو فرمایا تھا۔ جبکہ اس نے اذن طلب کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا:

قُل لا يفض الله فاك.

یعنی ”بیان کر (میری حال ولادت باسعادت کو) نہ توڑے اللہ تمہارے منہ“ کو۔

آپ نے حضرت حسان کے حق میں دعا فرمائی جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ذکر ولادت

کو اچھا جانتے تھے یہ پوری حدیث میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ وہاں دیکھیں۔

مولانا شیخ ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ”بخاری“ و ”مسلم“ رسالہ ”تنویر“ میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس كان يحدث ذات يوم فى بيته وقايع ولادة ﷺ لقوم فيستبشرون و يحمدون الله و يصلون عليه وسلم فاذا جاء النبى قال حلت لكم شفاعتى.

یعنی ”ایک روز حضرت ابن عباس وقائع مولد شریف (ولادت شریف کے حالات) آنحضرت ﷺ مجمع قوم میں بیان کرتے تھے اور اہلِ مجلس سن کر خوشی کرتے تھے اور خدا کی تعریف کرتے تھے ناگاہ سرورِ جن و بشر حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور اس بیان وحالات کو ملاحظہ فرما کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ حلال ہوئی واسطے تمہارے شفاعت میری۔“

سبحان اللہ جس کام کو دیکھ کر شاہِ دوجہاں جائز رکھیں اور خوشی فرمائیں اور واسطے حاضرین و سامعین کے مژدۂ استحقاقِ شفاعت سنائیں وہ امر نزدیک منکرین کے سنت نہ ہووے بلکہ بدعت ٹھہرے۔ افسوس افسوس۔

اسی رسالہ ”تنویر“ میں ابودرداء سے مروی ہے:

انه مرّ مع النبى ﷺ الى بيت عامر الانصارى و كان يعلم وقايع ولادته ﷺ لابنائه و عترته و يقول هذا اليوم فقال ان الله فتح لك ابواب الرحمة والملئكة يستغفرون لك من فعل فعلك نجى نجاتك.

ترجمہ: ”تحقیق ابودرداء گئے نبی کے ساتھ گھر عامر انصاری کے اور تھے عامر انصاری سکھاتے حالاتِ ولادت آنحضرت ﷺ اپنے بیٹوں اور یگانوں کو اور کہتے تھے **هذ اليوم هذ اليوم** پس کہا ان حضرت نے تحقیق اللہ تعالیٰ نے کھولے واسطے تیرے دروازے رحمت کے اور فرشتے استغفار کرتے ہیں تیرے لیے جو کرے گا کام تیرا سا، نجات پائے گا تیری سی نجات“

اسی طرح ہے ''مولود شریف ابرار'' صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں۔

اے عاشقانِ محمد ﷺ غور کرنے کا مقام ہے کہ ان احادیث سے بھی ممانعت نکلتی ہے یا اجازت؟ افسوس ان کی حالت پر جو اس محفلِ میلاد کا انکار کرتے ہیں اور مبارک بادی واسطے ان لوگوں کے جو دل وجان سے اس کو کرتے ہیں۔

قولہٗ صفحہ ۵: ''اور یہ بھی ہے کہ قیدِ غیر مشروعہ یعنی ایسی قید کہ شارع کی طرف سے مقید اس کے ساتھ نہ ہو زیادہ نہ کی جائے یعنی مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق کریں یا کوئی چیز حدِ شرعی پر کہ ثابت نہیں ہوئی زیادہ کریں گو زیادتی فی نفسہٖ بجائے خود اپنی ذات سے مستحب ہووے یا مباح۔ یہ بھی بدعات سے ہے جیسا کہ ''مشکوٰۃ'' میں بروایت ''ترمذی'' باب العطاس میں ہے۔ یعنی روایت ہے رافع سے کہ ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے چھینک مار کر یہ الفاظ پڑھے: الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ۔ حالانکہ ہم کو نہیں سکھائے رسول اللہ ﷺ نے بلکہ سکھایا یا ہم کو کہا کریں۔ الحمد للّٰہ علٰی کل حال۔''الخ

اقول: اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے حضور ﷺ کے تعلیم کردہ الفاظ ترک کر کے اور لفظ کہہ دیئے تھے۔ اس کو تغیر یا تبدیل کہتے ہیں زیادتی نہیں کہتے زیادتی تو عندالشرع جائز اور معمول بہ ہے۔ دیکھو ابوداؤد باب التشہد قال ابن عمر ذدت فیھا وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ ''تشہد میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد وحدہٗ لا شریک لہٗ میں نے بڑھادیا ہے۔''

''صحیح مسلم'' صفحہ ۳۷۵ میں بروایت نافع ہی موجود ہے کہ

''بعد تلبیہ رسول اللہ ﷺ کے حضرت ابن عمر یہ الفاظ پڑھاتے:

لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ لَبَّیْکَ وَلَوْ رَغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ۔''

اسی طرح ''ابوداؤد'' میں ہے۔ مولوی صاحب نے یہ روایتیں نہیں دیکھیں۔ اگر دیکھتے تو ایسا حکم نہ دیتے۔

معلوم ہوا کہ عندالشرع زیادتی جائز اور معمول بہ ہے۔ منع نہیں جبکہ فرداً فرداً ہر ایک بات جائز بلکہ سنت ثابت ہوئی تو بوقت جمع ہونے اُن کے کیوں نہ سنت ہوں گی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ اَفْرَادَ مِنَ الْمُبَاحَاتِ اِذِ اجْتَمَعَتْ کَانَ ذٰلِکَ الْمَجْمُوْعُ مُبَاحًا.

یعنی ''جو جدا جدا مباح ہو وہ جمع ہونے سے بھی مباح ہوگا ہاں جبکہ کوئی ممنوع شرعی پیدا ہو تو اس وقت اس کا حکم جدا ہوگا۔''

مجلسِ میلاد میں شرینی تقسیم کرنے کا بیان

اور حاضر کرنا شرینی یا چاہ اور زینت فرش فروش روشنی وغیرہ سب کچھ جائز ہے منع نہیں۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر زیر آیہ کلوا واشربوا فرماتے ہیں:

و اعلم اَنَّ قوله تعالٰی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مطلق یتناول الاوقات والاحوال و یتناول جمیع المطعومات والمشروبات فوجب ان یکون الاصل فیها هو الحل فی کل الاوقات و فی کل المطعومات و المشروبات الا ما خصه الدلیل المنفصل والعقل. (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۶)

اس کا ماحصل یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ کا قول کھاؤ اور پیو مطلق ہے۔ اور یہ شامل ہے ہر وقت ہر حالت کو (وعظ میں ہو یا غیر وعظ) اور شامل ہے تمام کھانے والی چیزوں کو (مٹھائی ہو یا کھجوریں) اور شامل ہے تمام پینے والی چیزوں کو (شربت ہو یا چاہ) مگر وہ جس پر دلیل جدا قائم ہو۔'' پس اس سے اہلِ ایمان کو تسلی ہوگئی ہوگی کہ مجلسِ میلاد میں شرینی یا چاہ تقسیم کرنی منع نہیں۔

زینت کا بیان

رہی زینت جو اس کی بابت سُنیے خدا فرماتا ہے:

قل من حرم زينة اللّٰه الّتی اخرج لعباده والطيبات من الرزق. پارہ:۱۱،رکوع:۲

یعنی ''کہہ دو اے محمد ﷺ کس نے حرام کیا اللہ کی زینتوں کو جو پیدا کیں اس نے اپنے بندوں کے لیے اور کھانوں میں سے پاکیزہ اشیاء۔''

اس آیہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ

والقول الثانی انه يتناول جميع انواع الزينة جميع انواع التزيين.

یعنی ''لفظ زینت تمام زینتوں کو شامل ہے۔ ہر قسم کی زینت اس میں داخل ہے۔''

جب یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک زینت جائز ہے تو مجلسِ میلاد میں زینت فرش فروش روشنی اور جھنڈیاں جو ایک زینت ہے کیونکر منع ہوں گی منع کرنے والے کو خدا تعالیٰ بڑے زور سے تنبیہہ فرماتا ہے کہتا ہے ''کون ہے جو اللہ کی زینتوں کو حرام کہتا ہے۔'' پس معلوم ہوا کہ زینت ہر قسم کی جائز ہے منع نہیں۔

جب ذکرِ ولادت آنحضرت ﷺ اور قیام و شرینی تقسیم کرنا اور زینت فرش فروش روشنی وغیرہ کا جواز ثابت ہوا تو ان سب کو ایک وقت میں ادا کرنا کیوں نہ مستحسن ہوگا۔ فهو المراد۔

خوش آوازی سے نعت خوانی کا بیان

رہی یہ بات کہ خوش آوازی سے پڑھنا یہ بھی کوئی منع نہیں بلکہ مسنون ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے:

لكل شیء حلية و حلية القراٰن حسن الصوت. سراج المنیر جلد۲ صفحہ۳۳۰

یعنی ''ہر شے کے لیے زیور ہے اور قرآن شریف کا زیور خوش آوازی ہے۔''

اسی کتاب میں ہے حضرت براء بن عازب سے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

زيّنوا القراٰن باصواتكم.

یعنی ''زینت دو قرآن کو خوش آوازی سے۔''

صاحبِ ''سراج المنیر'' اس حدیث کی تفسیر کرتے ہیں:

فالزينة للصوت لا للقراٰن.

یعنی ''زینت سے آواز کی زینت مراد ہے۔''

قرآن کی زینت مراد نہیں۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت و رتّل القرآن ترتیلا میں بھی زینت پڑھنے والے کی ہے۔ قرآن کی زینت مراد نہیں۔ وهوا هذا.

قولهٗ تعالیٰ و رتّل القرآن ترتيلا فكان الزينة للمرتل لا للقراٰن.

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی موسیٰ کی قرأت سن کر فرمایا:

لقد اوتيت مزماراً من مزامير اٰل داؤد.

یعنی ''حضرت داؤد کی آوازوں میں سے تمہیں بھی آواز دی گئی ہے۔'' چونکہ حضرت داؤد خوش آواز تھے۔ اس لیے آپ نے اُن کی طرف نسبت کی۔ معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے قرآن یا نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کا پڑھنا پسندیدۂ خدا اور رسول ہے۔

تشبیہہِ ہنود و شیعہ کا بیان

محفلِ میلاد کو شیعوں کے قبہ وغیرہ سے تشبیہہ دینی عین حماقت ہے۔

اوّل: تو اس میں بڑا فرق ہے۔ وہ تصویریں بنا کر امام ہی تصور کرتے ہیں۔ وقت مقررہ کے پس و پیش جواز کے قائل نہیں ہیں۔ بخلاف میلاد کے یہ جس وقت مجلس قائم کی جائے جائز اور موجبِ ثواب ہے۔ اگر یونہی تشبیہہ ہونے سے منع ہو جائے تو نمازیں بھی چھوڑ دینی چاہئیں کیونکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں وہ روزے بھی رکھتے ہیں روزے بھی چھوڑنے چاہئیں۔ تشبیہہِ اعمال میں جب دلیلِ ممانعت مانتے ہو تو عقائد میں کیوں نہیں مانتے؟ عقائد میں کافروں کی مشابہت کرتے ہو کافر حضور کو اپنے جیسا بشر ہی کہتے تھے۔

ان انتم الا بشر مثلنا وغيرها.

آپ انہی کی مشابہت سے حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر خیال کرتے ہیں۔ فافهم فتدبر۔

نام انسان اُن پہ جو رکھا گیا وہ نہ انساں آب و گِل جس کی بناء

یہ فقط ہے نام اے فرخندہ خو ورنہ وہ جانِ جہاں ہیں نور ہو

کافرِ فجرِ شام سنکھ بجاتے ہیں تم اذان کہتے ہو۔ کافر گنگا سے پانی لاتے ہیں تم زمزم کا پانی مکہ سے لاتے ہو۔ کافر بت کی تعظیم و پتھر کو بوسہ دیتے ہیں۔ تم بھی حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ تم تو پورے طور پر مشابہت یہود و نصاریٰ کی کرتے ہو جس کو خود حضور علیہ السلام نے مشابہت فرمایا ہے۔ دیکھو ابن ماجہ صفحہ ۵۴:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اراکم ستشرفون مساجدکم بعدی کما شرفت الیھود کنا یُسھا کما شرفت النصاریٰ بیعھا.

یعنی ''فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے میں دیکھتا ہوں تم میرے بعد مسجدوں کی عمارتیں بلند کرو گے جیسے یہود نے اپنا عبادت خانہ عالی شان بنایا اور نصاریٰ نے بلند بنایا اپنے معابد کو۔'' کیا اس بات میں بھی شک ہوتا ہے جس کو خود حضور علیہ السلام فرمائیں۔ باوجود مشابہت ہونے یہود و نصاریٰ کے پھر بھی آپ مشابہت کرنے سے باز نہیں رہتے۔ بلکہ اسی حدیث کے بعد حدیث ہے۔ جس میں صاف چونے، گچ، نقش و نگار کرنا مسجدوں کا بُرا عمل لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ اپنے عقائد کی رو سے بُرے عمل سے باز نہیں رہتے۔

قولهٗ: ''ایسی مجلس کو محلِ نزول رُوحِ پُرفتوح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سمجھنا الخ ایسی مجلس مولود کو حقیقت میں اس مجلس کو مجلسِ شیطان کہنا چاہیے۔'' الخ

میلاد میں حضور کے حاضر رہنے و علم غیب کے جاننے کا بیان

اقول: لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایسی پاک مجلس کو مجلسِ شیطان کہنا کس قدر دلیری کی بات ہے۔ ہم تو کچھ کہہ نہیں سکتے اسی کے سپرد کرتے ہیں جس کے حبیب کی توہین کی گئی ہے۔ حضور سے عداوت تو مولوی صاحب کی ثابت ہوگئی۔

کیونکہ دل میں جب کسی کی ہو محبت جاگزیں

اس کو بے ذکر و ثنائے دوست چین آتا نہیں

جس طرح ہوتا ہے دل میں جب کسی سے بغض و کیں

اس کی بد گوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چیں

قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور

دل کی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

پہلے اس بات کو طے کرنا ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اوصاف وفضائل خدا تعالیٰ سے عنایت ہوئے تھے۔ نبوت کی وجہ سے تھے یا نہیں اگر نبوت (۳) کی وجہ سے تھے تو بعد انتقال نبوت چھین لینے پر دلیل کیا ہے۔ جبکہ آپ کے اوصاف وفضائل نبی ہونے کی وجہ سے تھے اور آپ بعد انتقال بھی نبی ہیں تو پھر آپ کے اوصاف و معجزات ایسے ہی شاملِ حال ہوں گے جیسے قبل انتقال شاملِ حال تھے۔ فتدبر۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ آپ جیسے قبل انتقال موصوف بالصفات تھے۔ مثلاً رحمۃ

---

(۳) چونکہ حضور پُرنور ﷺ قبل پیدائشِ آدم علیہ السلام کے ہی نبی تھے جیسا کہ ''مشکوٰۃ'' صفحہ ۵۰۵ میں ابی ہریرہ سے مروی ہے: قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوۃ قال ادم بین الروح والجسد۔ یعنی ''صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ کس وقت آپ کے لیے نبوت ثابت ہوئی آپ نے فرمایا اس وقت کہ جب ابھی آدم زندہ ہی نہ ہوئے تھے۔'' اس وقت سے لے کر آپ سے معجزات صادر ہوتے رہے چنانچہ آپ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے آواز قلم کا جو لوح محفوظ لکھتی تھی سنا اس حالت میں کہ آپ ابھی شکمِ مادر میں تھے ایسا ہی مولوی عبدالحی نے اپنے ''فتاویٰ'' جلد اول صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے۔ وھو ھذا۔

''حضرت عباس نے پوچھا: یارسول اللہ! چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا۔ اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ آپ اُن دنوں میں چہل روزہ تھے۔ یہ حال کیونکر معلوم ہوا (آپ نے) فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا اور میں سنتا تھا زیرِ عرش فرشتوں کی تسبیح سنتا تھا حالانکہ میں شکمِ مادر میں تھا''۔ (مجموعۃ الفتاویٰ اردو، کتاب العقائد جلد اول صفحہ ۶۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی) اس سے وہ لوگ بھی اپنا شک رفع کریں جو کہتے ہیں یا رسول اللہ نہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ سنتے نہیں غائب ہیں۔۱۲۱۲۱۲

للعالمین عزیز، نور، ولی، نصیر، حق، شہید، شاہد، ہادی، رؤف، رحیم، علیم وغیرہم ویسے ہی بعد انتقال (۴) موصوف بالصفات ہیں جیسے آپ بظاہر زندگی میں ہر ایک جگہ کو دیکھتے تھے۔ ویسے ہی آپ بعد انتقال دیکھتے ہیں آپ کا فرمانِ عالی شان شاہد ہے۔

(۴) **عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حیوتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن فحمدت الله علیه و ما کان من سیئتی استغفرت الله لکم۔ (روی البزار بسند جید)**

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری حیاتی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اچھے عمل ہوں تو خدا کی تعریف کرتا ہوں اس پر اگر برے عمل ہوں تو دیکھ کر اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ تمہارے لیے'' حضور کو ہمارے دل کی خبر ہے۔ اسی واسطے اللہ نے آپ کو شاہد کہا ہے۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا و یکون الرسول علیکم شهیدا۔

نیز خدا فرماتا ہے:

کیف تکفرون و انتم تتلی علیکم ایت الله و فیکم رسوله۔

یعنی ''کیونکر کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تم پر خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور نبی تمہارے بیچ ہے۔''

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو باتوں کا موجود ہونا بیان فرمایا ہے۔ ایک قرآن، دوسرا رسول ﷺ۔ پس کلام اللہ سے ثابت ہوا کہ حضور ہم میں موجود ہیں۔ ہمارا نعت پڑھنا، قیام کرنا آپ کے روبرو ہی ہوگا۔ اب وہ اعتراض جو مخالف کیا کرتے ہیں کہ جب حضرت ہم میں موجود نہیں۔ ان کو خبر نہیں تو قیام کیوں کیا جاتا ہے۔ دور ہو گیا اگر کہا جائے کہ یہ آیت صحابہ کے لیے ہے۔ ہمارے لیے نہیں تو اس کے لیے نصِ قطعی چاہیے۔ دوسرا جملہ تکفرون عام ہے۔ اس کا انکار آتا ہے جو کفر ہے۔ گو یہی کہتے جاؤ کہ صحابہ ہی خاص ہیں تو اس جہت سے ہمارے لیے قرآن ہدایت ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ بوقت نزولِ قرآن صحابہ ہی مخاطب تھے۔ نہیں نہیں یہ سب کے لیے ہدایت ہے یہاں تو وہی بات ہوئی میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔ آپ تو کبھی وعظ میں مستعد ہوتے ہیں تو جھٹ آیہ **وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا۔** پڑھ کر سنا دیتے ہیں کہ ''جو تمہیں رسول دے وہ لو جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ'' حالانکہ یہ آیت مالِ غنیمت کے بارے میں ہے اور صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے۔ آپ اس آیت میں سب کو شامل کرتے ہیں۔ شانِ نزول کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ جیسے اس آیت میں سب شامل ہیں ویسے ہی اس آیت میں سب داخل ہوں گے۔ **فافهم المراد۔ (امام الدین عفی عنه)**

عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان علمی بعد موتی کعلمی فی حیٰوتی.

رواه ابن عساکر و حافظ منذری و ابن عدی فی الکامل و ابو یعلی هکذا فی جواهر البحار جلد۳ صفحہ ۴۴۳

یعنی ''رسول فرماتے ہیں کہ بعد انتقال بھی مجھے اسی طرح علم ہے جیسے پہلے تھا یعنی قبل انتقال۔''

منصف مزاج اہلِ علم سے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علمِ غیب پوشیدہ نہیں ہے۔ مگر عوام کے لیے کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضور ﷺ کا قبل انتقال علم دیکھیے۔

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ ان الله زوی الی الارض فرأیت مشارقها و مغاربها۔ صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۳۹۰

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق لپیٹی گئی میرے لیے زمین (یعنی سمٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دیا گیا) پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو'' یعنی تمام زمین دیکھی۔

طبرانی میں بروایت حضرت عمر مروی ہے:

قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها و الی ما هو کائن الی یوم القیامة کانما انظر الٰی کفی هٰذاه.

''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق میرے لیے خدا نے دنیا کو ظاہر فرمایا پس دیکھا میں نے اس کو اور اس کو بھی دیکھا جو اس میں ہونے والا ہے۔ قیامت تک اسی طرح کہ جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔''

پس جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ کا علم بعد انتقال بھی ویسا ہی ہے جیسے قبل انتقال تھا تو پھر ہمارا ذکرِ رسول و تعظیم (۵) وقیام وغیرہم کرنا کیوں نہ آپ کے روبرو (۶)

(۵) **ولا شك ان حرمته ﷺ و تعظیمه و توقیره بعد موته و عند ذکرهٗ کما کان فی حیاته۔** (مواهب لدنیه صفحہ ۴۱۴) =

ہوگا۔ جب قیام وغیرہ آپ کے رُوبرو ہوا تو کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

''انتباہ الاذکیا'' مصنفہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے:

النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السیّئات

= یعنی ''اس میں شک نہیں کہ حضور کی تعظیم وتوقیر اسی طرح تعظیم لازم ہے۔ جیسے حیاتی میں تھی اس کے ذکر میں بھی اسی طرح تعظیم لازم ہے جیسے رُوبرو تھی۔'' اب محفلِ میلاد میں حضور کا ذکر اذکار شروع رہتا ہے۔ اس لیے وہاں تعظیم ضروری رکھی گئی ہے۔ (امام الدین عفی عنه)

(۲) خداتعالیٰ فرماتا ہے، قرآن میں:

و اذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم۔

(ترجمہ) یعنی ''جب کہا کافروں نے اے اللہ اگر ہے یہ وہ حق تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے (جس طرح اصحابِ فیل پر تُو نے برسائے تھے) اور لا ہم پر عذاب دردناک۔''

تو خدا نے فرمایا: اے محمد!

وما كان الله ليعذبهم و انت فيهم۔

یعنی ''نہیں ہے خدا کہ عذاب کرے کافروں پر (گو یہ مانگتے ہیں) درآں حال کہ تُو اے محمد ان میں موجود ہے۔''

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ وہ لوگ عذاب آسمانی سے بہ سبب موجود ہونے حضور کے محفوظ رہے۔ آج جو منکرین عذابِ آسمانی سے محفوظ ہیں وہ کس وجہ سے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم میں رسول خدا ﷺ موجود ہیں۔ فهو المراد۔

نیز ''نسائی'' صفحہ ۱۳۹ جلد اول میں لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

ان الله عزوجل قد حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام۔

یعنی ''تحقیق اللہ نے زمین پر نبیوں کے جُسے (جسم) حرام کردیئے ہیں کہ ان کو نہ کھائے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ فهو المراد۔

والدعاء و يكشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض بحلول البركة فيها و حضور جنازة من مات من صالحی امته فان هذهٖ الامور من اشغاله كما وردت بذالك الاحاديث والاثار.

(ترجمہ) یعنی ''آپ نظر فرماتے ہیں اعمالِ امت میں، اُن کے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور دفع بلاء کے لیے دعا فرماتے ہیں اور حدودِ زمین میں پھرتے ہیں برکت دیتے ہوئے اور جب امت کا کوئی نیک آدمی مَرے اس کے جنازہ پر تشریف لاتے ہیں۔ یہ آپ کے اشغال میں سے ہے جیسا کہ یہ احادیث وآثار سے ثابت ہے۔''

تفسیر ''روح البیان'' آخر سورۂ ملك میں ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے:

قال الامام الغزالی رحمة الله عليه والرسول عليه السلام له الخيار فی طواف العوالم مع ارواح الصحابة رضی الله عنهم لقد راٰهٗ كثير من الاولياء.

(ترجمہ) یعنی ''رسول اللہ ﷺ کو اختیار حاصل ہے تمام جہان میں صحابہ کے ساتھ پھرتے ہیں بہت اولیاء نے آپ کو دیکھا ہے۔''

جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ''درّ ثمین'' میں لکھا ہے کہ ''سید عبداللہ نے اپنی آنکھوں سے حضور کو دیکھا ہے'' نیز شاہ ولی اللہ نے خود حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بھی بہت بزرگوں نے دیکھا ہے۔ **''فیوض الحرمین'' صفحہ ۲۷**

اور جمیع مخلوقات کا آپ کو علم حاصل ہے کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں۔ ''تفسیر بغوی'' و ''تفسیر بیضاوی'' بہ زیر آیت ما كان الله ليذر المؤمنين على ما انتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب لکھا ہے:

قال السدی قال رسول الله ﷺ عرضت علی امتی فی صورها فی الطین كما عرضت علی ادم و اعلمت من

یؤمن به و من یکفر ممن لم یخلق بعد و نحن معه وما یعرفنا فبلغ ذالك رسول الله ﷺ فقام علی المنبر فحمد الله تعالی و اثنی علیه ثم قال ما بال اقوام. طعنوا فی علمی لا تسئلونی (۷) عن شئ فیما بینکم و بین الساعة الا بنبأتکم به فقام عبدالله بن حذافه السهمی فقال من ابی یا رسول الله فقال حذیفة فقال عمر یا رسول الله رضینا بالله ربا و بالاسلام دینا و بالقرأن اماما و بك نبیا فاعف عنا عفا الله عنك فقال النبی ﷺ فهل انتم منتهون ثم نزل علی المنبر. هکذا فی التفسیر الخازن صفحه ۳۰۸ جلد ا

(۷) عن انس بن مالك ملخصاً قال من احب ان یسئلنی عن شئ افلیسالنی عنه فو الله لا تسالونی عن شئ الا اخبرتکم به الحدیث۔

(ترجمہ) یعنی ''فرمایا حضور نے جو شخص چاہے کہ سوال کروں علم غیب سے تو وہ بیشک مجھ سے پوچھے، مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں اسے بتادوں گا۔''

ایک حدیث میں فرمایا:

سلونی لا تسئلونی عن شئ الا بینت لکم۔

ترجمہ: یعنی ''مجھے پوچھو ایسا کوئی سوال نہ ہوگا جو میں نہ بتا سکوں ضرور بتاؤں گا۔''

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عما شئتم۔ (ترجمہ) یعنی ''جو پوچھنا چاہو پوچھو'' یہ سب حدیثیں ''صحیح مسلم'' جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ میں ہیں جس کو شک ہو وہ کتاب ''مسلم'' نکال کے دیکھے۔ وہابیو مرجاؤ۔ موتوا بغیضکم۔ نیز ''بخاری'' جلد اول صفحہ ۹ میں یہ حدیث ہے:

سلونی عما شئتم۔

ترجمہ: یعنی ''آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو میں بتادوں گا۔''

اگر کسی نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ میں دیکھنی ہو تو میری کتاب ''نصرة الحق'' دیکھے جو ۶/ پر عاجز سے ملتی ہے۔ امام الدین کوٹلی لوہاراں۔

ترجمہ: ''کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ مجھ پر میری امت (۸) کی صورتیں پیش کی گئیں۔ جیسے کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقوں نے سنی تو تمسخر (۹) سے کہنے لگے کہ محمد ﷺ کو گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں

(۸) امت کی صورتوں کے علاوہ جنت دوزخ بھی آپ کے رُوبرو ہیں۔ آپ اسے ایسے دیکھتے ہیں جیسے ہم ایک نزدیک کی دیوار کو دیکھتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

والذی نفس محمد بیده لقد عرضت علی الجنة والنار آنفا فی عرض هذا الحائط۔ الخ

ترجمہ: یعنی ''آپ قسم سے فرماتے ہیں پیش کی گئی ہیں۔ مجھ پر اب جنت اور دوزخ جیسے یہ دیوار سامنے ہے۔''

اب بتایئے۔ جب رسول خدا ﷺ قسم کر کے کہیں کہ جنت و دوزخ کو میں اپنے رُوبرو دیکھتا ہوں تو کون مسلمان ہے جو انکار کرے منکروں کو تجدیدِ اسلام ضروری ہے۔ ۱۲ منہ (امام الدین عفی عنہ)

(۹) عن ابن عباس انه قال فی قوله تعالٰی ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۵ (جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر الطبری تحت تفسیر سورة توبہ، آیت ۶۵ جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) **درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۵۴** (تفسیر الدر المنثور فی تفسیر المأثور تحت سورة توبہ آیت ۶۶ جلد ۴ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ دار احیأ التراث العربی، بیروت، لبنان)

(ترجمہ) یعنی ''ایک شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تو حضرت نے بتایا کہ فلاں جنگل میں ہے تو ایک منافق نے کہا کہ کیا حضرت غیب جانتے ہیں تو یہ آیت تری **لا تعتذ رواقد کفرتم بعد ایمانکم۔** یعنی ''بہانے نہ بناؤ تم اتنا کہنے سے کہ کیا حضرت غیب جانتے ہیں کافر ہو گئے ایمان کے بعد۔''

اب جو مطلق علومِ غیب کے منکر ہیں وہ بھی اس سے سبق لیں۔

کہ کون اُن پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا ان لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا ہوئے۔ آئندہ پیدا کیے جائیں گے۔ یہ تو بڑی بات ہے ہم تو اب موجود ہیں وہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے۔ یہ خبر سن کر آں حضرت ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اللہ کی حمد و ثنا کر کے فرمانے لگے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جنہوں نے میرے علم میں طعنہ کیا وہ مجھ سے سوال کریں اب سے قیامت تک کی میں ان کو خبر دوں گا پس عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حذافہ۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے، آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے پس ہماری تقصیر معاف فرمایئے۔''

پس اس حدیث سے بخوبی روشن ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے بخوبی واقف ہوں دیکھو ''صحیح مسلم'' صفحہ ۲۰۷ جلد ۱ و ''مسند امام احمد''۔

قال رسول اللہ ﷺ عرضت علی اعمال امتی حسنھا و سیئھا.[10]

(10) طبرانی میں حذیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

عرضت علی امتی البارحة لدی هذه الحجرة حتی لانا اعطرف بالرجل فهم من احد کم بصاحبه۔

ترجمہ: یعنی ''رات کو میری سب امت اس حجرے کے پاس مجھ پر پیش کی گئی یہاں تک کہ بیشک میں اُن کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔''

علامہ خفاجی ''نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں کہ حضور پر تمام خلقت پیش کی گئی۔

عرضت علیه الخلایق من الحان ادم الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم أدم الاسماء۔ =

ترجمہ: یعنی ''میری امت کے اچھے بُرے اعمال پیش کیے گئے۔'' رواہ ابن ماجه

جب حضور ہمارے اعمال کے واقف ہیں تو وہ کیوں نہ نعت و قیام سے خوش ہوں گے ضرور خوش ہوں گے۔ تمام علماء کا یہی مذہب ہے کہ آپ اپنی امت[11] کو دیکھ رہے ہیں امام ابن الحاج ''مدخل'' میں اور امام قسطلانی ''مواہب'' میں فرماتے ہیں:

قال علماء نا رحمهم الله لا فرق بین موته و حیاته ﷺ و فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذالك جلی عندهٗ لاخفابه.

ترجمہ: یعنی ''ہمارے علما نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا موت اور حیات میں کوئی

=ترجمہ: یعنی ''آدم سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات حضور پر پیش کی گئی، حضور نے سب کو پہچان لیا جیسے آدم نے تمام نام سیکھ لیے۔''

پس خلاصہ بات یہ ہے کہ ہمارا کوئی فعل زمانہ گزشتہ ہو یا آئندہ، مرد ہو یا عورت آپ سے پوشیدہ نہیں۔ فھو المراد۔

(11) عالمِ دنیا میں بھی دیکھ رہے ہیں اور عالمِ برزخ میں بھی وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ کما فی المشکوۃ صفحہ ۱۵۔

جب منکر نکیر قبر میں مردہ کے پاس آتے ہیں تو بٹھا کر پوچھتے ہیں:

من ربك وما دينك۔

پھر فرماتے ہیں:

ما تقول فی هذا الرجل۔

یعنی ''اس مرد کے حق میں تُو کیا کہتا ہے۔''

اس میں شک نہیں کہ هذا حاضر کے لیے ہے غائب کے لیے نہیں جس سے ثابت ہوا کہ حضور قبر میں جہاں کوئی مَرے خواہ مشرق میں، خواہ مغرب میں، دکھن اور شمال جہاں بھی ہو وہاں حضور پہنچتے ہیں۔ طاعون وغیرہ میں خیال کریں کہ آپ کہاں کہاں جاتے ہیں ایک آنِ واحد میں۔ زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو میری کتاب ''نصرۃ الحق'' جس کی قیمت ۶/ ہے دیکھئے۔ پس جب معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک جگہ پہنچتے ہیں تو میلاد میں ان کا شامل ہونا بعید نہ ہوگا۔ فافھم ۱۲

فرق نہیں۔ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے ہر حال، ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرہ کو جانتے ہیں جس میں کسی طرح کی پوشیدگی نہیں ہے۔" علماء ربانیین کا مذہب ہے خدا سب کو اسی پر رکھے۔ آمین

یا ایها النبی انا ارسلنك مشاهدا و مبشرا ونذیر او داعیا الی الله باذنه و سراجاً منیرا.

ترجمہ: یعنی "اے نبی بیشک بھیجا ہم نے تجھے گواہ اور بلانے والا اللہ کی طرف، اُس کے حکم سے اور چراغ روشن۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ سراج ہیں اور سورج کو بھی خدا نے سراج فرمایا ہے:

تبٰرك الذی جعل فی السماء بروجا و جعل فیها سراجا و قمرا منیرا. وجعل الشمس سراجا.

سورج کا خاصہ ہے کہ جہاں جاؤ وہاں موجود ایسا ہی نبی ﷺ کو جانو وہ بھی ہر جگہ کو ملاحظہ فرمارہے ہیں کوئی جگہ ان سے پوشیدہ نہیں۔

نیز چراغ کا کام ہے اندھیرے کو روشن کرنا ایسا ہی حضور نے ظلمتِ کفر کو دور کر کے جہان کو روشن کردیا۔

چراغے روشن از نور خدائے
جہاں را دادہ از ظلمت ہائے

چراغ گھر والوں کے لیے امن اور راحت کا سبب ہوتا ہے چور کو شرمندگی اور تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اسی واسطے وہابیوں اور دیوبندیوں کو آپ کے نور کی شعائیں نہیں بھاتیں۔ منیراً تاکید کے لیے ہے۔ یعنی ایسا چراغ جو ہر طرح روشن ہے۔ کبھی بجھے گا نہیں۔

یریدون لیطفؤ نور الله بافواههم والله متم نوره الخ

وہابی دیوبندی اس نور کو اپنے عقیدہ میں بجھا چکے ہیں کہتے ہیں کہ وہ مر کر (۱۲) مٹی

(۱۲) بعض ابل (اُونٹ) اپنی مثل سمجھ کر مٹی میں ملنا یعنی خاک ہو جانا مانتے ہیں حالانکہ حضور =

میں مِل گئے ہین ایسا ہی امام قسطلانی نے "مواہب" جلد ۱، صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے:

و قد اجاب الشیخ بدرالدین انور کشی من سوال رویته جماعة له علیه الصلٰوة والسلام فی اٰن واحد اقطار متباعدة مع ان رویته ﷺ حق بانه ﷺ سراج و نور الشمس فی هذ العالم مثل نورهٖ فی العوالم کلها و کما ان الشمس یراها کل من فی الشرق والمغرب فی ساعة واحدة وبصفاته مختلفه فکذالك والنبی ﷺ و لِلّٰه در القائل.

کالبدر من ای النواحی جئته
یهدی الی عینیك نورا ثاقبا

امید ہے کہ منصف مزاج آدمی ان دلائل کو دیکھ کر انکار نہ کرے گا۔

واللّٰه یهدی من یشاء الٰی صراط مستقیم.

قولہ: قیام جو پیدائش کے وقت کیا جاتا ہے۔ سو اِس کا ثبوت زمانہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور امامانِ مجتہدین سے نہیں ملتا۔ الخ

اقول: قیام کا ثبوت تو میں پہلے لکھ آیا ہوں وہاں دیکھو اگر کہو کہ اس ہیئت پر قرونِ ثلٰثہ میں نہیں پایا گیا اس واسطے یہ جائز نہیں گو علیحدہ علیحدہ ہر ایک عمل جائز ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ ہمارے ہی لیے ہے یا کہ تمہارے لیے بھی ہے۔ اگر اس بات کو تم بھی مانتے ہو تو

= نے صاف فرمادیا ہے کہ نبی زندہ ہوتے ہیں ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ ایسے رسول کے دشمن ہیں کہ ان کو دشمنی نے اندھا کردیا ہے۔ کیا کل نفس ذائقة الموت سے پھر زندہ ہونا ناممکن ہے۔ اگر ناممکن ہے تو پھر ایسے عقیدے والے قطعی کافر۔ اگر مزہ موت کا چکھ کر پھر زندہ ہونا نبیوں کے لیے ثابت ہے تو پھر کیا اعتراض اگر آیت قل انما انا بشر مثلکم کی تشریح درکار ہے جس میں وہابیوں کے تمام شبہوں کے جواب ہیں تو کتاب "آنحضرت کی بشریت" اس پتہ سے قیمت ۳/ پر منگوالو (مینجر چشمۂ فیض کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ) جو لوگ بشر مثلکم اپنی مثل بشر کہتے ہیں وہ حضور کو پورے طور پر سورج کی طرح ہر جگہ حاضر سمجھیں کیونکہ مماثلِ تامہ سے یہ اپنی مثل کہتے ہیں یہاں بھی مماثلِ تامہ سے ہر جگہ حاضر جانیں۔ ۱۲

مفصلہ ذیل باتیں قرآن وحدیث سے ثابت کرو پھران کا عمل قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۱- صَرف نحو کا پڑھنا پڑھانا زمانہ نبوت میں نہ تھا تم نے کیوں جائز رکھا ہے۔

۲- قرآن کے اعراب یعنی زیر زبر لکھنا حدیث سے ثابت کرو۔

۳- مخالفِ اسلام کے رد میں کتابیں تصنیف کرنی قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۴- عالم کو امامت کے لیے تنخواہ پر رکھنا مدرسوں اور انجمنوں میں تنخواہ پر رکھنا قرآن و حدیث سے ثابت کرو۔

۵- چندہ لے کر ہفتہ وار اخبار کا جاری کرنا پھر اس میں غریب فند نام رکھ کر عوض مسئلہ بتانے کے پیسے وصول کرنا، کسی مسئلہ کا عوض چار آنہ، کسی کا دو آنہ، کسی کا ایک آنہ، اس کا ثبوت درکار ہے۔

۶- انجمنوں میں سال بہ سال جلسہ کر کے روپیہ جمع کرنا کس حجتِ شرعیہ سے جائز ہے۔

۷- مسجدوں میں ایک شخص مقرر کرنا تا کہ وضو کے لیے پانی تیار کر رکھا کرے قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۸- اصولِ حدیث مقرر کرنا، حدیثوں کے نام صحیح، ضعیف، موضوع، منسوخ، متروک، موقوف وغیرہ رکھنا حضور سے ثابت کرو۔

۹- قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کر کے فروخت کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۱۰- مسجدیں چونے گچ کرانی، اُن پر پیتل یا تانبا وغیرہ سے گھڑیاں لگانا، نہ یہ حضور نے کیا، نہ حکم دیا نہ ان کے عہد میں ہوا، اس کو کیوں جائز رکھا گیا ہے۔ تلك عشرة کاملة۔

عجیب لطیفہ

اگر ہٹ دھرمی سے یہی کہتے جاؤ کہ اسی ہیئت اسی طریق سے محفلِ میلاد منعقد کرنا قرونِ ثلاثہ میں نہیں پایا گیا اور نہ ہی آپ نے اِس کا حکم دیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ اسی ہیت اسی طریقِ میلاد کو حضور سے منع ثابت کریں اگر آپ ثابت نہ کر سکیں اپنی طرف

سے ہی میلاد کو منع کریں تو آپ نے وہ کام کیا جو حضور سے ثابت نہیں بتاؤ بدعت کا مرتکب کون ہوا۔

ہمیں الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بِدعت کا بیان

اگر یہی قاعدہ ہے کہ جو قرونِ ثلاثہ میں ہو وہی سنت ہے تو چاہیے کہ رِفض ونفاق وغیرہ بھی سنت ہو کیونکہ قرونِ ثلاثہ میں رافضی بھی تھے تو اس تمہارے اصول سے رافضی منافق ہونا بھی سنت ہے۔ تمہارا یہ اصول کہ جو قرونِ ثلاثہ میں نہ ہو وہ بدعت [۱۳] ہے، غلط ہے بدعت وہی ہوگا جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوگا:

كما قال الشافعي ما احدث و خالف كتابا او سنة او اجماعا او اثرا فهو البدعة الضلالة.

(ترجمہ) یعنی ''جو ایسی نئی بات ہو جو مخالف ہو کتاب اللہ کے یا حدیث یا اجماع یا قولِ صحابی کے تو وہ بدعتِ ضلالہ ہوتی ہے۔''

جو مخالف نہ ہو اور کام اچھا اور تعریف کیا گیا ہو تو وہ بدعت نہیں جس کی مذمت آئی ہے۔ صحابہ قیام کو جائز رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہمیں حضور سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ مگر آپ کی تشریف آوری کے وقت ہم قیام نہ کرتے ہمیں علم تھا کہ آپ کو تکلّف پسند نہیں مگر حسان بن ثابت قیام کیا کرتے اس پر صبر نہ کر سکتے کہ حضور آئیں اور یہ بیٹھے رہیں اور یہ فرماتے کہ نہیں لائق اس شخص کو جو دین اور عقل رکھتا ہو کہ حضور کو دیکھے اور قیام نہ کرے اور حضور نے پسند فرما کر اسی پر اس کو ثابت رکھا۔ تنبیہ المفترین صفحہ ۱۲۷

حضور کا قیام کرنا بلکہ قیام کا امر کرنا پہلے میں ثابت کر آیا ہوں اب دوبارہ سنئے

(۱۳) اگر جو قرونِ ثلاثہ میں نہ ہو وہی بدعت ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ امام بخاری کا یہ فعل کہ وہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کا ترجمہ کرنے کے وقت ہر ایک حدیث کے لکھنے سے پہلے میں نے دو نفل پڑھے ہیں۔ پھر وہ حدیث لکھی ہے۔ سَراسَر بدعت ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں۔ ۱۲

حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

قوموا الی سیدکم.

(ترجمہ) یعنی ''اپنے سرداروں کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔''

تو پھر کیوں نہ ہم اپنے سردارِ دو جہان کے لیے کھڑے ہوں۔ بہت سی حدیثوں میں آپ کا سردار ہونا مذکور ہے۔

انا سیدالناس یوم القیمة. بخاری، مسلم

انا سید ولد اٰدم فی الدنیا والاخرة ولا فخر. الحدیث

(ترجمہ) یعنی ''میں دنیا اور آخرت میں میں بنی آدم کا سردار ہوں کوئی فخر کی بات نہیں۔''

پس آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ حضور کے لیے قیام کرنا حضور کے حکم سے ہے۔ کیونکہ آپ سردار ہیں اور سردار کے لیے آپ نے قیام کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگ ''سیرۃ شامی'' کی عبارت لا اصل له لکھ کر بتاتے ہیں کہ میلاد کی کچھ اصل نہیں اُس کی اگلی عبارت نہیں لکھتے۔ آگے لکھا ہے:

اذا انفق المنفق تلك الليلة و جمع جمعا اطعمهم ما يجوز و اسمعهم ما يجوز بجميع ذالك جائز و ثياب فاعله.

(ترجمہ) یعنی ''جس نے اس رات کو طیب کھانا کھلایا اور صحیح روایتیں میلاد کی بابت سنائیں یہ سب کام جائز اور اس کے کرنے والے کو ثواب ہے۔''

صاحبِ ''سیرۃ شامی'' نے تو ابن جزری سے منکروں کی یوں مٹی پلید کی ہے:

لم یکن فی ذالك الارغام الشیطان و سرور اهل الایمان.

ترجمہ: یعنی ''میلاد میں شیطان کے لیے جلن ہے ایمان داروں کے لیے خوشخبری ہے۔''

اس سے عقلمند خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ منکرِ میلاد ابن جزری کو کس ٹولہ میں شمار کرتے ہیں۔

مولانا نے بہت سے ہاتھ پاؤں مارے ہیں کہ کسی طرح یہ محفلِ میلاد ناجائز قرار

دی جائے کہا کہ یہ قیام اگر حضور کے لیے ہوتا تو خاص وقت میلاد میں نہ ہوتا وغیرہ وغیرہ اور بہت سے عقلی ڈھکوسلے قائم کر کے ایسی پاک مجلس کو کھیل کود کہہ کر ناجائز قرار دیا ہے۔

افسوس مولوی صاحب کو اتنا پتہ نہیں کہ بظاہر تعظیم ایک وقت یا ایک جگہ مقرر ہوتی ہے۔ ہر وقت نہیں یا ہر جگہ نہیں گو دل میں ہر وقت ہو۔ خشوع و خضوع نماز میں خاص ہے۔ اس وقت ضروری ہے کہ خدا کو سمیع و بصیر سمجھا جائے اور نہیں اتنا تو ضروری ہے کہ خیال کرے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے۔ حالانکہ وہ ہر وقت دیکھتا ہے۔ ہر وقت مثل نماز کے حکم نہیں کہ سمیع و بصیر جان کر خشوع کیا جائے۔ ہر وقت خشوع خضوع چھوڑا آپ تو پائخانہ پھرنے کے وقت خدا کے روبرو ستر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اس وقت خدا کا ادب نہیں کرتے۔

ان اعتراضوں کا جواب یہی ہوگا کہ خدا نے ایک وقت تعظیم کے لیے مقرر کیا ہے۔ خدا نے اپنے لیے فرمایا:

خذوا زینتکم عند کل مسجد. اوهم فی صلوتهم خاشعون.

اور حضور کی تعظیم کے لیے فرمایا:

و تعزروه (14) **و توقروه.**

پس مولوی صاحب کا اعتراض کہ خاص وقتِ میلاد میں تعظیم کیوں مقرر ہے رفع ہوا۔ مولوی صاحب تو شاید **اقیموا الصلوة اورهم علی صلوتهم دائمون** سے ہر وقت نماز پڑھنی ثابت کرتے ہوں گے جو عین حماقت ہے۔ اگر ان ہزلیات کا مفصل جواب دیکھنا ہو تو کتاب ''انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ'' منگوا کر دیکھئے لاہور سے مل سکتی ہے۔

قیام تعظیمی کا حضرت امام اعظم سے ثبوت

چونکہ مولوی صاحب بظاہر مقلد کہلاتے تھے۔ اِس واسطے ان کو لازم تھا کہ امام صاحب کو وہ دیکھتے کہ قیام تعظیمی جائز کہتے ہیں یا نہیں۔ سنئے میں بتاتا ہوں کہ

(14) یعنی ''نبی کی تعظیم و توقیر کرو'' دوسری جگہ ایمان والوں کی صفت میں فرمایا: فالذین اٰمنوا به و عزروه و نصروه الخ یعنی ''امت نبی اُمی کے وہ لوگ جو نبی پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اس کی تعظیم و توقیر کریں گے'' ثابت ہوا کہ جو نبی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اُنہی کے لیے خدا نے اپنی رحمت لکھ رکھی ہے۔12

و به قال حدثنا عبدالله بن محمد ابناه مكرم بن احمد انبأ
ابن عطيه انباء ابن سماعة انبأ ابو يوسف قال كان
ابوحنيفة فى المسجد الحرام يفتى الناس فوقف عليه
جعفر بن محمد ففطن له فقام ثم قال يا ابن رسول الله
ﷺ لو شعرت بك اول ما وقفت ما رانى الله اقعد و
انت قائم فقال له اجلس يا ابا حنيفة فاجب الناس فعلى
هذا ادركت ابائى. مناقب مؤقف جلد صفحه ٢٦ مطبوعه حيدر آباد

(ترجمہ) یعنی ''امام یوسف کہتے ہیں کہ امام اعظم ایک بار مسجد الحرام میں بیٹھے
تھے۔لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے۔
اتنے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت
کھڑے دیکھ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی نظر آپ پر پڑی۔فراست
سے دریافت کر کے کھڑے ہو گئے تعظیماً۔اور فرمایا: یا ابن رسول اللہ
ﷺ اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کھڑے ہوئے ہیں
خداتعالیٰ مجھے اس حالت میں نہ دیکھتا کہ میں بیٹھا رہوں اور آپ
کھڑے رہیں۔آپ نے فرمایا: اے ابوحنیفہ بیٹھ جاؤ لوگوں کو جواب
دو میں نے اپنے آبا اجداد کو بھی اسی مسلک پر پایا ہے۔''

دیکھئے امام صاحب جن کے ہم مقلد ہیں وہ کس قدر قیام نہ کرنے کو برا سمجھتے ہیں
جب کہ امام صاحب سے قیام ثابت ہوا تو پھر مقلد کے لیے یہ حق نہیں کہ قیام کو شرک یا
بدعت کہے۔ فافھم۔ ایسے نیک کام کو جو حضور کی محبت پر دال ہے منع کرنا اور شک کرنا کہ یہ
نیک کام نہیں گویا عمداً اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا ہے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے:
اَلْقِیَافِیْ جَهَنَّمَ کُلَّ کفار عنید مَّنَّاعٍ لِّلْخیر معتد مریب.
(ترجمہ) یعنی ''ڈال دو دوزخ میں ہر ایک منکر عناداً کرنے والے کو، منع کرنے
والے کو نیک کام سے، حد سے نکل جانے والے کو، شک کرنے والے کو۔''

پس جو شخص محفلِ میلاد سے منع کرے گا وہ ضرور اس آیت کا مصداق ہوگا۔
مولوی رشید احمد کے فتویٰ کا جواب گزر چکا ہے۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔
فلیرجع ثم۔

وہابیوں کی ایک جعلسازی کا انکشاف

ابوایوب کا قولِ معتمد کے حوالہ سے احمد بن محمد مصری کی طرف سے عمل مولد مذموم
ہونا لکھ مارا حالانکہ نہ ہی ''قولِ معتمد'' کوئی کتاب ہے۔نہ ہی اس میں یہ لکھا ہوا ہے۔یہ محض
فریب دہی ہے۔جیسا کہ (کتاب) ''اذاقة الآثام لمانع عمل المولد والقیام''
(مطبوعہ مطبع اہل سنت بریلی) میں امام المحققین ختام المدققین اية من أيات رب
العٰلمین بقية السلف حجة الخلف اعلیٰ حضرت سیدنا مولانا مولوی نقی علی خان
صاحب مرحوم بریلوی نے لکھا ہے:

وھو ھذا **''قولِ معتمد کا حوالہ دیا اور بشیر قنوجی نے ''غاية الكلام'' اور نواب
بھوپالی نے ''کلمة الحق'' میں احمد بن محمد مصری کی طرف کیا ہے اور مطالبہ خصم کے وقت کسی
صاحب سے اس کا وجود بھی ثابت نہ ہو سکا''** اور بعد چند سطور کے لکھا ہے **''اور ''قولِ معتمد''
کا اعتبار کیا وجود بھی ڈپٹی امداد علی کی الماری کے سوا تمام عالم میں ثابت نہیں کر سکتے۔پس
جس وقت کوئی ''قولِ معتمد'' کا وجود ثابت کرے گا۔اسی وقت مستحق جواب کا ہوگا۔''**

ابن حاج کی عبارت لکھنے میں بھی خدا کا خوف نہ رہا ان کی عبارت قطع برید ہ لکھ کر
لوگوں کو دھوکا دیا پوری عبارت نہ لکھی۔دیکھو علامہ شہاب الدین خفاجی محشی ''بیضاوی'' نے
اپنے رسالہ ''عمل میلاد'' میں ابن حاج کی پوری عبارت لکھی ہے۔

قال العلامه ابن الحاج فى المدخل المولد مما احدثه
الناس و قد احتوى على بدع و محرمات كالرقص
بالدف والآلات الطرب مما يليق بسائر الزمان الذى من
الله علينا فيه بسيد الاولين والاخرين الى ان قال و قد

ارتكب بعضهم فيه ما لا ينبغي من اللهو فان خلاعن ذالك واقتصر فيه على الطعام والمسرة فهو بدعة حسنة.

(ترجمہ) یعنی ''کہا شہاب الدین خفاجی نے کہ علامہ ابن حاج نے فرمایا ہے کہ مولد جس کو آدمیوں نے نکالا ہے یہ شامل ہے بدعت اور محرمات کو جیسے رقص اور آلاتِ طرب جو کسی وقت کرنے کے لائق نہیں پھر اس وقت میں کیونکر لائق ہوں گے کہ اس وقت سید الاولین کے پیدا ہونے سے ہم پر خدا نے احسان کیا ہے۔ یہاں تک کہ کہا ابن حاج نے کہ بعضے مرتکب ہوگئے لہو کے اور بیہودہ باتوں کے اگر یہ خالی ہو محرمات سے اور اختصار کیا جائے کھانا کھلانے اور مسرت پر تو یہ کام نیا اچھا ہوگا۔''

دیکھو ابن حاج تو میلاد کو جو خالی ہو ممنوعات سے اچھا عمل بتاتے ہیں یہ نام کے مولوی دھوکا دینے سے باز نہیں رہتے۔

قولہٗ: (صفحہ ۱۱) ''انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکرِ پیدائش آنحضرت ﷺ کے قرونِ ثلاثہ میں ثابت نہیں ہوا۔ پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ہذا القیاس بروز عیدین پنج شنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر دعا کا پڑھنا پایا نہیں گیا۔ البتہ نیابت عن المیّت بغیر تخصیص ان امورِ مرقومہ سوال کے لِلّٰہ مساکین وفقراء کو دے کر ثواب پہنچانا ثواب ہے۔''

بیان ختم ودرود

اقول: میلاد کے لیے بار بار لکھنے کی حاجت نہیں۔ عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔ عیدین و پنج شنبہ میں فاتحہ [۱۵] دینا منع نہیں ہے۔ بلکہ موجب نجات ہے۔ یہ بات تو

(۱۵) جواز فاتحہ: انبالہ شہر میں جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ جنرل سیکرٹری جمیعۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے مکان پر ایک مختصر سا اہلِ شہر کا جلسہ ہوا۔ جس میں مولوی سراج احمد صاحب مدرس مدرسہ دیوبندیہ اور جناب مولوی چراغ علی صاحب مدرس مدرسہ دیوبند نے مولوی محمد مسلم صاحب دیوبندی افسر مدرس مدرسہ عربیہ انبالہ چھاؤنی محمد شیث صاحب جودت حافظ محمد صدیق صاحب امام مسجد کمبوہاں انبالہ شہر کی موجودگی میں =

مخالف [۱۶] بھی مانتا ہے کہ صدقہ مردہ کو پہنچتا ہے یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن شریف کا ثواب ضرور پہنچتا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے:

من مرّ على المقابر و قرء قل هو الله احد احدى عشرة مرّة ثم وهب اجره للاموات اعطى من الاجر بعد الاموات۔

شرح صدور صفحہ ۱۳۰، **(شرح الصدور باب فی قرأة القرآن للمیت او فی القبر صفحہ ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت لبنان)**

ترجمہ: یعنی ''جو گذرے قبرستان میں اور گیارہ بار قل شریف پڑھ کر مردہ کو بخشے تو حضرت فرماتے ہیں کہ جتنے قبرستان میں مُردے ہوں گے اتنا ہی اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا'' جبکہ صدقہ میت کو پہنچتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عن انس سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من اهل ميت يموت منه ميت، فيتصدقون عنه بعد موته الا أهداها له جبرائيل على طبق من نور ثم يقف على شفير القبر فيقول يا صاحب القبر العميق نفذه هدية أهداها اليك اهلك فاقبلها فتدخل عليه فيفرح بها و يستبشر و يحزن جير انه الزين لا يُهدى اليهم شئ.

(شرح الصدور باب ما ینفع المیت فی قبرہ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت لبنان)

= متفق علیہ یہ فیصلہ کیا کہ فاتحہ کرنا صدقہ دینا اور اس صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنا، کھانا دینا، کھانا سامنے رکھ کر، بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کسی طرح قرآن شریف پڑھ کر پڑھنے اور کھانے کا ثواب میت کو پہنچنا ہر طرح مستحسن اور جائز ہے۔ مگر کسی دن یا وقت یا شے یا شکل فاتحہ خوانی کا اِلتزام اس نیت سے کہ اس طرح یا اس دن یا اس مہینے کے بغیر فاتحہ کا ثواب میت کو نہ پہنچے گا۔ یا اس کے ترک سے کوئی گناہ لازم آئے گا، ناجائز ہے۔ (خاکسار حکیم محمد سمیع اللہ میکشن انصاری سفیر جمیعۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام انبالہ شہر)

(۱۶) حدیث ترمذی میں ہے کہ ''جن لوگوں نے قربانی نہیں کی ان کی طرف سے حضور خود قربانی کیا کرتے ہیں۔'' جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے لیے مُردہ ہو یا زندہ صدقہ جائز ہے۔۱۲

ترجمہ: یعنی ''کوئی شخص فوت ہو جائے اس کے بعد وارث اس کے یا اور کوئی (۱۷) صدقہ کریں اس صدقہ کا ثواب روح میت کو بخشیں تو جبرائیل وہی صدقہ ایک نوری طباق میں رکھ کر قبر پر جا کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے قبر والے یہ ہدیہ لو۔ تمہارے اہل نے بھیجا ہے۔ پس وہ مردہ قبول فرماتا ہے پس وہ نہایت خوش ہوتا ہے اور اس کے ہمسائے غمناک ہوتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا۔''

لو تصدق علی المیت او دعا له بعث اللّٰه تعالٰی الی

---

(۱۷) هداية السائل صفحہ ۴۰۹ میں نواب صدیق حسن نے اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا ہے۔ انہوں نے بہت حدیثیں لکھی ہیں کہ ''در حدیث آمدہ ابوہریرہ:

ان رجلًا قال للنبی ان ابی مات و لم یوص فینفعه ان اتصدق عنه قال نعم۔ رواہ احمد و مسلم والنسائی وابن ماجہ

و عن عائشه رضی الله عنها ان رجلًا قال النبی ﷺ ان امی افتلت نفسهاواراها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجران تصدقت عنها قال نعم۔ متفق علیہ

و عن ابن عباس ان رجلًا قال رسول ﷺ ان امی توفیت اینفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فان لی مخرفا فانا الشهدك انی قد تصدقت به عنها۔ رواہ البخاری

(ہدایۃ السائل صفحہ ۴۰۹، مطبوعہ در مطبع رئیس المطابع شاہجہانی واقع بھوپال)

ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ ''حضور سے پوچھا گیا کہ صدقہ میت کے لیے کیا جائے تو پہنچتا ہے کہ نہیں، میت کو فائدہ ہوتا ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا: ہاں فائدہ ہوتا ہے۔'' آگے صفحہ ۴۱۰ میں لکھتے ہیں کہ

شرح کنز گفته انسان را میرسد که ثواب عمل عود برائے غیر بگرداند نماز باشد یا روزه یا حج یا صدقه قرات قرآن یا جز آں از جمیع انواع بروایں میرسد به میت نفع میدهد او را نزدیك اهل سنت انتهى

مسلم جلد: ۱، صفحہ ۳۲۴

(ہدایۃ السائل صفحہ ۴۱۰، مطبوعہ در مطبع رئیس المطابع شاہجہانی واقع بھوپال)

المیت ذالك علی طبق من نور.

ترجمہ: ''جو زندہ پیروں فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ اس کو تو مخالف بھی مانتے ہیں کہ وہ لیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔''

اب سنئے دوسری حدیث:

عن انس رسول الله ﷺ قال ان رجلا من اهل الجنة یشرف یوم القیامة علی اهل النار فینادیه رجل من اهل النار یا فلان اما تعرفنی فیقول لا اعرفك من انت فیقول انا الذی مررت بی فی الدنیا فاستقیتنی شربة ماء فسقیتك فال عرفت فاشفع لی بها عند ربك فیسئل الله تعالٰی فیشفع فیه فیخرج من النار.

رواہ البیهقی و ابویعلی والطبرانی و ابن ماجه صفحه ۲۷۰، هکذا فی بدور السافره

(ترجمہ) یعنی ''انس رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنتی لوگ دوزخیوں کے روبرو کیے جائیں گے۔ ایک آدمی دوزخیوں سے پکار کر کہے گا: اے فلانے کیا تو نے مجھے پہچانا ہے پس وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا کہ تُو کون ہے۔ پس وہ بیان کرے گا کہ میں وہ آدمی ہوں کہ دنیا میں تو مجھ سے مِلا سفر میں یا حضر میں اور تو نے مجھ سے پانی طلب کیا۔ میں نے تجھے پلایا وہ کہے گا اب میں نے پہچانا ہے۔ پس کہے گا دوزخی، میرے لیے شفاعت کر اللہ سے پس وہ شفاعت کرے گا۔ دوزخی دوزخ سے نکالا جائے گا۔''

''کفایه شعبی'' میں انس بن مالک سے مروی ہے:

قال قال رسول الله ﷺ اذا تصدق الرجل بنیة المیت امر اللّٰه تعالٰی جبرائیل علیه السلام ان تحمل علی قبره مع سبعین الف ملك نور فیحملون الٰی قبره فیقولون

السلام عليك يا ولى الله هذه هدية فلان بن فلان اليك
قال فينلا لا قبرهٖ و اعطاء الله الف مدينة فى الجنه و
زوجه الف حورا و اليه الف حلة و قضى الفحاقية.

''شرح اوراد'' اور ''بیہقی'' میں بھی یہ روایت ہے۔

ترجمہ: ''کہا حضرت انس نے فرمایا: رسول خدا نے کہ جس وقت کوئی آدمی میت کی نیت سے صدقہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبرائیل کو فرماتا ہے کہ اُس کی قبر کے پاس ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لے جاؤ اسی طرح کہ سب کے ہاتھ میں نور ہو یہ فرشتے اس صدقہ کو اس مردہ کی قبر کے پاس لے جاتے ہیں پھر کہتے ہیں السلام علیک یا ولی اللہ فلاں شخص نے یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ اس سے اس کی قبر روشن ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہزار شہر اس کو بہشت میں دیتا ہے۔ ہزار حوریں شادی کے لیے دیتا ہے۔ ہزار حلہ پہناتا ہے۔ ہزار حاجت برلاتا ہے۔''

پس دانش مندوں نے اس بات کا نتیجہ پالیا ہوگا کہ جو کسی مسلمان کو کھانا کھلائے یا پانی پلائے اگر فوت ہو تو اس کی روح کو بخشے تو وہ کیونکر دوزخ میں رہ سکتا ہے۔ زہے نصیب اس شخص کے جو سال بہ سال (۱۸) یا ماہ بہ ماہ (۱۹) یا ہفتہ وار (۲۰) صدقہ کرتا ہے۔ اور مردوں کی ارواح کو بخشتا ہے۔

جب کہ ثابت ہوا کہ صدقہ کرنا اور قرآن پڑھ کر بخشنا دونوں میت کو فائدہ دیتے ہیں تو بوقت کھانا کھلانے کے کچھ قرآن بھی پڑھا جائے۔ زیادہ نہیں تو صرف تین دفعہ ہی قل شریف پڑھ لیں۔ وہ بھی قرآن کا حکم رکھتا ہے۔ جیسا کہ ''بخاری'' میں ہے:

قال رسول الله ﷺ قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن.

(هكذا فى المشكوة صفحہ ۱۸۰)

یعنی ''قُل شریف تیسرا حصہ قرآن کے ثواب میں ہے جس نے تین دفعہ پڑھا۔

(۱۸) عیدین (۱۹) گیارھویں (۲۰) جمعرات

گویا اس نے پورا قرآن شریف ختم کیا'' تو کیوں نہ میت کے لیے باعث نجات ہوگا اور پنج شنبہ و عیدین کی بابت کچھ عرض کر دیا گیا ہے اور کچھ عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ جب حکم صدقہ کا عام ہے جس وقت کیا جائے جائز ہے منع نہیں تو جمعرات و عیدین میں بھی منع نہ ہوگا۔

ارواح مومنین کا جمعرات کو اپنے گھروں میں آنا

رہی یہ بات کہ ان دِنوں میں ضرور صدقہ کیا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے سو اس کی وجہ یہ ہے:

عن ابن عباس يقول اذا كان يوم عيد او يوم جمعة او يوم عاشورا او ليلة نصف من شعبان تاتى ارواح الاموات و يقومون على ابواب بيوتهم فيقولون هل من احد يذكرنا هل من احد يترحم علينا هل من احد يذكر غربتنا يامن سكنتم بيوتنا و يامن سعدتم بما شقينا و يا من اقمتم فى اوسع قصورنا و نحن فى ضيق قبورنا و يا من استذللتم ايتا منا و يامن نكهتم نسائنا هل من احد يتفكر فى غربتنا و فقرنا كتبنا مطوية و كتبكم منشورة.

(خزانة الروايات هكذا فى دقائق الاخبار صفحہ ۷۰، ۷۱)

ترجمہ: یعنی ''ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب ہوتا ہے دن عید یا جمعہ یا عاشورہ یا شب قدر کا مردوں کی روحیں اپنے دروازے پر آ کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کوئی ہے جو ہمیں یاد کرے ہم پر رحم کرے ہماری غریبی کو دیکھے جو ان گھروں میں زندہ وارث ہوتے ہیں ان کو روحِ میت اس طرح کہتی ہے کہ تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو ہمارے مال سے چین پاتے ہو تم فراخ مکان میں رہتے ہو ہم تنگ قبروں میں رہتے ہیں ہمارے یتیموں کو تم نے ذلیل کیا ہے۔ ہماری عورتوں کو تم نے نکاح کر لیا، ہے جو ہماری غربت کو سوچے ہمارے اعمال نامے لپیٹے گئے ہیں تمہارے ابھی کشادہ ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جن دنوں میں روح گھر آتی ہے ان دنوں میں صدقہ ضرور کرنا چاہیے تا کہ روح خوش ہوں۔

''دستور القضاء'' میں ''فتاویٰ نسفیہ'' سے منقول ہے:

ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلة الجمعة و یوم الجمعة فیقومون بفناء بیوتهم ثم ینادی کل واحد منهم بصوت حزین یا اهلی و یا اولادی و یا اقربائی اعطفوا علینا با الصدقة. الخ

(ترجمہ) یعنی ''ارواح مومنین ہر جمعرات و جمعہ کو اپنے گھروں میں آتی ہیں اور غمزدہ آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قریبیو! ہمیں صدقہ دو۔ ہم اس لیے ان دِنوں میں صدقہ کرتے ہیں تا کہ ارواحِ میت خوش ہو جائیں۔''

غیر مقلدین کے امام جبکہ ان کے سامنے کھانا آ جائے تو ان کو صبر کیسے آ سکتا ہے۔ یہ تو کھانے پر جان دیتے ہیں انہوں نے سوچا کہ کھانا سامنے دیکھ کر ہم سے صبر تو ہو نہیں سکتا۔ چلو ختم درود کو ہی منع کرو کہہ دو کہ یہ جائز ہی نہیں کھانا کھا کر دعا مانگا کریں گے۔ بے علموں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جب کھانے کا نشان ہی کھا کر گم کر دیا تو بخشے گا کیا خاک۔

پس لائق یہی ہے کہ پہلے کھانا سامنے رکھ کر کلامِ الٰہی سے پڑھا جائے پھر اس کھانے اور کلامِ الٰہی کا ثواب روحِ میت کو بخشا جائے۔ پھر جن کو کھانا دیا گیا ہے وہ اسی جگہ کھائیں یا گھر لے جا کر کھائیں۔ کھا کر خدا کا شکر بجالائیں۔

الحمد لله الذی اطعمنا و سقینا و جعلنا مسلمین.

روپیہ پر کیوں نہیں ختم پڑھتے اس کا بیان

بعضے کم فہم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ روپیہ پیسہ پر کیوں نہیں ختم کہتے۔ سو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ان پر اس واسطے ختم نہیں پڑھتے کہ اس کا بعینہٖ مردوں کے پاس پہنچنے کا

ذکر نہیں آیا جیسا کہ کپڑے اور کھانے کا بعینہٖ پہنچنے کا ذکر آیا ہے۔ اور نہ ہی یہ نقدی وہاں کام آتی ہے۔ **یوم لا ینفع مال و بنون**۔ ہاں اس کا ثواب ضرور ضرور پہنچتا ہے ختم اس پر نہیں۔

دسواں، تیجا، چالیسواں کا بیان

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین جاؤ من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقون بالایمان.

ترجمہ: یعنی ''وہ لوگ جو بعد ان کے آئے ہیں کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں، ساتھ ایمان کے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مُردوں کے لیے دعا مانگنا ضروری ہے۔ زندہ کی دعا سے وہ بخشے جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها و تخرج من قبورها لا ذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین لها.

رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس هکذا فی شرح الصدور صفحہ ۱۲۸

ترجمہ: یعنی ''حضرت انس فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امتِ مرحومہ ہے قبروں میں گناہ لے کر داخل ہوتی ہے۔ جب نکلے گی پاک نکلے گی گناہوں سے ان کے گناہ بہ سبب استغفار مومنوں کے دُور ہو جائیں گے۔''

آج کل کے نئے فرقے والے بجائے اِستغفار اُلٹے ماں باپ کو کافر مشرک بناتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہدایت یاب سمجھتے ہیں۔ کما قوله تعالیٰ:

انهم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون الله و یحسبون انهم مهتدون.

(ترجمہ) یعنی ''تحقیق انہوں نے پکڑا شیطان کو دوست سوائے اللہ کے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔''

لائق تھا کہ کچھ ماں باپ واقارب کو صدقہ یا استغفار سے مدد کی جاتی تاکہ وہ گنہگار بھی ہوں تو بھی بخشے جائیں۔ جیسا کہ ابی سعید خدری سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ یتبع الرجل یوم القیٰمۃ من الحسنات امثال الجبال فیقول ارنی ھذا فیقال باستغفار ولدك لك.

رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیھقی کذا فی الشرح الصدور صفحہ ۱۲۷

(ترجمہ) یعنی ''حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مرد کو دن قیامت کے نیکیاں پہاڑوں کے برابر ملیں گی وہ کہے گا یہ کہاں سے آئیں، کہا جائے گا تیرے فرزند نے تیرے لیے استغفار کی تھی۔''

پس ضروری ہوا اُس سے کہ مُردہ ماں باپ کے لیے صدقہ و درود و فاتحہ استغفار سے مدد کی جائے زیادہ نہیں تو جمعرات [۲۱]، محرم، عیدین کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ ان دِنوں

(۲۱) ''خزانۃ الروایات'' میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یقول اذ کان یوم عید و یوم جمعہ او یوم عاشورہ او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون اھل من یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا یامن سکنتم بیوتنا یا من سعدتم بما شقینا یامن انتم فی اوسع قصورنا و نحن فی ضیق قبورنا یامن استذللتم ایتنا منادیا من نکحتم نسأنا ھل من احد یتفکر فی غربتنا و فقرنا کتبنا مطبوتیہ و کتبکم منشورۃ۔

(ھکذا فی کنز العباد و دقائق الاخبار الامام الغزالی)۱۲

ترجمہ: ملخصاً یعنی ''ابن عباس فرماتے ہیں کہ عید کے روز، جمعہ کے، عاشورہ کے دنوں میں، شب قدر میں مُردوں کی ارواح اپنے گھروں کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کیا کوئی مدد کرتا ہے۔ ہماری غربت کو اے ہمارے گھروں کے رہنے والو تم کشادہ گھروں میں رہتے ہو۔ ہم تنگ قبروں میں وغیرہ وغیرہ۔ =

میں ارواح اموات آتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے ''تفسیر عزیزی'' صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے:

''نیز دارد است کہ مردہ دراں حالت مانند غریقی ست کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار آدمی آید و ازیں جاست کہ طوائف بنی آدم تا یك سال و علی الخصوص تا یك چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نماید۔''

(تفسیر عزیزی فارسی تفسیر سورہ انشقت زیر آیہ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ آیت: ۱۷، جلد: ۴، صفحہ: ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ کانسی روڈ کوئٹہ، ایضاً (اردو ترجمہ) جلد ۴، صفحہ: ۱۷۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

''شرح برزخ'' میں ہے:

ینبغی ان یواظب علی الصدقۃ للمیت الی سبعۃ ایام و قیل الی اربعین فان المیت یشوق الی بیتہٖ.

ترجمہ: یعنی ''لائق ہے کہ صدقہ پر ہیشگی کی جائے میت کے لیے سات روز تک۔ بعضے کہتے ہیں کہ چالیس روز تک ہر روز صدقہ دیا جائے کیونکہ میت کو چالیس روز تک نہایت شوق رہتا ہے اپنے گھر کا۔''

اس دلیل سے تیجا، دسواں، چالیسواں بھی ثابت ہوا۔ **فھو المراد۔**

اپنے مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۹۲ میں شاہ عبدالعزیز [۲۲] فرماتے ہیں:

= نکاح کیا تم نے ہماری عورتوں کو، کیا ہماری غربت کا فکر ہے اور تنگ دستی کا ہمارے اعمال نامہ لپیٹے گئے تمہارے کشادہ ہیں۔'' ملخصاً۔

پس جب مُردوں کا جمعرات وعیدین وغیرہ میں دروازہ پر آ کر سوال کرنا ثابت ہوا۔ اگر ان کو کچھ نہ دیا جائے تو کیا وہ بددعا نہ کریں گے۔ ناراض نہ ہو جائیں گے۔ افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو مایوس رکھا۔ (امام الدین کوٹلوی)

(۲۲) شاہ عبدالعزیز والقمر اذا تسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او مے آید''

آمرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان بامداد ثواب و تلاوتِ قرآن و دعا خیر و تقسیم طعام و شیرینی امور مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز تذکرہ انتقال ایشاں میباشد از دار العمل بدار الثواب والاهر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجاتست و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید چنانچہ در احادیث مذکور است کہ ولد صالح یدعوا لهٗ و تلاوت قرآن و اهدیٰ را عبادت قرار دادن بر کمال بلادت و افراد جهل است۔

(ترجمہ) ''زیارتِ قبور اور برکت حاصل کرنا زیارت قبورِ صالحین سے اور استمداد صالحین سے کرنا، تلاوت قرآن حکیم اور ثواب رسانی کے ذریعہ سے اور دعائے خیر و تقسیمِ طعام و تقسیمِ شیرینی یعنی یہ امور باتفاق علماء بہتر ہیں اور تعیین روزِ عرس کی طرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دن یادگار ہوتا ہے کہ اس دن انہوں نے دارالعمل سے دارالثواب میں انتقال فرمایا ورنہ جس دن یہ عمل کیا جائے باعثِ فلاح وسببِ نجات ہے اور خَلَف (بیٹے یا جانشین) کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طریقہ سے نیکی و احسان کریں چنانچہ احادیث میں مذکور ہے کہ وَلَدِ صالح (یعنی نیک بیٹا) اپنے باپ کے لیے دعا کرتا ہے اور یہ خیال نہایت جہالت ہے کہ تلاوتِ قرآن وثواب رسانی اہلِ قبور کی عبارت ہے۔''

(فتاویٰ عزیزی اردو مترجم صحہ ۵۳۲، ۵۳۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)

اب غیر مقلدین شاہ عبدالعزیز پر لگائیں فتویٰ کیا لگاتے ہیں۔

''خلاصۃ الفقہ'' میں بحوالہ ''زادالبیب'' لکھا ہے

اما اگر کسے از ملك خود طعام کند در حلق رنجوراند بے شبہ حلال بود۔ زیرآنکہ آنحضرت ﷺ بروح حمزہ طعام شام، سیوم، و دهم، روز شش ماہ و سالها دادہ و اصحاب نیز ایں چنیں کردہ اند هر کہ ازیں منکر باشد فعل رسول علیہ السلام و اصحاب منکر شدہ باشد۔

نیز ''طبرانی'' نے ابن عمر سے روایت کیا ہے:

قالِ رسول الله ﷺ اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فليجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرها ولا ينتقص من اجره شيئا. كذا فی شرح الصدور صفحہ ۱۲۹

ترجمہ: یعنی ''جب کوئی نفلی صدقہ اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے تو ان کا اجر اس کے ماں باپ کو ملے گا۔ صدقہ دینے والے کو بھی خسارا نہ ہوگا۔ اس کو بھی ویسا ہی ثواب ہوگا۔''

یہ نہ کہیں کہ حضور نے سامنے رکھ کر دعا نہیں کی۔ دعا کی ہے۔ دیکھو ''مشکوٰۃ'' صفحہ ۵۳۰۔

عن ابی هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر يا رسول الله ادّعهم بفضل ازا و ادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة فقال نعم. فدعا بنطع بنسبط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل يجئ بكف ذرة يجئ الا خر بكف تمر و يجئ الا خر بكسرة حتى اجتمع على النطع شيئى يسير فدعا رسول الله بالبركة. الخ

مختصر اس کا یہ ہے۔ ''روایت ہے ابوہریرہ سے جب ہوا دن غزوۂ تبوک کا پہنچی۔ [لو]گوں کو بھوک شدید پس کہا عمر نے یا رسول اللہ منگوایئے لوگوں سے بچا ہوا توشہ (یہاں [...]ک) کہ دعا کی آپ نے اس پر۔'' الخ

اہل سنت و جماعت نے جان لیا ہوگا کہ کھانے پر قرآن سے چند آیات پڑھ کر
مانگی روحِ میت کو ثواب اس کلام الٰہی و صدقہ کا بخشا اس کے لیے بخشش خدا سے طلب کر
مطابق سنتِ حمیدیہ کے ہے منع نہیں طیبی کے قول کا جواب گذر چکا ہے۔

قولہ: ''یہ مجلس جو متصارف ان شہروں میں ہے۔ بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کوئی دلائل شرعیہ اس کے ثبوت پر قائم نہیں ہیں اور جو امر کہ ایسا ہو وہ بدعتِ سیئہ اور نامشروع ہے۔ ادنیٰ درجہ بدعتِ سیئہ کا مکروہ ہے۔ قال ابن الحاج فی المدخل ''الخ.

قولِ ابن الحاج کے بیان میں

اقول: ابن الحاج کی بابت پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اب مختصر سنئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''مَا ثَبَتَ بِالسنہ'' کے صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں:

و لقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثه الناس من البدع والاھواء والغناء بالالات المحرمات عند عمل المولد الشریف. الخ

(ما ثَبَتَ بالسُّنَّةِ، عربی، صفحہ ۲۹۰، اردو ترجمہ صفحہ ۸۶ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار، کراچی)

(ترجمہ) ''البتہ تحقیق ابن الحاج نے ''مدخل'' میں بہت انکار کیا ہے۔ ان چیزوں پر کہ لوگوں نے میلاد شریف کے وقت طرح طرح کی بدعات اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا بجانا ایجاد کیا ہے۔''

پس مخالف کے لیے یہ دلیل بھی کافی نہ ہوئی کیونکہ اس نے تو آلاتِ محرمہ کو منع کیا ہے۔ اصل میلاد کو نہیں۔

فاکہانی کو علم نہ [۲۳] ہونے سے میلاد نا جائز نہیں ہوسکتا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

(۲۳) مولوی عبدالحی فرماتے ہیں: ''ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بہ سبب وجود در خیر الازمنہ یا بسبب اندراج زیر سند شرعی در کسے اندیش را منکر نشدہ مگر یک طائفہ قلیلہ کہ سرگروہ آں طائفہ تاج الدین فاکہانی مالکی است و او را طاقتے نیست کہ

کہ ''شیخ ابو الفضل ابن حجر نے اس کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔'' وہ لکھتے ہیں:

و قد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت وهو ما ثبت فی الصحیحین من ان رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود و یصومون یوم عاشراً فسالهم فقالوا هذا یوم اغرق الله تعالٰی فرعون فیه ونجا موسٰی فنحن نصومه شکر الله تعالٰی فقال انی احق بموسٰی منکم فصامه و امر بصیام.

ترجمہ: یعنی ''مجھ کو اس کی اصل ثابت ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ ''بخاری'' ''مسلم'' میں ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے یہود کو دیکھا کہ دسویں تاریخ محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا کہ کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو یہود نے کہا: آج کے روز فرعون کو خدا نے غرق کیا اور موسیٰ کو نجات بخشی اُس کے شکریہ میں ہم روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ موسیٰ سے علاقہ ہم کو ہے۔ آپ نے بھی روزہ رکھا لوگوں کو روزہ (رکھنے) کا حکم کیا۔''

پس علاوہ اور ثبوت کے اس طریق سے بھی ثابت ہوا کہ دن معین کرنا اور اس روز خوشی کرنی اس میں کچھ عبادت کرنی خدا کی یاد میں لگا رہنا مستحب ہے۔ قتادہ سے روایت ہے:

= مقابلہ بعلماء مستنبطین کہ فتویٰ بہ ندب ذکر مولد دادند کند پس قولش دریں باب معتبر نیست۔'' (مجموعہ فتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۱۳ ھکذا فی جلد الثالث صفحہ ۱۲۸)

(ترجمہ: ''ذکرِ مولد فی نفسہ مندوب ہے چاہے خیر الازمنہ (خیر القرون) میں وجود کی وجہ سے ہو یا سندِ شرعی کے تحت اندراج کی وجہ سے اور کسی نے اُسے مندوب ہونے سے انکار نہیں کیا ہے مگر ایک چھوٹے گروہ نے جن کا سرغنہ تاج الدین فاکہانی مالکی ہے اور اُس کو علمائے مستنبطین کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے جنہوں نے ذکرِ میلاد کے مندوب ہونے کا فتویٰ دیا ہے پس اس کا قول ماننے کے لائق نہیں۔''

(فتاویٰ عبدالحی کتاب الحظر و الاباحۃ جلد دوم صفحہ: ۱۶۲، ۱۶۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ان رسول الله ﷺ سئل من صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی. رواہ مسلم جلد صفحہ ۳۶۸

(ترجمہ) یعنی ''پوچھا گیا آپ سے پیر کے روزے کی بابت تو آپ نے فرمایا کہ جس روز میں پیدا ہوا ہوں اُسی روز مجھ پر وحی اتری۔''

پس حضور ﷺ کے اپنی ولادت کے دن روزہ رکھنے سے ہمیں بھی یہ لازم ہے کہ اس روز کچھ عبادت کریں روزہ رکھیں یا صدقہ کریں۔ مجلس قائم کر کے آپ کے اوصاف جن کی ہمیں خوشی ہے سنائیں یا سنیں کیونکہ ہم پر بھی خدا کا بہت احسان ہے کہ خدا نے ہمیں ایسا نبی بھیجا جو رحمة للعٰلمین ہے۔

لقد من الله علی المؤمنین.

میلاد کی مذکورہ بالا حدیث نظیر ہے۔

قولہ: ''چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی'' الخ۔

قول مجدد الف ثانی کے بیان میں

اقول: مجدد صاحب کا انکار اس مجلس سے تھا جس میں اور بھی منہیات ممنوعات تھے ورنہ اصل میلاد کو وہ بھی منع نہیں فرماتے۔ دیکھو وہ فرماتے ہیں:

امروز طعام ہائے متلون فرمودہ ایم کہ بر روحانیت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ببرند و مجلس شادی سازند الخ۔

''مکتوبات'' جلد ثالث مکتوب صد و ششم نیز مکتوبات جلد ثالث صفحہ ۱۱۶ مکتوب ہفتاد و دوم ملاحظہ فرماویں۔ وھو ھذا۔

''دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصورت حسن در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است'' الخ۔

مجدد صاحب کا قول بھی آپ کو مفید نہ ہوا۔ جن کو مجدد صاحب نے منع کیا تھا۔

یہ تھا کہ مجلسِ سرود وغیرہ میں ذکرِ میلاد شروع کر دیا جاتا تھا۔ انہوں نے ایسی مجلس میں ذکر میلاد منع کیا ہے۔ ورنہ جس کی قرآن و حدیث میں نظیریں کثرت سے مل سکیں ان کا وہ کب انکار کر سکتے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نقشبندی مجددی دہلوی مدنی ''مقاماتِ سعیدیہ'' میں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے حالات میں فرماتے ہیں۔ عبارت ان کی یہ ہے:

میفرمودند کہ خواندن مولود شریف و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب ست و دریں باب رسالہ خاص دارند و دوران تحقیق فرمودند کہ منع حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ از مولود خوانی محمول بر سماع و غناء است لا غیر انتہت بحر وفہا۔

قولہ صفحہ ۱۳: ''قاضی ثناء اللہ نے اپنی ''تفسیر مظہری'' میں عرس کو منع فرمایا ہے۔ لا یجوز'' الخ

اقول: پہلے دیکھنا چاہیے کہ عرس کیا چیز ہے کس کو کہتے ہیں عرس ہے سال بہ سال جمع ہونا اس تاریخ پر جس تاریخ میں صاحبِ قبر کا انتقال ہوا ہے۔ اور ثواب تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و صدقہ و استغفار سے میت کی مدد کرنی۔ اب بتائیے کہ اس میں کون سی چیز ناجائز ہے دعائے خیر و صدقہ و استغفار سے میت کو فائدہ پہنچنے کا ثبوت تو میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ وہاں دیکھیے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ رہا سال بہ سال قبر پر آنا اس کی بابت سنئے۔

ان رسول الله ﷺ کان یأتی قبور الشهداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هکذا یفعلون. تفسیر کبیر جلد۵ صفحہ ۲۰۶

(ترجمہ) یعنی ''تحقیق رسول خدا ﷺ سال بہ سال آیا کرتے تھے۔ شہداء کی قبروں پر اور یہ کہا کرتے تھے۔ السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

وہ بھی سال بہ سال شہداء کی قبروں پر جایا کرتے تھے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ سال بہ سال قبرستان میں جانا صدقہ وخیرات واستغفار سے امدادِ اموات کرنی منع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

نیز ''زبدۃ النصائح'' صفحہ ۴۲ میں شاہ عبدالعزیز صاحب حدیثِ مذکورہ بالا سے ہی تعینِ عرس جائز فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔ ''آمدے (۲۴) زیارت'' الخ۔ (زبدۃ النصائح صفحہ ۴۲ مطبوعہ در مطبع محمدی، کانپور، سن اشاعت ۱۲۶۷ ہجری) چنانچہ پہلے مجموعہ فتاویٰ سے میں لکھ چکا ہوں وہاں دیکھیں ایسا ہی شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۴۰ میں سوال عرس کے جواب میں لکھا ہے۔ قاضی ثناء اللہ نے بھی اپنے خیال سے یہ لکھا ہے۔ اس واسطے کہ قبر کو سجدہ اور طواف جائز نہیں، قبر کو مسجد نہ بنائیں، عید کی طرح خوشی نہ کریں۔ ان کا یہ اپنا خیال بھی ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ ان کا یہی مطلب ہے کہ قبر کو سجدہ نہ کریں عید کی طرح خوشی نہ کیا کریں ایسا کون کرتے ہیں وہ جو جاہل ہیں سال بہ سال جمع ہو کر صدقہ وخیرات وتلاوتِ قرآن و استغفارِ میت کو انہوں نے نہیں منع کیا ان کی عبارت کو غور سے دیکھئے۔

مولانا مولوی عبدالحی صاحب نے اپنے ''فتاویٰ'' صفحہ ۷۰ جلد سوم میں اسی سوال کے جواب میں عرس کو جائز اور مستحسن لکھا ہے۔ اور حدیث **لا تجعلوا قبری عیداً** (۲۵) کا

(۲۴) پوری عبارت اس کی پہلے گزر چکی ہے۔ امام الدین عفی عنہ

(۲۵) اول تو یہ حدیث ہی ضعیف ہے پہلے اس کی سند لکھو پھر پیش بھی کرنا خدا نے جب کہا ہے:

ولو انهم اذا ظلمو انفسهم جاؤك فاستغفر الله واستغفر لهم الرسول لوجدو الله توابا رحيما۔

(ترجمہ) یعنی ''جن لوگوں نے ظلم کیا تھا اپنے نفسوں پر اگر آتے حضور ﷺ کے پاس بخشش مانگتے اللہ سے اور حضور بھی ان کے لیے بخشش مانگتے تو اللہ کو بیشک پاتے توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی کرنے والا۔''

دیکھو اس میں حضور کے پاس آنے کا حکم ہے۔ خواہ وہ ایک ہو یا دو یا جماعت کی جماعت جتنے بھی گنہگار ہوں سب کو حضور ﷺ کے پاس جانے کا حکم ہوتا ہے عام ہے کہ آپ روبرو ہوں یا پوشیدہ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر جمع ہو کر جانا منع نہیں۔ ۱۲

یہی مطلب ہے کہ عید کی سی خوشی نہ کرو یا عید کی طرح سال بہ سال میں ہی نہ آیا کرو۔ بلکہ اور وقت بھی آیا کرو۔

قبروں پر روشنی کا بیان

قولہ: لعن الله زائرات القبور والتخذين عليها السرج والمساجد الخ۔

اقول: مولانا ان الفاظِ مرتبہ سے کوئی حدیث ہی نہیں ہاں ایک ضعیف حدیث اس طرح ہے:

والمتخذين عليها المساجد السرج.

اب سنئے اس حدیث کا حال اس کی سند میں ابی صالح جس کو باذام یا باذت کہتے ہیں غیر مقلدوں کے علامہ شمس الحق ''عون المعبود شرح ابوداؤد'' کی جلد ثالث صفحہ ۲۱۲ میں لکھتے ہیں:

فان ابا صالح هذا هو باذام يقال باذات مولى ام هانى بنت ابى طالب.

اور یہ بھی لکھا ہے:

و قد قيل انه لم يسمع من ابن عباس.

یعنی ''اس نے ابن عباس سے نہیں سنا۔''

''تقریب التہذیب'' میں لکھا ہے:

ابو صالح مولى ام هانى ضعيف مدلس من الثالثة.

یعنی ''ابوصالح ضعیف اور مدلس ہے۔''

''تہذیب التہذیب'' صفحہ ۴۱۶ جلد اول میں ہے:

قال عبدالحق فى الاحكام ان اباصالح ضعيف جدا انكر عليه ذالك ابن القطان فى كتابه وقد قال الجوزقانى انه متروك قال الازدرى كذاب قال ابواحمد الحاكم ليس بالقوى عندهم.

ایسا ہی ''میزان الاعتدال'' جلد اول صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ جب ابو صالح کا حال سن چکے ہو کہ وہ سخت مجروح ہے پھر اس کا سننا بھی حضرت ابن عباس سے ثابت نہیں تو پھر کیونکر اس کی روایت سے دلیل بن سکتی ہے۔ مساجدِ قبور کا تو کوئی اختلاف نہیں وہ سب کے نزدیک منع عرس وغیرہ میں کوئی قبر پر نماز نہیں پڑھتا نہ کوئی قبر کو قبلہ تصور کرتا ہے۔ رہا بزرگوں کے مزار پر چراغ روشن کرنا سو اس کی بابت عرض ہے کہ ولیوں کی قبروں پر چراغ روشن کرنا کوئی منع نہیں بلکہ پسندیدۂ خدا اور رسول ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب.

(ترجمہ) یعنی ''جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی پس یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔''

امام نووی ''شرح مھذب'' میں اور علامہ نوردین علی سمھودی نے ''جواھر العقدین'' میں تحریر فرمایا ہے:

لان علماء الدین من اعظم شعائر اللہ.

(ترجمہ) یعنی ''علمائے دین اعظم شعائر اللہ ہیں۔''

شاہ ولی اللہ ''الطاف القدس'' میں لکھتے ہیں کہ

''شعائر اللہ عبارت از قرآن و پیغامبر کعبه و اولیا اللہ است و هر چه منتسب بخدا بود۔''

اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین اولیائے کرام کی تعظیم ضروری ہے۔ تفسیر ''روح البیان'' جلد اول صفحہ ۸۷۹ میں ہے:

و کذا ایقا والقنادیل والشمع عند القبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم لو لاجلال ایضا لك و لیاء فاالمقصد فیھا مقصد حسن و نذر الذیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم محبة فیھم جائز ایضاً لا ینبغی النھی عنه.

(ترجمہ) یعنی ''اس طرح ہے مزاراتِ اولیاء و صلحاء کے نزدیک چراغوں کا جلانا

فانوسوں کا جلانا یہ بھی تعظیم و تکریم سے ہے اور مقصود اس میں اچھا ہے۔ اور نذر روغن و شمع کی اولیاء اللہ کے لیے جو ان کی قبروں کے پاس جلایا جاتا ہے۔ یہ بھی ان کی تعظیم و محبت کے لیے ہے اور یہ جائز ہے۔ اس سے منع کرنا لائق نہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء کی قبروں پر چراغ روشن کرنا منع نہیں بلکہ موجبِ نجات ہے۔

''حدیقۃ الندیہ بہ شرح طریقہ محمدیہ'' میں ہے:

اخراج الشموع الی راس القبور بدعة و اتلاف کذا فی البزازیة انتھی و ھذا کله اذا خلاعن الفائدة و اما اذا کان فی موضع القبور مسجدا او کان القبور علی الطریق او کان ھناك احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من العلماء المحققین تعظیما لروح المشرفة علی تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلام للناس انه ولی لیتبرکوا به و یدعوا اللہ تعالٰی عنده و یستجاب لھم فھوا مرجائز لا یمنع منه والاعمال بالنیات.

(ترجمہ) یعنی ''قبر کے نزدیک چراغیں روشن کرنا بدعت و اسراف کرنا مال کا ہے جیسا کہ ''فتاویٰ بزازیہ'' میں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ فائدہ نہ ہو لیکن جبکہ قبروں میں مسجد ہو یا قبرستان راستہ میں ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی کی خانقاہ ہو یا کسی عالم کا مقبرہ ہو تو چراغ روشن کرنا اور لے جانا منع اور بدعت نہیں۔ اگر کسی بزرگ کی قبر ہو تو وہاں روشنی کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ متبرک مقام ہے استجاب (قبولیت) کا موجب (لازم کرنے والا) ہے اس نیت سے قبر کے پاس چراغ جلانا منع نہیں کیونکہ کام نیت پر موقوف ہے۔'' (حدیقہ ندیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

پس خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ولیوں کی قبروں پر چراغ روشن کرنا منع نہیں بلکہ موجب ثواب ہے۔

قولہ: ''مولوی اسماعیل صاحب عالم صالح متقی'' الخ تا ''تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے۔''

اقول: **مولوی اسمٰعیل پر فتویٰ دیکھنا ہو یا اس کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' پر عمل کرنے یا اس کو پاس رکھنے اسکے کا حکم دیکھنا ہو تو کتاب ''بھونچال بر لشکرِ دجال'' صفحہ ۴۹ تا ۵۸ اور ''ابطال الاباطیل'' صفحہ ۱۶ تا ۱۷ اور ''دوگاڑہ'' ''خدائی لاندھیوں کی فناہی'' اور ''الکوکبۃ الشہابیۃ'' ''سل السیوف الہندیہ'' و ''فتاویٰ حرمین شریف'' مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی و ''ازالۃ العار'' دیکھو۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بیشک ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بشرطیکہ مندرجہ عقائد کتاب ''تقویۃ الایمان'' سے توبہ نہ کی ہو بے توبہ مر گیا ہو۔**

مولوی محمد حسین کے اشعار میں کوئی آیت، حدیث نہیں جو لائقِ جواب ہو، تاہم بھی اس کا جواب شعروں میں ''تحفہ حنفیہ'' میں چھپ چکا ہے۔ وھو ھذا:

مباح حسب روایت ہے محفلِ میلاد — روا از روئے درایت ہے محفلِ میلاد
ضرور موردِ رحمت ہے محفلِ میلاد — کہ بزم ذکر ولادت ہے محفلِ میلاد
شعائر اہل محبت ہے محفلِ میلاد — عدو کی جان پر آفت ہے محفلِ میلاد
کلید مخزنِ برکت ہے محفلِ میلاد — در مدینۂ رحمت ہے محفلِ میلاد
بیان تولد حضرت کا جس مقام میں ہو — اسی جگہ سے عبادت ہے محفلِ میلاد
رسول پاک نے یہ خود بیاں فرمایا — نہیں خلافِ روایت ہے محفلِ میلاد
ہوا جب ایسا عمل صحابہ سے منقول — کہاں سے کہتے ہو بدعت ہے محفلِ میلاد
سماں یہ دیکھنے سے رکھتا ہے تعلق خوب — زمیں پہ صورتِ جنت ہے محفلِ میلاد
درود پڑھ کے محبت کا دے رہے ہیں ثبوت — یہ مومنوں کی علامت ہے محفلِ میلاد
ادب سے بیٹھے ہوئے حاضرینِ محفل میں — ثبوتِ حسنِ عقیدت ہے محفلِ میلاد
ادب سے اپنے پیغمبر کا نام لیتے ہیں — نشانِ الفتِ حضرت ہے محفلِ میلاد

ادب سے بیٹھتے ہیں اور ادب سے اُٹھتے ہیں — رسولِ پاک کی حرمت ہے محفلِ میلاد
قیام یہی ہے ضرور ایک امرِ مستحسن — وہ مستحب ہے تو سنت ہے محفلِ میلاد
ہزاروں ایسے ہیں اہلِ علوم ماضی و حال — کہ جن کے قول سے حلّت ہے محفلِ میلاد
تمہارے منع پہ پھر کون اعتبار کرے — کہ ان سے صاف اجازت ہے محفلِ میلاد
محققانہ نظر گر کرو تو ہو معلوم — پسند اہلِ حقیقت ہے محفلِ میلاد
کوئی دلیل بھی ہے اور کوئی حجت بھی — جو کہہ رہے ہو کہ بدعت ہے محفلِ میلاد
کسی فقیہ و محدث سے کب یہ ثابت ہے — کہ مصطفیٰ کی حقارت ہے محفلِ میلاد
نہ کیوں فلک سے مَلَک اس جگہ نزول کریں — کہ بزمِ قدس کی صورت ہے محفلِ میلاد
نہ کیوں شگفتہ ہو پژمردہ دل یہاں آکر — بہارِ گلشنِ صنعت ہے محفلِ میلاد
جہاں ہو جلوہ نما انبیاء و شاہ رسل — وہ بارگاہِ کرامت ہے محفلِ میلاد
جہاں ہے فضلِ الٰہی کا شامیانہ بپا — وہ بزم گاہِ فضیلت ہے محفلِ میلاد
اب اس کے بعد نہ دل میں کبھی سمجھنا تم — کہ جائے طعن و ملامت ہے محفلِ میلاد
کوئی سبب بھی ہے معقول حضرتِ والا — کہ جس سے باعثِ نفرت ہے محفلِ میلاد
جو بدعقیدہ ہیں یاں کس لیے وہ شامل ہوں — کرے گا جس کو ارادت ہے محفلِ میلاد

نہ کیوں شریک ہو جو ہر یہاں دل و جان سے
کہ کارِ خیر سعادت ہے محفلِ میلاد

اب میں چند اشعار جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ عالم اہل سنت ماہر دین و ملت قامع بدعت اعلیٰ حضرت مرشدنا و ماوانا مولانا مولوی مفتی حاجی احمد رضا خان صاحب بریلوی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بیت در بارۂ میلاد شریف:

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے — ملحدوں کی کیا مروّت کیجیے
ذکر اُن کا چھیڑیے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکر آیاتِ ولادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — ''یا رسول اللہ'' کی کثرت کیجیے

کیجیے چرچا انہیں کا صبح و شام — جانِ کافر پر قیامت کیجیے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہہ — ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے
حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب — اب شفاعت بالمحبّت کیجیے
اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور — ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے
ملحدوں کا شک نکل جائے حضور — جانب ماہ پھر اِشارت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب — اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی — عشق کے بدلے عداوت کیجیے
والضحیٰ، حجرات، الم نشرح سے پھر — مومنو اِتمامِ حجت کیجیے
بیٹھتے اُٹھتے حضور پاک سے — التجا و استعانت کیجیے
یا رَسولَ اللہ ! دہائی آپ کی — گو شمالِ اہلِ بدعت کیجیے
غوث اعظم آپ سے فریاد ہے — زندہ پھر یہ پاک ملت کیجیے
یا خدا تجھ تک ہے سب کا مُنتہٰے — اولیاء کو حکمِ نصرت کیجیے

میرے آقا حضرتِ اچھے میاں
ہو رِضا اچھا وہ صورت کیجیے

ابیاتِ ازمولانا مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری

نہ ہوں شاد کیوں اہلِ دیں چارسُو — بفضل من اللہ فلیفرحوا
خدا کا بڑا ہم پہ احسان ہے — نبی ہم پہ بھیجا وہ ذیشان ہے
کریں کیوں نہ ہم انبساط و سرور — کیا ایسے سلطان نے ہم پہ ظہور
خدا خود کرے جب صفاتِ رسول — پڑھیں ہم نہ کیوں معجزاتِ رسول
یہ اہلِ سخن کی مثل خوب ہے — کہ محبوب کا ذکر محبوب ہے
پڑھے جو کہ میلادِ خیرالعباد — کرے اس کی اللہ پوری مراد

درود ایسے محبوب سبحان پر
سلام ایسے سلطانِ ذیشان پر

یہاں نام اُن محدثین وفقہاء کالکھا جاتا ہے جومیلاد کومستحب کہتے ہیں:

۱- شیخ عمر بن محمد الملاء الموصلی من الصالحین المشھورین
۲- علامہ ابوالخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے۔ ذکر الزرقانی اور علماء صلحا سلطان ابوسعید مظفر کی محفل میں آتے تھے۔ ان کی اسماء نگاری کہاں تک کی جائے جن کو جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:
حضر عندہ فیہ العلماء والصلحاء من عین نکیر منھم.
۳- علامہ ابوالطیب السبتی نزیل قوس من اجلۃ العلماء المالکیۃ ذکرہ الزرقانی
۴- امام ابوشامہ استادنووی
۵- علامہ ابوالفرج بن جوزی محدث فقیہہ حنبلی
۶- امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی
۷- امام القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جرزی
۸- حافظ محمد الدین ابن کثیر
۹- علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری
۱۰- علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللولوی الدمشق
۱۱- شمس الدین محمد ابن ناصرالدین دمشقی
۱۲- علامہ سلیمان برسوی
۱۳- علامہ ابوالقاسم شمس الدین
۱۴- املولی حسن البحری
۱۵- علامہ ابوالخیر سخاوی
۱۶- سید عفیف الدین شیرازی
۱۷- علامہ ابن حجر عسقلانی

۱۸- شیخ جلال الدین سیوطی

۱۹- محمد بن علی الدمشقی مصنف ''سیرۃ شامی''

۲۰- شیخ شہاب الدین صاحب قسطلانی صاحب ''مواہب لدنیہ'' وشارح صحیح بخاری

۲۱- نورالدین علی حلبی شافعی مصنف ''سیرت حلبی''

۲۲- علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح ''مواہب'' وغیرہ کتب احادیث

۲۳- علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملاّ علی قاری

انہوں نے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام ملکوں مصر وشام و روم واندلس ومغرب و بلادِ ہندوستان ومکہ مدینہ زادھما اللہ شرفاً جمیع بلادِ اسلامیہ سے اور لکھا اس میں ملاّ علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت یہ ہے کہ کوئی مشائخ وعلماء اس میں شامل ہونے سے انکار نہیں کرتا اگر میں شمار کروں جو میلاد کو جائز و مستحسن کہتے ہیں تو مجھ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کسی کو شوق ہو تو دیکھئے **''انوارِ ساطعہ''**۔ جب میلاد شریف کو علماء وصلحاء جائز فرماتے ہیں تو بموجب فرمانِ عالیشان ﷺ اس پر عمل کرنا واجب ہوا۔

روی عن ابی سلمه ان النبی ﷺ سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا فی سنة فقال ینظر فیه العابدون (۲۶)

(۲۶) محیط میں لکھا ہے:

ما رای المسلمون حسنا فهو عند الله حسن خصوصاً اذا استمر فی بلاد الاسلام والامصار لان العرف اذا استمسر نزل منزله لاجماع و كذا العادة اذا استمر و اشتهرت۔

ترجمہ: یعنی ''جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ خاص کر جب مسلمانوں کے ملکوں اور شہروں میں ہمیشہ جاری ہو جاتا ہے تو قائم مقام اجماع کے ہو جاتا ہے اور اسی طرح عادت بھی جب ہمیشہ جاری ہو اور مشہور ہو۔''

تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر محفلِ میلاد کا ثبوت بہیات کذا یہ نص سے تسلیم نہ کیا جائے تو بھی اس کے جواز اور استحباب کے واسطے عمل صلحاء وعلماء وفقراء واولیاء ومشائخِ امت عموماً وخصوصاً شرقاً وغرباً وجنوباً وشمالاً ہمارے لیے کافی ہے۔ (امام الدین کوٹلوی)

من المؤمنين. (سنن دارمی)

ترجمہ: یعنی ''نبی ﷺ پوچھے گئے ایسے امر سے جس کا ذکر بظاہر قرآن و حدیث میں نہ ہو تو آپ نے اُسے علماء کی نظر پر محمول فرمایا۔''

اور علماء کرام صدہا سال سے اس مجلسِ مبارک کو کرتے چلے آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے۔ فرماتے ہیں:

فمن اعرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما فی كتاب الله فان جاره امر ليس فی كتاب الله فليقض بما قضى به النبی ﷺ فان جاره امر ليس فی كتاب الله ولا قضى به نبيه فليقض بما قضى به الصالحون. الخ رواہ النسائی جلد دوم صفحہ ۲۶۴

(ترجمہ) یعنی ''جس شخص کو آج کے دن بعد کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کا فیصلہ قرآن سے کیا جائے۔ یعنی کلام اللہ سے فیصلہ کرے اور اگر قرآن میں وہ فیصلہ بظاہر نہ ملے تو حدیث پر فیصلہ کرے۔ اگر حدیث میں بھی وہ مذکور نہ ملے تو نیک لوگوں کے فیصلہ پر فیصلہ دے۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کے فیصلہ پر فیصلہ دینا چاہیے۔ چونکہ محفل میلاد تمہارے قول پر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوا تو بھی اس مجلس میلاد کا قائم کرنا حدیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کیونکہ نیک لوگوں کا فیصلہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد مستحسن اور مستحب ہے۔ چند اسماء گرامی بطورِ شہادت اوپر ذکر کیے گئے جو محفلِ میلاد کا منکر ہے وہ رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ فقیر نے عنداللہ سرخروئی حاصل کرنے کی غرض سے حق ظاہر کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

تقریظ

ازابی عبدالقادر محمد عبداللہ امام مسجد جامع کوٹلی لوہاراں مغربی برادرِ اکبر مصنف

ثبوت مولود شریف میں یہ رسالہ نہایت عمدہ پیرایہ میں لکھا گیا ہے اس کے استدلال وہ ہیں جو ہرگز ہرگز مخالف کو بشرطِ انصاف اُن میں سے کسی میں انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور انکار کس طرح سے ہو جب کہ اس کے اثبات میں علاوہ اور دلائل کے ایک ایسی زبردست دلیل پائی جاتی ہے کہ جس پر ہرگز چون و چرا نہیں کیا جا سکتا وہ یہ کہ پروردگارِ عالم نے اپنے پاک اور برگزیدہ کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم.

جس میں غور کرنے سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے یہاں اس امر میں اپنے محبوب کو مولود شریف کا ذکر فرمایا ہے کہ پہلے تمام مخلوق یا بعض کو جمع ومخاطب فرما کر اپنے پیارے حبیب کی پیدائش اور ان کی طرف آنے کی خبر دی۔ اور پھر ان کے صفات جمیلہ واخلاق حمیدہ کو بیان فرمایا کہ وہ اپنی امت پر نہایت مہربان ورحم والے ہیں اور ان کے ایمان وہدایت پر حریص ہیں اور انہیں اپنی امت کا محنت ومشقت، رنج وغم، درد والم میں مبتلا ہونا عذابِ الٰہی کی مصیبت میں گرفتار ہونا سخت ناگوار ہے اور یہی طریقہ مروجہ میلاد میں ہوتا ہے تو جو شخص اس کو بدعت یا زبوں (ذلیل) کہے تو وہ گویا اپنے رب کے طریقہ وفعل کو ناجائز وگمراہ کہتا ہے۔

تقریظ

مولوی محمد شریف (برادر مؤلف)

میرے بھائی نے لکھ کر ذکر محمود — کیا ہے مومنوں کے دل کو خوشنود
لکھا اثباتِ محفل میں رسالہ — دیا آیت حدیثوں کا حوالہ
بہت پُر زور ہیں اس کے دلائل — ہراک مومن ہے دل سے اس پر مائل
بہت عمدہ رسالہ یہ بنایا — فتاویٰ منکروں کا سب اُڑایا
ہمیں تو پہلے ہی اِس کا ہے اقرار — نہیں منکر کو بھی اب تابِ انکار
بھلا جس کو محبت کا ہو اقرار — کرے کیوں محفلِ سرور سے انکار
یہ مجلس موردِ رحمتِ خدا ہے — کہ اس میں شرح خلق مصطفیٰ ہے
نبی کا ذکر ہے ذکرِ الٰہی — حدیثوں میں ملے اس کی گواہی
خدا کے ذکر کی مجلس[27] لگانا — نتیجہ[28] اس کا ہے بخشش کا پانا
نبی کا ذکر ہے اللہ کو مرغوب — وہ ہے پیارا خدا کا اور محبوب
محبت جس کو ہے خیر الوریٰ کی[29] — وہی پاتا ہے بس رحمت خدا کی
کیا اونچا خدا نے ذکر ان کا[30] — ارے منکر تیرا ہے حوصلہ کیا
خدا اونچا کرے اور تُو گھٹائے — بھلا تُو کون جو اس کو مٹائے
خدا فرما چکا قرآن کے اندر — کرو تعظیم اور توقیرِ سرور
پھر اس کو شرک یا بدعت بنانا — سراسر اپنا ہے ایماں گنوانا
صحابہ نے پڑھی نعتِ پیغمبر — نبی کے سامنے اشعار پڑھ کر
نبی ذکر ولادت خود سنایا — صحابہ تابعینوں سے بھی آیا

یہ مجلس باعثِ رحمت ہے بھائی — یہ مجلس موجبِ برکت ہے آئی
نبی رحمت ہیں رحمت پر ہے فرحت — نبی نعمت ہے نعمت پر ہے فرحت
عرب میں گھر بہ گھر اس کا ہے چرچا — خدا کے گھر میں بھی ہے اس کا شہرا
مدینہ میں بھی ہے باصد و زینت — کریں میلاد میں اظہارِ فرحت
یمن میں روم میں اور شام میں بھی — مصر میں جابجا فرحت ہے اس کی
ابوشامہ جو نووی کا ہے اُستاد — لکھا ہے اس نے بھی جائز ہے میلاد
محدث ابن جوزی جو ہے مشہور — عماد الدین حافظ بھی ہے مسرور
سخاوی اور محدث ابن جزری — عراقی اور مجد الدین دہروی
جمال الدین و ہمدانی سیوطی — مصنف سیرت شامی و حلبی
شہاب الدین صاحب قسطلانی — محدث ابن حجر عسقلانی
وہ دمیاطی و اسماعیل حقی — خفاجی اور زرقانی و مکی
محدث شیخ عبدالحق کامل — محدث دہلوی بھی اس کا عامل
بہت علماء مشائخ اور بھی ہیں — مجوز محفلِ مولد سبھی ہیں
ڈرو ان سب کو مشرک نہ بناؤ — نبی سے شرم رب سے خوف کھاؤ

خدا ایسوں کے فتنہ سے بچائے
ہوا ان کی کسی کو نہ لگائے

(۲۷) صحیح بخاری
(۲۸) دیکھو شفا عیاض
(۲۹) بخاری، مسلم۔۱۲
(۳۰) ورفعنا لک ذکرک۔۱۲

مسلمانو! یہ فتوٰے ہے درجواب اُس استفسار کے جو کہ خواجگان منزل انجاب لاہور کی طرف سے دربارہ انعقاد مجلس مولد شریف وقیام مروجہ علمائے حنفیہ کرام کی خدمت میں پیش ہوا جس کو عالیجناب مولٰنا مولوی ابو نصر حکیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری نے رقم فرمایا۔ اور دیگر علمائے ہندوستان نے اپنے مواہیر وثبت دستخط سے مزین فرمایا۔ پس حنفی مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کو حرز جان بنا ویں یہ رسالہ تزائد نور ایمان ہے۔ کلید جنت و امان دوجہان ہے

المسمّٰی بہ

توضیح المرام

۱۳۳۶ ہجری

فی

اثباتِ المولدِ والقیام

بعد از تصحیح کمال عالم بےمثال اعلیحضرت مولٰنا احمد رضا خان بریلوی ادام اللہ فیوضہم
ذرۂ بےمقدار فقیر نظامی حکیم مولوی محمد عبدالحمید عفی عنہ حنفی القادری چشتی النظامی نے

بزم حنفیہ لاہور کی طرف سے شائع کیا

نام کتاب : توضِیحُ الْمَرَام

مولف : حضرت علامہ مولانا ابونصر حکیم محمد یعقوب قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح : امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی قدس سرہٗ

طبع اول : بزم حنفیہ لاہور ۱۳۳۶ ہجری

طبع دوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
0300-7259263 0315-4959263

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

استفتاء

سوال

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین بیچ ترتیب دیئے مجلسِ مولود شریف مروجہ کے۔ جس میں مولود خوان کو چوکی یا تخت یا ممبر پر بصد احترام بٹھاتے ہیں۔ اور مجلس کو اقسام اسبابِ زینت سے سجاتے ہیں۔ عُود بتیاں سلگائی جاتی ہیں۔ حاضرینِ مجلس کے عطر مَلا جاتا ہے۔ ہر قسم کے آدمی اُس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور مولد خوان اُن کے سامنے فضائل اور کمالاتِ صوری اور معنوی اور معجزاتِ باہرات اور حلیہ شریف اور مکارم اخلاقِ عظیمہ اور اوصافِ پسندیدہ اور مراحم اشفاقِ فخیمہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتاب اور سُنّت کے موافق بیان کرتا ہے اور وقت ذکرِ ولادتِ باسعادت کے قیام کرتا ہے۔ اور سب حاضرین مجلس بھی اُس کے ساتھ قیام کرتے ہیں اور پھر بآواز بلند دردِ دل کے ساتھ یک زبان ہو کر سب درود اور سلام پڑھتے ہیں:

یَا نَبِیْ سَلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلُ سَلَامُ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامُ عَلَیْکَ صَلٰوۃُ اللہ عَلَیْکَ

اُس وقت اُن کا ذوق وشوق عجیب نورانی جلوے دکھاتا اور خدا کی رحمتیں برساتا ہے۔ بعد اُس کے بیٹھ کر ولادتِ باسعادت اور رضاعت کے متعلق کچھ روایتیں بیان کرتا ہے۔ کبھی اسی قدر بیان کر کے ختم کر دیتا ہے اور کبھی بحسبِ استدعا وشوق حاضرین کے ذکر بعثت بر سالت اور معراج شریف وغیرہ کا بھی کرتا ہے اور بعد ختم کے بحسبِ مقدور بانی مجلس شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ سنت ہے یا بدعت اور بدعت ہے تو حسنہ یا سیئہ اور سیئہ ہے تو مکروہ ہے یا حرام یا مفسد؟ فاعل اُس کے اجر اور ثواب کے مستحق ہیں یا عذاب اور عقاب کے؟ بَیِّنُوْا وَ تُوجَرُوْا۔

الجواب

انعقادِ مجلسِ مولد شریف حضرت خیرالانام علیہ التحیۃ والسّلام کا مع مج
امور مندرجہ سوال مذکورہ علمائے اہل سنت و جماعت کے نزدیک مستحسن اور محمود ہے۔ مادۂ
سنت سنیّہ ہے۔ اور صورۃً بدعتِ حسنہ۔ فاعل اُس کے اجر اور ثواب کے مستحق ہیں اور
منکرانِ زمانہ عذاب اور عقاب کے۔ بچند وجوہ۔

وجہ اول: (سنت کی تعریف)

جاننا چاہیے کہ سنت علمائے دینِ متین کے نزدیک وہ فعل ہے جو قول یا فعل یا
تقریرِ حضرت رسول کریم ﷺ سے پایۂ ثبوت کو پہنچا ہو۔ اور نیز وہ فعل بھی جو قول یا فعل یا
تقریرِ خلفائے راشدین سے ثابت ہو بحوائے فرمان واجب الاذعان نبی اکرم ﷺ ک
عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ سُنّت میں داخل
ہے اور نیز وہ فعل جس کو کسی زمانے علمائے اُمّتِ مرحومہ نے مستحسن اور محمود جان کر نکالا ہو اور
وہ کسی طرح کتاب اور سنت کے خلاف نہ ہو۔ یعنی کتاب اور سنت اُس کا معارضہ نہ کرے
سنت کے تحت میں شمار کیا جاتا ہے۔

(بدعتِ حسنہ کا حدیث پاک سے ثبوت:)

کما قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً
فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ
مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ.

یہ حدیث شریف ''صحیح مسلم'' میں ہے۔ ''مجمع البحار'' اور ''شرح مسلم'' امام نو
میں اس حدیث کے یہ معنی لکھے ہیں ''جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک خواہ
طریقہ اُسی کا نکالا ہوا ہو یا اُس سے پہلے بھی تھا۔ پھر اُس کے بعد اُس طریقۂ حسنہ پر عمل کیا
گیا تو لکھا جائے گا۔ اُس شخص کے واسطے اُس قدر اجر اور ثواب کہ جس قدر سب عمل کر

والوں کو اُس کے بعد ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُس کو نہ دیں گے۔
بلکہ اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو اپنے خزانۂ بے نہایت سے ثواب دے گا۔'' ''مجمع البحار'' کی جلد
دوم کے صفحہ ۱۴۷ اور ''شرح مسلم'' کی جلد ثانی کے صفحہ ۳۴۱ میں مرقوم ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ بدعتِ حسنہ پر ثواب ملتا
ہے۔ ثواب بھی کیسا کہ اُن سب کے برابر جو اُس پر عمل کریں۔ قیامت تک اسی واسطے
علمائے اعلام نے واسطے ترویج علم دین کے وہ اصول قواعد ایجاد کیے جو نہایت مفید ثابت
ہوئے۔ اور اولیائے کرام نے قِسم قِسم کے مجاہدات اور اشغال قرونِ ثلاثہ کے بعد واسطے
تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے پیدا کیے۔ رحمۃ اللہ علیہم و علیہا اجمعین۔

(حدیث کی تشریح حضرت علامہ شامی کے قلم سے)

اسی واسطے شامی ''شارحِ دُرِّ مختار'' نے اوائل جلد اول میں لکھا ہے کہ ''یہ حدیث
قواعدِ اسلام سے ہے'' اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے تحریر فرمائے ہیں:
كُلُّ مَنْ اِبْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْخَيْرِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ كُلُّ مَنْ يَعْمَلُ بِهٖ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

دوسرا فائدہ یہ نکلا کہ بدعتِ حسنہ کی ایجاد کسی شخصِ معیّن اور زمانۂ مخصوص کے
ساتھ مقید نہیں۔ خواہ قرونِ ثلثہ میں ہو یا اُس کے غیر میں۔ اور نیز نکالنے والا بدعتِ حسنہ کا
صحابی ہو یا تابعی یا سوا اِن دونوں کے علمائے دین سے۔ اِس واسطے کہ مَنْ اس حدیث میں
کلمہ عام ہے نہ خاص۔ اور مقیّد کسی زمانہ کے ساتھ نہیں۔

(مخالفینِ میلاد کے معتمد مولوی اسحاق دہلوی صاحب سے بدعتِ حسنہ کا ثبوت:)

بلکہ خود مولوی اسحٰق صاحب سے جب سوال کیا گیا بدعت حسنہ سے۔ یعنی سائل
نے پوچھا کہ ''بدعت حسنہ محدود است بوقتے از اوقات یا غیر محدود است الیٰ

یوم القیامۃ" تو جواب دیا۔" غیر محدود است عند القائل تقسیمھا الحدیث مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً اِلٰی اٰخِرِہٖ" دیکھو مائۃ مسائل کو۔

(امداد السائل ترجمہ مائۃ مسائل صفحہ ۱۰ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے/ ۷ اعظم نگر لیاقت آباد کراچی)

از انجا کہ روایتیں ولادت اور رضاعت اور پیدائشِ نور اور ظہور بدوِ خلق اور معراج وغیرہ وغیرہ امور کی نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں۔ اور وہ طبقہ بہ طبقہ منتقل ہوتی ہوئیں ہم تک پہنچیں۔ اور ہم ان کو اپنے زمانہ کے آدمیوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور اسی طرح انقراض عالم تک منتقل ہو جاتی جائیں گی۔ سنت ہیں نہ بدعت۔ باقی امور جو اس مجلس میں ہیں۔ اُن کی اصل شرع میں ہے اور ممانعت نہیں۔ جیسا کہ تزئینِ مکان۔ و اہتمامِ ضیافت و تقسیمِ شیرینی وغیرہ۔ و قیام بروقت ذکرِ ولادتِ باسعادت۔ پس یہ سب بناء بر بجا آوری آدابِ تعظیم و تکریم حضرت ﷺ و ادائے شکر نعماتِ الٰہی علی الخصوص بر بعث ﷺ درمیان ہمارے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ بدعتِ حسنہ ہیں نہ سیئہ۔

(بدعتِ سیئہ کسے کہتے ہیں، علمائے اسلام سے اس کی وضاحت:)

اس واسطے کہ بدعتِ سیئہ وہ ہے۔ جو خلاف کتاب اور سنت کے ہو۔ جیسا کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔

یہ حدیث "صحیحین" میں موجود ہے۔

❁ شارحینِ حدیث مثل ملا علی قاری نے لفظ مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ کی شرح میں لکھا ہے:

فِیْہِ اِشَارَۃٌ اَنَّ اَحْدَثَ مَا لَا یُنَازِعُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ لَیْسَ بِمَذْمُوْمٍ۔

❁ اور "ابوداؤد" نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰی غَیْرِ اَمْرِنَا فَھُوَ رَدٌّ۔

❁ "سیرت حلبی" وغیرہ کتبِ معتبرہ مشہورہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَا اُحْدِثَ وَ خَالَفَ کِتَابًا اَوْ سُنَّۃً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَھُوَ الْبِدْعَۃُ الضَّالَّۃُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَیْرِ وَ لَمْ یُخَالِفْ مِنْ

ذَالِکَ فَھُوَ الْبِدْعَۃُ الْمَحْمُوْدَۃُ۔

❁ اس روایت کو "بیہقی" نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

❁ اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" کی جلد ثانی میں تحریر فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمَحْذُوْرُ بِدْعَۃٌ تُرَاغِمُ سُنَّۃً مَامُوراً بِھَا۔

یعنی "بدعت وہی منع ہے جو عناد رکھتی ہو کسی ایسی سنت سے جس کے قائم رکھنے کا ہم کو حکم ہے۔" اور "احیاء" کی جلد اول میں فرماتے ہیں:

وَلَا یُمْنَعُ ذَالِکَ مِنْ کَوْنِہٖ مُحْدِثًا فَلَمْ مِنْ مُحْدِثٍ حَسَنٌ۔

❁ اور کہا علامہ امام صدر الدین شافعی نے:

اَلْبِدْعُ اِذَا رَاغَمَتِ السُّنَّۃَ اَمَّا اِذَا لَمْ یُرَاغِمْھَا فَلَا یُکْرَہُ۔

❁ اور "فتاویٰ عالمگیری" جلد خامس میں ہے۔

وَکَمْ مِنْ شَیْءٍ اَحْدَاثًا وَھُوَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

❁ شیخ عزُّ الدین بن عبد السلام نے آخر "کتاب القواعد" میں فرمایا:

اَلْبِدْعَۃُ اِمَّا وَاجِبَۃٌ، کَتَدْوِیْنِ اُصُوْلِ الْفِقْہِ وَالْکَلَامِ فِی الجرح وَالتَّعْدِیْلِ وَ اِمَّا مُحَرَّمَۃٌ کَمَذْھب الْجَبْرِیَّۃِ وَالْقَدْرِیَّۃِ وَ اِمَّا مَنْدُوْبَۃٌ کَاَحْدَاثِ الْمَدَارِسِ وَ کُل اِحْسَانٍ لَمْ بَیْنَ فِی الْعَھْدِ الاوّلِ وَ اِمَّا مَکْرُوْھَۃٌ کَزُخْرُفَۃِ الْمَسَاجِدِ عِنْد الشافعی و اما عند الْحَنَفِیَّۃِ فَمَبَاحٌ وَ اِمَّا مُبَاحۃ کَالتَّوَسُّعِ فِیْ لَذِیْذ الْمَاکِل وَالمشآرب۔

اور یہی اقسام پنج گانہ بالا کو علامہ برکلی نے "طریقۂ محمدیہ" میں اور مناوی نے "شرح جامع صغیر" میں اور مُلا علی قاری نے "مرقات" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اشعۃ اللمعات" میں اور سید جمال الدین محدث نے "حواشی مشکوٰۃ" میں۔ اور علامہ ابن حجر مکی نے "فتح المبین" اور علامہ ابن عابدین نے "شرح درمختار" میں بیچ بحث امامت کے قائم رکھا ہے۔

❁ دیکھو علامہ شرنبلانی نے ''حاشیہ دَرَر و غرر'' میں لکھا ہے۔ نیت نماز کی دل سے ہوتی ہے۔ اور منہ سے کہنا اُس کا مستحب ہے:

وَالتَّلَفُّظُ بِهَا مُسْتَحَبٌّ اَیْ حَسَنٌ اَحَبَّهُ الْمَشَائِخُ لَا اَنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ لِاَنَّهٗ لَمْ یُثْبُتْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ طَرِیْقٍ صَحِیْحٍ وَّلَا ضَعِیْفٍ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ بَلِ الْمَنْقُوْلُ اَنَّهٗ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ کَبَّرَ فَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔

❁ اس کی نسبت ''دُرِّ مختار'' میں ہے کہ ''یہ سنّت ہمارے علماء کی ہے۔ شامی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علماء کا ہے۔''

❁ اور حلبی نے ''شرح کبیر منیہ'' میں لکھا ہے:

هٰذِهٖ بِدْعَةٌ لٰکِنَّ عَدَمُ النَّقْلِ وَ کَوْنِهٖ بِدْعَةً لَا یَنَافِیْ کَوْنُهَا حَسَنٌ۔

کہ ''اگر چہ یہ بدعت ہے مگر حسنہ ہے۔ اس کا نو پیدا ہونا اس کے حَسَن ہونے کے منافی نہیں۔''

بلکہ مقبول و محبوب ہے عند العلماء۔

❁ اور ''منیۃ المصلّی'' میں ہے:

وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ نیوٰی وَ یتکلّم بِاللِّسَانِ۔

❁ اور ''شرح وقایہ'' میں ہے:

وَالْقَصْدُ مَعَ لَفْظِهٖ اَفْضَلُ۔

❁ اور ''ہدایہ'' میں ہے:

وَ یُحْسِنُ ذَالِكَ لِاِجْتمَاعِ الْعَزِیْمَةِ۔

❁ اور قسطلانی ''مواہب لدنیہ'' میں کہ وہ شافعی مذہب ہیں بیان کرتے ہیں:

وَالَّذِیْ اِسْتَقَرَّ عَلَیْهِ اَصْحَابُنَا اِسْتِحْبَابُ النُّطْقِ بِهَا۔

❁ اور ''غنیۃ الطالبین'' میں حضرت غوث الاعظم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وضو کے باب میں:

یَنْوِیْ بِطَهَارَتِهٖ رَفع الحدثِ وَ مَحَلُّهَا الْقَلْبُ فان ذکر ذالك بلسانِهٖ مَعَ اعتقادِهٖ بقلبهٖ کان قَدْ اَتٰی بِالاَفْضَلِ۔

اس بناء پر وہ امور بھی بدعتِ حسنہ ٹھہرے نہ سیئہ۔

وجہ دوم: (حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے آپ کا میلاد پڑھا)

یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ اپنا مشتمل بر بعض مطالب مولد شریف مروجہ کے جس وقت کہ حضور پُرنور ﷺ غزوۂ تبوک سے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تھے۔ حضرت ﷺ سے اجازت لے کر مجمع میں پڑھا تھا۔ جس کے چند اشعار ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَ فِیْ   مُسْتَوْدِعٍ حَیْثُ یَخْصَفُ الْوَرَقُ

ترجمہ: ''یعنی آپ قبل ولادت شریف کے سایوں میں تھے۔ صُلب آدم میں جہاں برگ درختانِ بہشت بدن پر لپیٹے جاتے تھے۔''

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ   اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

ترجمہ: ''پھر اُترے آپ زمین پر صُلبِ آدم میں آدم کے ساتھ اُس وقت نہ بشر تھے نہ مُضغہ نہ علقہ۔''

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْکَبُ السَّفِیْنَ وَ قَدْ   اَلْجَمَ نَسْرًا وَ اَهْلَهٗ غَرَقٌ

ترجمہ: ''بلکہ صُلبِ نوح میں آپ نطفہ تھے سوار کشتی پر اس حال میں کہ ڈبو دیا بُت نَسر اور اُس کے پجاریوں کو طوفان نے۔''

تُنَقَّلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رِحَمٍ   اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَاءَ طَبَقٌ

ترجمہ: ''آپ منتقل ہوتے رہے ایک پشت سے طرف ایک رحم کے، جب گذر گیا ایک عالم ظاہر ہوا دوسرا طبقہ۔''

وَرَدْتَ نَارًا لِخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا   فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یُحْتَرَقُ

ترجمہ: ''آپ نازل ہوئے نار خلیل میں درانحالیکہ صُلبِ خلیل میں چھپے

ہوئے تھے پھر وہ کس طرح سے مجلتے، آپ منتقل ہوتے رہے اصلابِ
کریمہ سے ارحامِ طیبہ میں۔''

حَتّٰی احْتَوَیٰ بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ خندفٍ عُلْیَا تحتها النُّطُقُ

ترجمہ: ''یہاں تک کہ گھیر لیا آپ کے شرف (نزول اجلال) نے نسلِ
خندف سے اُس عزت کو کہ سب بلندیاں اس کے نیچے ہیں کہ آپ
کے فضل عظیم پر شاہد ہے۔''

وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَ تْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

ترجمہ: ''اور آپ جب پیدا ہوئے روشن ہوگئی زمین اور روشن ہوگیا آپ کے
نور سے آسمان۔''

فَنَحْنُ فِیْ ذَالِكَ الضیاءِ وَفِی النُّورِ سُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: ''پس ہم سب اُسی روشنی اور نور میں مستغرق ہیں اور ہدایت کے
رستوں پر چل رہے ہیں۔''

(معجم الکبیر طبرانی جلد۳، صفحہ ۹۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، مستدرک حاکم، جلد۴، صفحہ: ۴۲، ۴۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی، الخصائص الکبریٰ جلد۱، صفحہ: ۶۷، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ محلہ جنگی پشاور)

ان اشعار میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کمال جلالت قدر و رفعت اور ولادت باسعادت مفخرِ موجودات ﷺ کو نہایت پاکیزہ طور سے بیان فرمایا ہے۔ مجلس مولد شریف میں بھی یہی بیان کیا جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مختصر بیان فرمایا اور ہمارے اس زمانہ میں مطوّل اور مفصل بیان کیا جاتا ہے۔ پس اس توجہ سے مولد شریف کا پڑھنا، پڑھانا سنت ٹھہرا نہ بدعت۔ اس واسطے کہ حضور ﷺ کے حکم سے پڑھا گیا اور حضور کے سامنے پڑھا گیا اور صحابی جلیل القدر نے پڑھا پس سنت اس عملِ خیر کی فرمان اور تقریر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوگئی۔

اس حکایت کو ''مواہب'' اور اس کی ''شرح'' میں امام قسطلانی اور زرقانی اور طبرانی وغیرہ محدثوں سے روایت کیا ہے۔

وجہ تیسری

یہ ہے کہ جو کچھ اخلاقِ عظیمہ اور اوصافِ فخیمہ آپ کے حق سُبحانہ و تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمائے اور جو کچھ کہ حضرت ﷺ نے اپنے نور کی پیدائش اور بدوِ خلق کی کیفیت اور اپنی ولادتِ باسعادت بقیدِ یوم وکیفیتِ رضاعت اور معراج اور نزولِ وحی اور تبلیغِ رسالت اور انعامات اور اکراماتِ الٰہی نسبت بہ ذاتِ خود اپنے اصحاب کے رُوبرو بیان فرمائے۔ اور اُنہوں نے یعنی صحابہ نے تابعین کے سامنے ذکر کیے اور تابعین نے تبع تابعین سے بیان کیے اور تبع تابعین سے طبقہ بہ طبقہ روایۃً ہم تک پہنچے اور ہم اُنہی روایات کو اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ پس بیانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بدعت نہ ہوا۔ نہ تابعین، تبع تابعین کا بُرا ٹھہرا۔ ہمارا پڑھنا، پڑھانا (کیسے) بدعت ہوگیا۔ حرام ہوگیا، شرک بن گیا۔ کس قدر اندھیر ہے اور کور بینی (ہے) مانعینِ مولد شریف کی حالانکہ یہ فعل سنتِ متواتر ٹھہرا۔ جس کا ثبوت یہ کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ سے اِلَی الآن (اِس وقت تک) معمول بہ ہے۔

وجہ چوتھی:

یہ کہ اس مجلسِ مولد شریف میں شکریہ نعمتِ الٰہی کا ادا کیا جاتا ہے اور ادا کرنا شکریہ نعمتِ الٰہی کا بندوں پر ضروری ہے۔ چنانچہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے آلِ داوٗد علیہ السلام کو حکم شکر بجالانے کا کیا۔ قولہ تعالیٰ:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ.

(پارہ:۲۲، سورۂ سبا، آیت:۱۳)

اور ہم کو حکم ہوا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ.

(پارہ:۱۳، سورۂ ابراہیم، آیت:۷)

یعنی ''اے اُمتِ محمدیہ اگر تم شکر کرو گے (کسی نعمت کے مل جانے پر) تو ہم اُس نعمت کو بڑھا دیں گے۔ اور اگر تم نے ناشکر گذاری کی تو بس یاد رکھو کہ ہمارا عذاب بھی بڑا

سخت ہے۔"

اور حضور نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (پارہ:۳۰،سورۃ الضحیٰ،آیت:۱۱)

اسی واسطے حضرت ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُكْرٌ.

پس ترتیب مجلسِ میلاد شریف کی واجب ثابت ہوئی نہ معصیت۔ بلکہ وہ اُس کا فرد ہے جس کے ترک میں وعیدِ عذابِ شدید کا ہے۔

وجہ پانچویں: (صحابۂ کرام سے اصلِ میلاد شریف کا ثبوت:)

"صحیح مسلم" میں ہے کہ "ایک دن رسول خدا ﷺ ایک حلقۂ صحابہ میں تشریف لائے اور اُن سے دریافت کیا کہ تم لوگ کیسے بیٹھے ہوئے ہو۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں۔ اور اُس کا شکر بجالاتے ہیں۔

عَلٰی مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا.

یعنی "ہم اس بات کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کی طرف اسلام کے اور احسان کیا ہم پر ساتھ اُس کے اِس واسطے کہ راہِ راست پر لگا دیا اس نے ہم کو۔" تب آپ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی کیا تم محض اسی واسطے یعنی ادائے شکر کے لیے بیٹھے ہو۔ عرض کیا: قسم اللہ تعالیٰ کی ہم اسی واسطے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو قسم اس واسطے نہیں دی کہ تم پر مجھ کو گمان جھوٹ کا ہو۔ بلکہ میرے پاس ابھی جبریل علیہ السلام آئے تھے اور یہ خبر لائے کہ

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةِ.

یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میری نعمت کا کیسا شکر کرتے ہیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ جلسہ شکریہ نعمت الٰہی کا کرتے تھے اور مجلس مولد شریف میں ادائے شکر نعمتِ الٰہی بھی کیا جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ جلسہ صحابہ کا ادائے شکر نعمتِ

اسلام پر مترتب ہوا تھا اور ہمارا یہ جلسہ مولد شریف اس کو بھی شامل اور اُس نعمتِ عظمیٰ کے شکر پر مشتمل ہے کہ وہ بانیٔ اسلام کی ولادتِ باسعادت اور بعثت و رسالت ہے۔

جب اُس نعمت پر اللہ تعالیٰ نے فخر صحابہ رضی اللہ عنہم کا فرشتوں کے درمیان کیا تو ضرور بانیانِ مجلس مولد شریف کا فخر بھی مَلَاءِ اعلیٰ پر گروہِ ملائکہ میں کیا جاتا ہوگا۔ زہے نصیب بانیانِ مجلس مولد شریف کے۔

وجہ چھٹی: (تفسیرِ کبیر سے محفلِ میلاد کے جواز پر استدلال)

یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر مسمّٰی بہ "تفسیر کبیر" میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے معانی اس طرح سے بیان کیے ہیں "اور بلند اور برتر کیا ہم نے ذکر آپ کا یعنی آپ کو نبی بنایا، مشہور کیا آپ کو زمین اور آسمان میں۔ اور پھیلا دیا ہم نے ذکر آپ کا اطرافِ عالم میں اور محبوب و مرغوب کر دیا ذکر آپ کا دلوں میں۔" یہ سب مطالب لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:

كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

يَقُوْلُ اَمْلَاءُ الْعَالَمِ مِنْ اِتِّبَاعِكَ كُلُّهُمْ يُثْنُوْنَ عَلَيْكَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ.

یعنی "اس آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم بھر دیں گے عالم کو تمہارے فرمانبرداروں سے وہ سب تمہاری تعریف کیا کریں گے اور درود بھیجا کریں گے تم پر ہمیشہ۔" یہ معنی بخوبی صادق آتا ہے انعقادِ مجلسِ مولد شریف پر۔ بیشک یہ محفلِ قدس مُنزّل مضمون آیتِ فیض ہدایت ورفعنا لك ذكرك میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی بکثرت تعریف کی جاتی ہے اور درود شریف بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے از انجا کہ بیان کیے جاتے ہیں اس مجلسِ مولد شریف میں کمالاتِ صوری اور معنوی آنحضرت ﷺ کے، اور معجزاتِ باہرات۔ اور ذکر کیے جاتے ہیں اس میں مکارمِ اخلاقِ عظیمہ اور مراحم اشفاقِ فخیمہ اور حلیہ شریف اور ذکر پیدائشِ نور اور ولادتِ باسعادت اور رضاعت باکرامت اور معراج شریف وغیرہ وغیرہ امور کا، پس داخل ہے یہ سب تحت میں مضمون يُثْنُوْنَ عَلَيْكَ کے اور خوب صادق آتا ہے اُس پر۔ اور جو کہ کثرت سے درود اور سلام پڑھا جاتا ہے اس میں داخل

ہے معنی تُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ میں اور باآواز بلند تخت مُرتفع یا منبر مُرتفع پر بیٹھ کر ذکر کیا جانا آپ کا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا پورا ثبوت دیتا ہے۔ پس عملِ مجلسِ مولد شریف تحت آیہ کریمہ داخل
اور محمود مستحسن ٹھہرا، نہ مذموم، مقبوح فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ۔

وجہ ساتویں: (صحابہ کرام کا آپس حضور کے فضائل سننا اور سنانا)

یہ کہ صدور اُولیٰ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے سے فرمائش کر کے
اوصافِ جمیلہ حضور ﷺ کے سنا کرتے تھے۔ چنانچہ ''شمائل'' میں ترمذی نے روایت کی ہے
کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ہند بن ابی ہالہ سے اور تھا وہ كَانَ
وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ کہ ''وہ بہت وصف کیا کرتے تھے حلیہ شریف کا۔''
وَ اَنَا اَشْتَهِيْ اَنْ يَصِفُ لِيْ شَيْئًا اتعلّقُ بِهٖ.
''اور میں چاہتا تھا کہ وہ وصف سنائیں صورتِ مبارک ﷺ کا کہ دل لگاؤں میں
اُس سے۔'' آپ صحابی اور نواسہ ہیں سردارِ دو جہان کے اور اصحابِ صحاح ستہ کے آئمہ
حدیث نے آپ سے قنوتِ وتر کی روایت کی ہے پھر بیان کیے ہند بن ابی ہالہ نے اوصاف
حضرت ﷺ کے الیٰ آخرہٖ وصّاف صیغہ مبالغہ کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہند بن
ابی ہالہ بہت بیان کیا کرتے تھے اوصاف نبی اکرم ﷺ کے۔ اور اصحاب سنا کرتے تھے۔
پس مجلسِ مولد شریف میں بھی اوصاف ہی آنجناب ﷺ کے بیان کیے جاتے ہیں۔ پس
ثبوت اس محفل قُدس مُنزّل کا صدرِ اول سے بھی ہو گیا اور بیان اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ
پسندیدہ آنحضرت ﷺ (کا) جس قدر مستحسن اور محمود ٹھہرا اُس قدر مؤیدہ وہ روایت ہے جس
کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ''کہا ابو اسحٰق نے (جو ایک تابعی جلیل القدر ہے) ایک
عورت سے کہ وہ صحابیہ تھی بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ ﷺ تو کہا اُس نے:

كَالْبُدْرِ لَيْلَةَ الْقَمَر لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

ترجمہ: ''آپ بدرِ انور تھے چودھویں رات کے بدر سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر، کہ
نہیں دیکھا مَثِیل اُن کا قبل اُن کے اور نہ بعد اُن کے۔'' ﷺ

اور اسی طرح ابو عبیدہ سے ہے کہ وہ تابعی ہیں مقبول بین المحدثین۔ روایت ہے

''کہا ابو عبیدہ نے پوچھا میں نے مسماۃ رُبیع سے کہ وہ صحابیہ ہیں کہ وصف بتا مجھ کو رسول اللہ
ﷺ کا تو کہا اُنہوں نے:

لَوْ رَاَيْتَهٗ لَقُلْتَ الشَّمْسُ طَالِعَةً.

(ترجمہ) ''اگر دیکھتا تُو اُن کو البتہ کہتا تو آفتاب نکل آیا ہے۔''

غرض یہ کہ ان سب روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ صدرِ اوّل اور صدرِ ثانی میں ضرور
مذاکرہ حضور پُرنور ﷺ کے محامد اور مناقب کا ہوا کرتا اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ اور تابعین اُس کو
کمال ذوق اور شوق سے سنا کرتے تھے اور وہی محامد اور مناقبِ سرورِ عالم ﷺ مجلس مولد شریف
میں کثرت سے بیان ہوتے ہیں۔ پس یہ مجلس عملِ صحابہ اور تابعین کا ٹھہرا نہ مذموم اور مقبوح۔

وجہ آٹھویں: (انسان سے ۳ قسم کے اعمال سرزد ہوتے ہیں)

یہ ہے کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ تین حال سے خالی نہیں (۱) یا
مامور بہا ہوں گے (۲) یا ممنوع (۳) یا مرخص۔ جو مامور بہا ہیں وہ فرائض ہیں اور
واجبات اور جو ممنوع ہیں وہ مکروہ ہیں یا حرام یا مفسد۔ اور جو مرخص ہیں وہ مستحبات اور
مندوبات ہیں یا مباحات۔ پس عمل مولد شریف کا نہ فرض ہے نہ واجب اس واسطے کہ
بالخصوص اس طور پر اُس کے کرنے کا نہ قطعی حکم پایا جاتا ہے نہ ظنی اور منهی عنه (۱) بھی نہیں۔
جس سے کراہت یا حرمت اور مفسد ہونا اُس کا پایا جائے۔ ہاں مستحب اور مندوب ہونا اُس
کا بدلائلِ بالا مذکور ضرور پایا جاتا ہے۔ فهو المقصود۔

وجہ نویں

یہ کہ مجلس مولد شریف دو چیز پر مشتمل ہے:
اول حمدِ الٰہی جل جلالهٗ۔
دوسرے نعتِ حضرت رسالت پناہی ﷺ اور یہ دونوں چیزیں افضل الاذکار
ہیں۔ ذکرِ الٰہی کی شہادت

(۱) یعنی جس سے منع کیا گیا ہو۔ (میثم قادری)

وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ. فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.
فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ.

اور ذکر رسالت پناہ ﷺ:

کما قال اللّٰه تعالٰی: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.
(پارہ:۲۲،سورۂ احزاب، آیت:۵۶)

وَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانًا. الایه (پارہ:۲۶،سورۂ حجرات، آیت:۲۹)

جعلتك مِنْ ذکری اذا ذکرت ذکرت معی.

یعنی ”اے حبیب اکرم ہم نے کر دیا ہے آپ کو اپنی یاد۔ جب ہم یاد کیے جاتے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ ہی ذکر کیے جاتے ہو۔“ اور یہ دونوں ذکر مامور بہ ہیں۔ پس عمل مولد شریف اس جہت سے مستحسن اور محمود ہے نہ مقبوح اور مذموم۔

وجہ دسویں: (میلاد شریف کے جواز پر مسلمانانِ اہلِ سنت کا اتفاق ہے)

یہ ہے کہ اجماع کیا علمائے عرب اور عجم، روم اور شام، افریقہ و اندلس۔ ہند اور خراسان۔ سمرقند اور بخارا وغیرہ بلادِ اسلام نے اوپر استحسان اور استحباب عمل مولد شریف کے اور افضل اور اعلیٰ جانا اس میں قیام کرنے کو وقتِ ذکرِ ولادتِ باسعادت کے پس اچھا جاننا مسلمانوں کا خصوص علماء کا اچھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے:

ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

اور فرمایا سردارِ دو جہان نے:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ.

(ترجمہ) ”نہیں جمع ہوگی امت میری گمراہی پر۔“

اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اِنَّ الشَّیْطَانَ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاوَةِ وَالْقَابِضَةِ الناحبة و
ایاکُمْ و الشعاب عَلَیْکُمْ بالجماعة و العامة. (رواہ احمد)

پس اتفاق علماءِ امت کا دلیلِ قطعی ہے عمل مولد شریف کے مشروع اور مسنون ہونے پر۔ اور جب عمل مولد شریف کا مسلک اہلِ ایمان کا ٹھہرا تو مخالفت اس کی بفحوائے اتبعو السواد الاعظم فانه من شَذ شُذ فی النار کی مستوجب ہوئی اور نیز مخالفت مومنین کی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی ہے اور یہ دونوں مخالفتیں موجب عذاب کی ہیں۔

کَمَا قَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی: وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ
نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا. (پارہ:۵،سورۂ نساء، آیت:۱۱۵)

یعنی ”جو مخالفت کرے رسول ﷺ کی بعد اس کے کہ ظاہر ہو گیا اُس کے واسطے حق اور پیروی کرے وہ سوا راستے مسلمانوں کے۔ پھیر دیتے ہیں ہم اُس کو جدھر وہ پھر گیا۔ اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں اور بہت بُری جگہ ہے وہ ٹھہرنے کی۔“ جملہ مخالفین مولد شریف کے تحت میں اس آیۂ کریمہ کے ہیں اور سال بہ سال کرنا عمل مولد شریف کا یا ماہ بہ ماہ دلیل محبت کی ہے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے کہ

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَاَکْثَرَ ذِکْرَهٗ.

(ترجمہ) ”جو جس سے محبت رکھتا ہے اکثر کرتا ہے ذکر اس کا۔“

چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو نبی اکرم ﷺ سے محبت ہے تو سارا قرآن مجید ﷺ ہی نبی اکرم ﷺ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے اور مقطعات اُس کے سب ناز و نیاز کی باتوں سے بہ سبیلِ راز بھرے ہوئے ہیں اور محبت ہی پر دار و مدار ایمان کا ہے۔ چنانچہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

یعنی ''نہیں ایمان کامل ہوتا تم میں سے کسی ایک کا حتیٰ کہ وہ محبوب تر رکھے مجھ کو اپنے باپ سے اور زیادہ پیارا جانے اپنی اولاد سے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں سے۔''

حدیث میں ہے:

جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا.

پس نبی کریم ﷺ کے برابر کون احسان کرسکتا ہے۔ پس جو شخص کہ دعویٰ کرے آپ سے محبت کا اور مراسم محبت کے جو تعظیم وتکریم ہے نبی اکرم ﷺ کی بجا نہ لائے۔ وہ ہرگز اہلِ ایمان سے نہیں۔

فَظَھَرَ کَالشَّمْسِ فِی النَّھَارِ اَنْ مَنْ اِمْتَنَعَ مِنَ الْقِیَامِ وَلَمْ یَقُمْ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ وَلَمْ یَحِبَّ تَعْظِیْمَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ اِدِّعَاءِ الْمُحَبَّۃِ وَالْاِیْمَانِ فَلَیْسَ لَہٗ مُحَبَّۃٌ وَلَا اِیْمَانٌ بَلْ مَحْضُ اِدِّعَاءٍ بِلَا دَلِیْلٍ.

محبت کا تو مقتضٰی ہی کچھ اور ہوتا ہے محبوب تو درکنار۔ محبوب کے کتوں سے بھی وہ برتاؤ کرتا ہے جو دوسرے کے ساتھ نہیں کرسکتا۔

وَ لِلّٰہِ دَرُّ القَائِلِ وَمِنْ مَذْھَبِیْ حُبُّ الرَّسُوْلِ وَ اٰلِہٖ وَ لِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبُ.

اس پر قصہ قیس کا خوب صادق آتا ہے:

راء المجنون فی الصَّحراءِ کَلْبًا ۔۔۔ فَمدَّا اِلَیْہِ بِالْاِحْسَانِ ذَیْلًا

فَلَامُوْہُ عَلٰی مَا کَانَ فِیْہِ ۔۔۔ وَ قَالُوْا لِمَ مَسَحْتَ الْکَلْبَ قِیْلًا

فَقَالَ دُعُو الْمَلَامَۃَ اَنَّ عَیْنِی ۔۔۔ رَأَتْہُ مَرَّۃً فِیْ بَابِ لَیْلًا

سبحانہٗ و تعالیٰ دنیادار مُحِبّ تو محبوب کے کتوں کی بھی تعظیم وتکریم کریں اور سلوک اور احسان سے پیش آئیں۔ اور خدا کے دیندار دوست بننے والے خدا کے محبوب کی تعظیم اور تکریم سے نفرت کریں۔ بلکہ اگر دوسروں کو تعظیم کرتا ہوا دیکھیں تو منکرانِ زمانہ منہ

چڑائیں۔ بلکہ چُناں چنیں کریں اور منع کریں۔ اور کنہیا کے جنم اور آتش پرستوں کے جشنِ نوروز سے تشبیہ دیں باوجودیکہ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ کے مامور بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ تو اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، اُن کی بیعت کو اپنی بیعت، اُن کے فعل کو اپنا فعل، اُن کی طاعت کو اپنی طاعت، اُن کی معصیت کو اپنی معصیت، اُن کی محبت کو اپنی محبت فرماتا ہے اور اُن کے آگے چلنے اور اُن کے دربار میں زور سے باتیں اور اُن کو مثل دوسروں کے پکارنے اور گھر میں ''تُو'' بلانے سے منع فرمایا ہے اور ہم اُس کے خلاف کریں۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

اہلِ محبت وہ ہیں کہ جب سنتے ہیں ذکرِ خیر آپ کا، تعظیم اور تکریم بجالاتے ہیں جیسا کہ پڑھے گئے چند اشعار صاحبِ محبِّ صادقہ حسّانِ زمان ابوزکریا یحیٰی بن یوسف صرصری کے بیچ مجلس ختمِ درس شیخ الاسلام امام حافظ الحدیث تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اور موجودہ تھے وہاں قضات اور اعیان علماء۔ جب پہنچا پڑھنے والا اِس شعر پر

وَ اِنْ یَنْھَضُ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِہٖ ۔۔۔ قِیَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِیًّا عَلَی الرُّکَبِ

تو کھڑے ہو گئے فی الفور امام موصوف امتثالاً لِمَا قَالَ الصَّرصَرِیُّ وَ حَصَّلَ لِلنَّاسِ سَاعَۃً طَیِّبَۃً انتھٰی۔

پس ثابت ہو گیا استحسان قیام کا تعظیمی اشعار سُن کر (ایک جلیل القدر افقہ العلماء وشیخ الاسلام کے فعل سے)

اَللّٰھُمَّ ارزقنا محبّتہ فِی الدُّنْیَا وَ شَفَاعَتَہٗ فِی الْعُقْبٰی وَ اَوْرِدْ نَاحَوْضَہٗ وَاسْقِنَا بِکَأْسِہٖ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

وجہ گیارھویں: (حضور کے ثناخوان کی تعظیم سنت ہے)

یہ ہے کہ ''بخاری شریف'' میں ہے کہ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ.

یعنی ''آنحضرت ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے واسطے مسجد اطہر مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اُس پر قیام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نعت و مفاخرِ شریفہ کا بیان کرتے تھے۔''

پس ہم مجلس میلاد شریف میں قاریٔ مولد شریف کو منبر پر بٹھا کر اُس سے ذکرِ جمیل حضرت سرورِ کائنات مفخرِ موجودات کا سُن کر خوش ہوتے اور ان کی غلامی اور محبت کا دم بھرتے اور ایمان والی نگاہ میں مصطفیٰ ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ادا کرتے ہیں۔ و لِلّٰہ الحمد

وجہ بارھویں: (حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ درحقیقت اُن کی پیشانی میں موجود نورِ محمدی کو سجدہ تھا)

یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''تفسیر کبیر'' میں آیت فیض ہدایت:

و اذ قلنا للملئکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکافرین.

کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمَلٰئِکَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاَجْلِ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانَ فِیْ جَبْهَةِ آدَمَ.

یعنی ''فرشتوں کو اس لیے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم ہوا کہ ان کی پیشانی میں محمد ﷺ کا نور تھا۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ یہ سجدہ حقیقۃً نبی اکرم ﷺ کو تھا۔ حضور کے نور کی تعظیم و تکریم کے واسطے تھا اور نیز اس سے تصدیق خلافتِ حقہ و نیابتِ مطلقہ آنحضرت ﷺ کی کُل سے مطلوب تھی۔ پس سجدہ کیا یعنی حضور کی رسالتِ عامہ و خلافتِ تامہ کو مانا اور حضور کے رسولِ برحق و نائبِ مطلق حضرتِ حق ہونے پر ایمان لائے امان پائی۔

اور ابلیس نے جو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ بسبب تکذیب کے کافر ہو گیا صورت اُس کی مسخ کر دی گئی۔ اور نیکیاں اُس کی سب نسخ، طوق لعنت کا گردن میں ڈالا گیا اور گروہ

ملائکہ سے نکالا گیا۔ جنت سے محروم اور دوزخ مین ہمیشہ مغموم بلکہ قیامت تک جو اُس کی سنت ادا کریں گے اور تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ سے راہ انکار اور استکبار کی چلیں گے۔ اُن پر اُسی کی طرح عذاب ہوگا اور ہر ایک کے برابر اُتنا عذاب اور اس پر (یعنی شیطان پر) اضافہ کیا جائے گا کہ وہ اس انکار تعظیم محمد مصطفیٰ ﷺ میں سب منکران کا معنوی باپ ہے۔ پھر یہ سنت ملائکہ کی یعنی سجدۂ تعظیمی کا بجالانا متوارث ہو گیا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے تعظیماً جس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح پر ہے۔

و خرّ لهٗ سجّدًا.

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ بعثت تک برابر سجدۂ تعظیمی جاری رہا۔ حضور نے اُس سجدہ تعظیمی کو جس کا سبب خود حضور ہی کا نور ہوا تھا۔ منع فرما کر تعبُّدًا خدا تعالیٰ کے واسطے خاص کر دیا۔

(قیام تعظیمی کا احادیث سے ثبوت)

اور بجائے سجدۂ تعظیمی کے محویانِ خدا کی اظہارِ عظمت کے واسطے قیام روا فرمایا۔ چنانچہ خود بھی حضور اس قیام کو کرتے تھے جبکہ وقت تشریف لانے حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے آپ اُن کی تعظیم کے واسطے قیام فرماتے تھے اور اپنی والدہ رضاعی حضرت حلیمہ کے لیے قیام فرمایا اور اسی طرح جناب سیدہ حضور سرور ﷺ کے واسطے قیام فرماتی تھیں اور کتبِ احادیث میں ثابت ہوا ہے کہ قیام تعظیمی کا ذکر اس واسطے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے طرف انصار کے مخاطب ہو کر قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اور حضور کے لیے قیام کیا حضور کے اصحاب نے۔ پس ثبوت اس قیام کا حدیثِ فعلی اور تقریری دونوں سے ثابت ہو گیا۔ ممانعت اُس قیام سے ہے جو عجمی اپنے سلاطین اور اکابر کے لیے کرتے تھے کہ اُن کے سامنے بیٹھ نہ سکتے تصویر بنے کھڑے رہتے تھے جیسے فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

''جسے یہ خوش آئے کہ لوگ میرے سامنے تصویر بنے کھڑے رہیں۔ وہ اپنا ٹھکانہ

دوزخ میں بنالے۔''

وَالْاَحَادِیْثُ یُفَسِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

''حدیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہے۔''

اور نیز فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے:

اذا اتاکم کریم قومٍ فَاَکْرِمُوْهُ.

قیام بھی اکرام ہے۔

(قیامِ تعظیمی کے ۷ مواقع کا بیان)

علاوہ اس کے یہ قیامِ تعظیمی اور چند جگہ پر بھی مشروع و مستحب ومندوب ہے۔

(۱) ایک وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے وقت جیسا کہ روایت کیا اس کو ترمذی نے کہ ''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر چکے تو بچا ہوا پانی آپ نے کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا کہ مجھ کو پسند آیا کہ دکھلاؤں تم کو کس طرح وضو کرتے تھے رسولِ خدا ﷺ۔''

(۲) دوسرے زمزم کا پانی پینے کے وقت ''بخاری'' اور ''مسلم'' میں ہے۔ ''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پلایا میں نے رسولِ خدا ﷺ کو پانی زمزم کا۔ پس پیا آپ نے اُس کو کھڑے ہو کر۔'' فقہا نے لکھا ہے کہ آبِ زمزم اور نیز آبِ وضو دونوں میں شفا ہے چنانچہ ''شامی'' نے لکھا ہے کہ ''ہمارے سردار حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی جب مریض ہوتے تو وضو کا پانی بچا ہوا پیتے۔ تو موافق فرمان سچے رسولِ اکرم ﷺ آرام ہو جاتا۔''

علاوہ اس کے اس میں ایک رمز باریک ہے کہ علی العموم پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے۔ مگر ان دونوں پانیوں کا تعظیماً کھڑے ہو کر پینا اُس کراہت کو اٹھا دیتا ہے۔ پس اگر دوسرے کے لیے قیام مکروہ بھی ہوتا تو معظمین دین کے لیے بنظرِ تعظیم وہ مکروہ نہیں رہتا۔ فافهم۔ تیسرے عمامہ باندھتے وقت۔

بستنِ عمامه در حالِ قیام — می فزائد عز و جاه و احترام

حدیث میں ہے:

من تعمّم قاعدًا او اتزر قائمًا ابتلاه الله تعالٰی ببلادٍ لا

یَجِدُ لَهٗ دَوَاءً.

(۴) چوتھے اذان ہونے کے وقت ''درمختار'' میں ہے:

وَ یَنْدِبُ الْقِیَامُ عِنْدَ سَمَاعِ الْاَذَانِ.

(۵) پانچویں ذکر کرنے کے وقت اس واسطے کہ ''تفسیر کشاف'' میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ ''وہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ میں پھر وہ ذکر اللہ کا کرنے لگے ان میں سے بعضوں نے کہا کہ کیا نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا. (پارہ: ۵، سورۂ نساء، آیت: ۱۰۳)

''پس وہ سب کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر ذکر کرنے لگے۔''

(۶) چھٹے کھڑا ہونا مدح خوانی کے وقت۔ جیسا کہ ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ ''حضرت حسان کے واسطے منبر بچھایا جاتا تھا۔ اور وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور سرورِ عالم ﷺ کا فخر بیان کیا کرتے تھے۔''

(۷) ساتویں جب اپنا کوئی پیشوا مجلس سے اُٹھے اس کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا۔ ''مشکوٰۃ'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسولِ خدا ﷺ مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے۔ جب آپ اُٹھتے ہم بھی سب کھڑے ہو جاتے تھے اور جس وقت تک آپ گھر میں داخل ہو جاتے تو ہم کھڑے رہتے تھے۔'' علاوہ اس کے احمد بن حنبل اور علی بن مدینی وغیرہ جلسہ تعلیم حدیث میں کھڑے رہتے تھے اور بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ ملک طاہر کے وزیر قصیدہ بُردہ شریف سروپا برہنہ کھڑے ہو کر سُنا کرتے تھے۔ چنانچہ ''کشف الظنون'' میں یہ عبارت مرقوم ہے:

وَ لَمَّا بَلَغَتِ الصَّاحِبُ بَهَاؤُ الدِّیْنِ وَزِیرِ الْمُلْکِ الطَّاهِرِ اِسْتَفْسَخَهَا وَ نَذَرَانْ لَا یَسْمَعَهَا اِلَّا حَافِیًا وَاقِفًا مَکْشُوْفَ الرَّاسِ فَکَانَ یَتَبَرَّکُ بِهَا هُوَ وَهَلُ بَیْتِهٖ وَ رَاوُ مِنْ بَرَکَاتِهٖ اُمُوْرًا عَظِیْمَةً فِیْ دِیْنِهِمْ وَ دِیْنَاهُمْ.

(حضرت خواجہ غریب نواز کا ایک مجلس میں ۱۰۰ بار قیامِ تعظیمی کرنا)

اور کھڑے ہونا ہمارے شیخ الاسلام امام الشریعہ والطریقہ خواجۂ خواجگان خواجہ

معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے تعظیم روضۂ مبارک مرشد اپنے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے پیرو مرشد قطب صاحب کے ملفوظات مسمّٰی بہ ''فوائد السالکین'' میں لکھتے ہیں کہ ''ایک بار خواجہ معین الدین قدس سرہٗ العزیز دربارۂ سلوک وعظ فرما رہے تھے۔ جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک سو بار کھڑے ہوئے لوگ حیرت میں تھے۔ بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے عرض کیا کہ آپ وعظ میں بار بار کیوں کھڑے ہو جاتے تھے۔ فرمایا جب میری نظر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضہ مبارک پر پڑتی تھی۔ کھڑا ہو جاتا تھا اس لیے کہ پیر کی تعظیم حالتِ حیات و ممات میں برابر واجب ہے بلکہ بعد موت زائد۔''

اور اسی طرح جب کوئی بندۂ خدا مجلسِ ذکر میں براہِ شوق حالتِ وجد میں کھڑا ہو جائے تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ ذکر کیا اس مسئلہ کو حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں۔ مرد منصف حق طلب کو احادیثِ مذکورہ بالا و آثارِ صحابہ و فعلِ مشائخ طریقت و مشائخِ حدیث سے خوب مُبرہن ہو گیا کہ قیام محض آنے ہی والے کے واسطے مخصوص نہیں اور نہ سامنے حاضر ہونا بالفعل کسی شخص عظیم الشان کا اس قیام کے واسطے شرط ہے۔ بلکہ بہت جگہ اور بہت چیزوں کے واسطے قیامِ تعظیمی مندوب ہے۔

(میلاد و قیامِ تعظیمی کے متعلق منکرینِ میلاد و قیام کے پیشوا کی کتاب سے استدلال)

منکرین کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے ''صراطِ مستقیم''، مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے:

''از فروغ حب منعم است تعظیم شعائرا و ----- مثلِ
تعظیم نامِ او و کلامِ او و لباسِ او''

(ترجمہ: ''حبِ منعم کی فروع میں سے ہے اُس کے شعائر کی تعظیم کرنا -----
جیسے منعم کے نام اور کلام اور لباس اور ہتھیار کی تعظیم کرنا۔'')

(صراطِ مستقیم (اردو مترجم) صفحہ ۲۰، مطبوعہ ادارہ نشریاتِ اسلام، اردو بازار لاہور)

اور یہی مطلب آیاتِ ذیل سے مستفاد ہوتا ہے۔

سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

(پارہ: ۱۷، سورۂ حج آیت: ۳۲)

چنانچہ پیشوائے مذکور نے اولیاء اللہ کی محبت کو اس آیت کی تعمیل اور تعظیمِ شعائر اللہ میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ ''صراطِ مستقیم''، مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ نمبر ۴۳ میں یہ عبارت مرقوم ہے:

''اگر نیک تأمل کنی دریابی کہ محبت امثالِ این کرام خود
شعائر ایمان محب و علامت تقویٰ اوست۔''

(صراطِ مستقیم فارسی صفحہ: ۳۸، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور)

(ترجمہ: ''بلکہ اگر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بزرگ لوگوں کی
محبت پیار کرنے والے کے ایمان اور پرہیزگاری کی علامت ہے۔'')

(صراطِ مستقیم (اردو مترجم) صفحہ: ۵۳، ۵۴ مطبوعہ ادارہ نشریاتِ اسلام اردو بازار لاہور)

ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ انتھی کلامہٗ.

جب اولیاء شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید الانام اصلِ کل اور فخر رسل ﷺ اعظم شعائر اللہ ہونا چاہیے۔ اور ان کے نام اور کلام اور مقام اور لباس وغیرہ ہر چیز کی تعظیم مثل ان کی تعظیم کے ٹھہرے گی اور خاص ان کی تعظیم خدائے عظیم کی تعظیم ہوگی۔ کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (پارہ: ۵، سورۂ نساء، آیت: ۸۰)

اس صورت میں قیام وقت زیارت روضہ منورہ کے اور قیام وقت ذکرِ ولادتِ باسعادت رسول اللہ ﷺ کے قیام لِوجہ اللہ ہوگا نہ لوجہ غیر اللہ۔ پس جس وقت کہ تذکرہ آپ کا باادب و تعظیم و باجاہ و جلال جو وقت ولادتِ باسعادت کے آفاقِ عالم میں جو جو انوار اور آثار جلوہ گر ہوئے تھے۔ بیان ہوتا ہے اثر اُس کا رگ و پے میں سامعین کے

سرایت کر جاتا ہے اور آنکھوں میں حاضرین کے نقشۂ ولادت اور صفوفِ ملائکہ کا پرا باندھے کھڑا ہونے کا گذر جاتا ہے بے اختیار حالتِ باطنی بدل جاتی اور اس کے واسطے وضع ظاہر کا بدلنا بھی ضرور ہوا کہ باخلاصِ خاص عمل تعظیم کا ظہور میں آئے۔ کھڑے ہو جاتے ہیں اور درود اور سلام پڑھنے لگتے ہیں۔ کیا یہ تعظیم شعائر اللّٰہ سے خارج ہے۔ حَاشَا وَ كَلَّا یہ عین اسلام (کے مطابق) ہے۔ پس ثابت ہو گیا عمل مولد شریف کا کرنا اور قیام وقت ذکرِ ولادتِ باسعادت کے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَم۔

تصدیق

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم عالی جناب مولانا حاجی مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محقق اہلِ سنت وجماعت بریلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْ اصْطَفٰى لَاسِيَّمَا الْحَبِيْبُ الْمُصْطَفٰى وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اُولِى الصِّدْقِ وَالصَّفَا.

فقیر غفرله الولی القدیر نے مولانا مولوی ابونصر حکیم محمد یعقوب علی صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر و کافی فتویٰ مسمّٰی بہ "توضیح المرام فی اثبات المولد والقیام" مطالعہ کیا۔ مولیٰ عزّوجل مولانا کی سعیِ جمیل قبول فرمائے، اور اس فتویٰ کو حقیقۂ سالکین راہِ ہدیٰ کے لیے آفتابِ نورانی بنائے۔ مجلسِ مبارک و قیام اہلِ محبت کے نزدیک تو اصلاً محتاجِ دلیل نہیں۔ اہلِ محبت میں جو انصاف پر آئیں قرآنِ عظیم قولِ فیصل و حاکم عدل ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا.

(پارہ:۱۱، سورۂ یونس، آیت:۵۷)

اور فرماتا ہے:

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ. (پارہ:۱۳، سورۂ ابراہیم، آیت:۴)

اور فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ. (پارہ:۳۰، سورۂ ضحیٰ، آیت:۱۱)

اور فرماتا ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ. (پارہ:۲۶، سورۂ فتح، آیت:۷،۸)

اور فرماتا ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (پارہ:۹، سورۂ اعراف، آیت:۱۵۷)

اور فرماتا ہے:

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ.

(پارہ:۶، سورۂ مائدہ، آیت:۱۲)

پہلی تین آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت پر شادیاں (خوشیاں) مناؤ لوگوں کو اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ اللہ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ اللہ کا کون سا فضل و رحمت، کون سی نعمت اُس حبیب کریم علیه و آله افضل الصلوٰة والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں، تمام رحمتیں، تمام برکتیں اُسی کے صدقے میں عطا ہوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اُس نبی اکرم ﷺ کے ظہورِ پُرنور کے دن سے بڑا ہے۔ تو بلا شبہ قرآن کریم میں حکم دیتا ہے کہ ولادتِ اقدس پر خوشی کرو مسلمانوں کے سامنے اُس کا چرچا خوب زور شور سے کرو۔ اِس کا نام مجلسِ میلاد ہے بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصاً سید الرسل

ﷺ کی تعظیم کا حکم مطلق فرماتا ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ جو بات اللہ عزوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اُس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے۔ بلا تخصیصِ شرع جو اپنی طرف سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرے گا۔ وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مطلق فرمایا تو جمیع طُرُقِ تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے یونہی رحمت پر فرحت وایامِ الٰہی کا تذکرہ نعمتِ ربانی کا چرچا یہ بھی مطلق ہیں جس جس طریقے سے کیے جائیں سب امتثال امرِ الٰہی ہیں جب تک شرع مطہر کسی خاص طریقے پر انکار نہ فرمائے تو روشن ہوا کہ مجلس وقیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہٖ اُن کا قرونِ ثلاثہ میں وجود تلاش کرنا نری اوندھی مَت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزوجل تو مطلق حکم فرمائے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہا کرے ہم تو خاص وہ صورت جائز مانیں گے جسے خاص نام لے کر جائز کہا ہو یا جس کا بہ ہیأتِ کذائی قرونِ ثلاثہ میں وجود ہوا ہو۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

عقل ودین رکھتے تو جو طریقہ اظہارِ فرحت وتذکرۂ نعمت وتعظیم سرکارِ رسالت دیکھتے اُس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ تعالیٰ نے منع تو نہیں فرمایا۔ اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے تو یقین جانتے کہ یہ اُنہی احکامِ الٰہی کی بجا آوری ہے جو ان آیاتِ کریمہ میں گذرے مگر آدمی دل سے مجبور ہے محبوب کا چرچا، محب کا چین اور اُس کی تعظیم آنکھ کی ٹھنڈک جس دل میں غیظ بھرا ہے وہ آپ ہی ذکر سے بھی جلے گا تعظیم سے بھی بگڑے گا دوست دشمن کی یہ بڑی پہچان ہے کہ آخر نہ دیکھا کہ دل کی دبی نے بھڑک کو کہاں تک پھونکا، جانتے ہو اب یہ منکرانِ مجلس کون ہیں ہاں ہاں وہی ہیں اول تو اتنا کہتے تھے کہ وہ بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی، اُن کی سروری ایسی ہے جیسے گاؤں کا پدھان یا قوم کا چودھری، اِن کی تعظیم ایسی ہی کرو جیسی آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم۔ باتوں مثالوں میں چوڑھے چمار سے تشبیہ بھی دے بھاگتے تھے کہ یہ سب اور ان

سے بہت زائد اُن کی دھرم پوتھی ''تقویت الایمان'' میں مُصرح ہیں اور اب تو اور بھی کُھل کھیلے کہ اُن کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے، جیسا علمِ غیب اُن کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ کلماتِ لغویہ۔

مسلمانو! یہ ہیں جو آج تمہارے سامنے مجلس مبارک وقیام سے منکر ہیں اب تو سمجھے کہ عِلّتِ انکار کیا ہے۔ واللہ واللہ بُغضِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ دیکھو خبردار ہوشیار یہ وہ ہیں جن کی خبر حدیث میں دی تھی کہ ذِیَابٌ فِیْ ثِیَابٍ ''بھیڑیئے ہوں گے کپڑے پہنے'' یعنی ظاہر میں انسانی لباس اور باطن میں گُرگ خناس۔ اے مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑو اپنے دشمن کو پہچانو۔ نہیں نہیں تمہارے دشمن نہیں تمہارے مالک ﷺ کے دشمن جنہوں نے وہ ناشائستہ گالیاں محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں لکھیں، چھاپیں اور آج تک اُن پر مصر ہیں اُن کی عداوتِ شدیدہ تو ظاہر ہوگئی اور وہ جو اُن کے دلوں میں چھپی ہے زائد ہے قَد قد بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ جو بظاہر اُن ناشائستہ گالیوں کے خود مرتکب نہیں اُن سے پوچھ دیکھیے کہ جنہوں نے مصطفیٰ ﷺ کو یوں منہ بھر گالیاں دیں وہ مسلمان رہے یا کافر ہوگئے۔ دیکھو ہرگز ہرگز اُنہیں کافر نہ کہیں گے بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل اُن کی حمایت کو تیار ہو جائیں گے تاویلیں گھڑیں گے بات بنائیں گے۔ حالانکہ علمائے حرمین شریفین بالاتفاق اُن تمام دشنامیوں میں ایک ایک کا نام لے کر فرما چکے ہیں کہ

مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِهٖ وَ کُفْرِهٖ فَقَدْ کَفَرَ.

''جو اُن کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے''

مسلمانو! جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی پھر اُن سے مجلس یا قیام یا کسی مسئلہ اسلام میں بحث کا کیا موقع رہا۔ کافروں مرتدوں کو اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ مگر یہ ساری دقت اِس کی ہے کہ بھائیو تم نے محمد رسول اللہ کے دشمنوں کو ابھی تک نہیں پہچانا، اُن کے پاس بیٹھتے ہو، اُن کی باتیں سنتے ہو، اُن کی تحریریں دیکھتے ہو، دیکھو یہ تمہارے حق میں زہر ہے۔

دیکھو تمہارے پیارے مولیٰ ﷺ و اللہ تم سے بڑھ کر تم پر مہربان ہیں تمہیں ارشاد فرما رہے ہیں:

فَاِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یفتنونکُمْ۔

''اُن سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

والعیاذ باللہ تعالیٰ بھائیو مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے لپٹا رہنا اچھا یا معاذ اللہ اُن کے دشمن کے پھندے میں پڑنا۔ اللہ تعالیٰ اُن کا دامن نہ چھوڑائے دنیا میں نہ آخرت میں۔ آمین والسلام علی من التبع الھدیٰ

(دستخط مولوی) احمد رضا (صاحب)

مہر

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

مہر

ابوالبرکات محی الدین جیلانی

عرف آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان قادری

مہر

محمد امجد علی اعظمی رضوی

ذٰلك الكتاب لا ريب فيه لمن له شعور و نور و من لم يجعل الله لهٗ نورًا فما له من نور.

محمد ظہور الحسین القادری

(ابن مولانا ارشاد حسین رامپوری)

الحمد لله الذى هو مبدع الكائنات و مخترع الموجودات والصّلوٰة علٰى من هو نخبته موجودات الذى لولاه لما وجد الموجود و قال فى شانه صاحب القصيدة البردة لولاه لم تخرج الدنيا من العدام فبيان

مولده و نعته موجب الثواب لا يكره اِلّا من كان يبغض الله و رسوله الا تر الى قال مولانا روم فى شانه ﷺ:

با محمد بود عشق پاك جفت — بر عشق اورا خدا لولاك گفت
منتہے در عشق چوں او بود فرد — پس مرا ورا از انبیا تخصیص کرد
گر نبودے بہر عشقِ پاك را — کے وجودِ داد مے افلاك را
من بداں افرا شتم چرخِ سَنی — تا علوِّ عشق را فہمے کنی

فاتفق علمائنا بانه ﷺ سيد الكونين فبيان نعوتهٖ موجب الخير والبركة فائ كتاب يشتمل علٰى الصلوة عليه او علٰى بيان نعتهٖ فهو اَشرف الكتبِ لكون موضوعه اشرف الموضوعات و شرافت الكتاب انما يكون بما فيه فهٰذا الكتاب من حيث اشتمالهٖ علٰى ذالك البيان والنعوت والفضائل اشرف الكتب هذا ما عندى. والله اعلم **كتبه مفتى عبدالقادر صاحبزاده. المدرس فى المدرسة الغوثية العالية الواقع فى بلده لاهور فى مسجد سادهوان تحت ادارة جناب خادم و حامى درود شريف پير عبدالغفار شاه لازال بقاه الظاهرى والباطنى ممدودة على الدوام.**

مہر

حامداً و مصلیًا و مسلمًا میں نے رسالہ ''توضیح المرام فی اثبات المولد والقیام'' مؤلفہ مولانا مولوی حکیم محمد یعقوب صاحب دام فیضھم کو دیکھا بلاشبہ اپنی طرز خاص میں بہت عمدہ لکھا ہے۔ مسئلہ میلاد شریف سرور انبیاء سید الاصفیا ﷺ ان مسلمانوں کے نزدیک جن کو حضور سے دلی محبت کا دعویٰ ہے ایک بدیہی امر ہے جن کی دلیل وہی محبت

ہے اور جس کو دلی محبت نہیں بلکہ محض ریائی یا منافقانہ ہے وہ اس میں چنیں چناں کرتا ہے اس لیے تمام بلادِ اسلامیہ میں اس کے مستحسن ہونے پر اتفاق اہلِ السنۃ والجماعۃ ہے۔ مبارک ہیں وہ مسلمان جو محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور اس میں بقدرِ حیثیت خرچ کرتے ہیں۔

فقط

(مولانا مولوی) احمد علی عفی عنہ حنفی چشتی

پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

تمت

سلسلہ اشاعۃ العلوم نمبر (۶۳)

ازافادات حضرت شیخ الاسلام نواب فضیلت جنگ مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خاں بہادر

معین المہام امور مذہبی وصدر الصدور صوبہ جات دکن دامت برکاتہم

بشریٰ الکرام

فی

عمل المولد والقیام

باہتمام

جناب مولوی ابو محمد محمود حسن صاحب مہتمم صیغہ تقریر و تعلیم (مدرسہ نظامیہ) حیدرآباد دکن

طبع ثالث ۱۳۳۶ھ قیمت ۲ مجلد

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمدٍ و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

اما بعد! اُولی الابصار واہلِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ جب آفتاب جہاں تاب عالم کواپنے نور سے معمور کرنا چاہتا ہے تو قبلِ طلوع طرب وسرور کا ایک بیش بہا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ جدھر دیکھئے دلربایانہ انداز ہے اور فرحت وسرور دم ساز۔ صحرا کا خوشنما منظر دل کو وسعت آباد بنا دیتا ہے۔ وحشت خیز پہاڑوں کا سماں بھی دلوں کو لبھانے لگتا ہے۔ نسیم کی مستانہ خیز رفتار ہر شاخ و برگ کو وجد میں لاتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دم بدم قالب میں جان تازہ پھونکتی جاتی ہے۔ تاریکی شب نے حواس کو جو تیرہ وتار بنا دیا تھا نورانیتِ فضا اُن کو پھر نورانی بناتی ہے۔ طیور کے نغمات افسردہ دلوں کو غنچہ کی طرح کھلاتے ہیں۔ وحوش کی گرم جولانیاں دیکھ کر غصہ وفکر دور ہو جاتے ہیں۔ غم ظلمتِ شب کے ساتھ منور اور دل سرور سے معمور ہوتا ہے۔ یہ سب فیضان اُس نور کا ہے جو آفتاب عالم تاب کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق رکھتا ہے۔

(حضور ﷺ نور ہیں)

اب غور کیجیے کہ جب اجسام کے روشن کرنے والے آفتاب سے اس قدر فرحت و مسرت ہر طرف جوش زن ہو تو آفتاب روحانی کے قدوم میمنت لزوم سے کس قدر فرحت و سرور کا جوش ہونا چاہیے۔

❁ دیکھئے مبدأ کائنات سرورِ موجودات ﷺ فرماتے ہیں:

انا من نور اللّٰہ و کل شئ من نوری.

نام کتاب : بُشریٰ الکرام فی عمل المولد والقیام
مولف : شیخ الاسلام مولانا مولوی حاجی حافظ انوار اللہ خان حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
طبع ثالث : در مطبع حسن پریس حیدر آباد ۱۳۳۶ ہجری
طبع چہارم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز
مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
0300-7259263 0315-4959263

(ترجمہ) یعنی ''میں اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی۔''

❁ وہی نور ہے جس کی طرف اس آیۂ شریف میں اشارہ ہے:

اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکٰوۃ فیھا مصباح.

❁ اور ارشاد ہے:

قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ

یہی مقدس نور ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی پیشانی میں آیا اُن کو مسجودِ ملائک بنایا یہ وہ نور ہے کہ ساکنانِ ظلمت کدۂ عدم کو اس قابل بنایا کہ انوارِ وجود کا اقتباس کر سکیں۔

(حضور ﷺ کی نورانیت سے تمام عالم روشن ہو گیا)

اب سنئے (1) کہ اس معنوی اور اصلی نور کے طلوع کے وقت عالمِ غیب و شہادت میں کِس قدر اہتمام ہوا تھا۔

❁ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حضرت ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت مجھ سے ایک ایسا نور نکلا کہ اُس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ چنانچہ شام کے مکانات مجھے نظر آنے لگے۔''

❁ عثمان بن ابی العاصی کی والدہ جو میلاد شریف کی رات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھیں۔ بیان کرتی ہیں کہ ''قبل ولادت شریف گھر میں جدھر میں نظر ڈالتی تھی نُور ہی نُور نظر آتا تھا اور اُس وقت ستاروں کی یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔''

❁ شفا رضی اللہ عنہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ ''اُس نور سے مجھے اس قدر انکشاف ہوا کہ مشرق اور مغرب تک میری نظر پہنچنے لگی اور روم کے مکانات میں نے دیکھے۔'' ہر چند یہ نور جس کی خبریں دی گئیں ظاہراً نور ہی تھا مگر اس کی حقیقت کچھ اور ہی

(1) ''مواہب لدنیہ'' اور ''شفاءِ قاضی عیاض'' و ''خصائص کبریٰ'' وغیرہ معتبر کتابوں سے یہ روایتیں لکھی گئی ہیں۔ ۱۲

تھی۔ بصارت کو ہمرنگ بصیرت کر کے کُل جسمانی ظلمات کو منور کر دینا معمولی نور کا کام نہیں یہ آفتاب کا نور نہ تھا کہ اجسام کی سطح بالائی پر ٹھہر جاتا بلکہ یہ اُس ذاتِ مقدس کا نور تھا جو انا من نور اللہ کی مصداق ہے۔ یہ نور اجسام کے اندر سرایت کیے ہوئے تھا۔ غرض کہ اُس روز عالم میں ایک خاص قسم کی روشنی ہوئی تھی جس کے ادراک میں عقل خیرہ ہے۔ اور اُس روز ملائکہ کو حکم ہوا تھا کہ تمام آسمانوں کے اور تمام جنتوں کے دروازے کھول دیں اور زمین پر حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ کُل ملائکہ کمال مسرت سے زمین پر اُتر آئے۔

(حضور ﷺ کی ولادت کے روز ہونے والے دیگر عجائبات)

اس روز نہرِ کوثر پر ستر ہزار خوشبو کے جھاڑ نصب کیے گئے تھے جن کا ثمر اہلِ جنت کے لیے بخور بنایا جائے گا۔ اس واقعہ کی یادگار میں ہر آسمان پر ایک ستون زمرد کا اور ایک ستون یاقوت کا نصب کیا گیا۔ اُس رات میں شیاطین مقید کیے گئے۔ کاہنوں کی خبریں بند ہو گئیں سارے جہان کے بُت سربسجود ہوئے۔ فارس کے آتش کدے جن کی پرستش سالہا سال سے ہوتی تھی بجھ گئی۔ ماہرانِ نجوم ہر طرف خبریں دینے لگے کہ آج نبی آخر الزمان ﷺ کا ستارہ طلوع ہوا اور قوم بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی اب عرب و عجم نبی آخر الزمان ﷺ کے مطیع اور فرماں بردار ہو جائیں گے۔

اُس رات بادشاہوں کے تخت نگوں سار ہو گئے۔ ایوانِ کسریٰ کو زلزلہ ہوا جس سے چودہ کنگرے اس کے گر گئے زبانِ اشارت یہ کہہ رہی تھی کہ بادشاہِ وقت کے چودہ پشت تک سلطنت رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چودھویں پشت کے بعد ملک کسریٰ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

غرض کہ اس مبارک رات میں اِس قسم کے بہت سے قدرتی اہتمام ایسے ظہور میں آئے کہ جن کی نظیر نہیں مل سکتی۔

(حضور ﷺ ایجادِ عالم کا سبب ہیں)

فی الحقیقت آنحضرت ﷺ کی شان ہی ایسی تھی کیونکہ آپ باعثِ ایجادِ عالم و آدم

ہیں جیسا کہ لولاك لما خلقت لافلاك اور لولاك لما خلقتك سے ظاہر ہے۔

(حضور ﷺ حضرت آدم کی پیدائش سے قبل بھی نبی تھے)

نبوت جو سلطنتِ خدائی میں اعلیٰ درجہ کا منصب ہے اس کا سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا۔ جیسا کہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں:

کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین.

اور ایک روایت میں ہے:

کنت نبیاً و ادم بین الروح و الجسد.

یعنی ''میں اُس وقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے''۔

(تمام انبیا حضور ﷺ کے اُمتی ہیں)

پھر انبیا گویا آپ کے امتی بنائے گئے۔ کیونکہ آپ پر ایمان لانے کا صرف حکم ہی نہیں بلکہ نہایت شدومد سے اقرار لیا گیا۔

کما قال اللّٰہ: و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه قال ءاقررتم و اخذتم علیٰ اذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهد و اوانا معکم من الشاهدین.

(ترجمہ) یعنی ''جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں کا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تم پاس رسول ﷺ جو سچ بتاوے اُس کو جو تمہارے پاس ہے تو البتہ ایمان لائیو اُس پر اور البتہ مدد دینا اُس کو، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور لیا تم نے اس پر بھاری عہد میرا۔ کہا انہوں نے اقرار کیا۔ ہم نے فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں۔'' انتہیٰ

اس سے ظاہراً تمام انبیا کا حضرت کے اُمتی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ کُل انبیا قیامت میں حضرت کے جھنڈے کے نیچے رہیں گے۔ اور شبِ معراج حضرت کی شان تمام انبیا کو بتلادی گئی۔ چنانچہ سب کے امام آپ ہی بنائے گئے اور سب نے آپ کی اقتدا کی۔ کُل انبیا کا یہ حال ہو تو اُن کی امتوں کے اُمتی ہونے میں کیا تامل اسی وجہ سے فرماتے ہیں۔

بعثت الی الناس کافة.

یعنی ''کُل انسانوں کی طرف میں مبعوث ہوا ہوں۔''

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و ما ارسلناك الا کافة للناس بشیراً و نذیرا.

(ترجمہ) یعنی ''ہم نے تم کو سب آدمیوں کے واسطے بھیجا خوشی اور ڈر سنانے کو۔''

ہر چند معنوی طور پر موسیٰ علیہ السلام حضرت کی امت میں داخل تھے مگر جب توریت میں حضرت ﷺ کی خاص امت کے فضائل پر مطلع ہوئے تو دعا کی کہ ظاہری طور پر بھی حضرت کی امت میں داخل ہوں۔

(حضور ﷺ کے وسیلہ سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی)

عالمِ ملکوت میں آپ کی نام آوری اور شہرت کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نامِ مبارک کے ساتھ آپ کا نامِ نامی یعنی محمد رسول اللہ عرش پر اور ہر ایک آسمان میں جگہ جگہ اور جنت کے جھاڑوں اور طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر اور حوروں کے سینوں اور فرشتوں کے جبینوں پر لکھا۔ جب تک کہ آدم علیہ السلام نے حضرت کے واسطے سے یہ کہہ کر دعا نہ کی کہ یارب **بحق محمد لما غفرت لی** معافی نہ ہوئی۔

یہ اور ان کے سوا بہت سی روایتیں ''الخصائص الکبریٰ'' اور ''النہجۃ السویہ'' اور ''مواہب لدنیہ'' اور ''شفاء قاضی عیاض'' وغیرہ میں مذکور ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضرت کا نامِ مبارک محمد (**صلی اللّٰہ وسلم علی مسماہ**) تمام عالمِ ملکوت والسمٰوات میں لکھا ہوا ہے۔ مقصود اس سے ظاہر ہے کہ اہلِ ملکوت وغیرہم معلوم کرلیں کہ تمام عالم میں حضرت

سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے یہی خیال کر کے حضرت کے نام کے وسیلہ سے مغفرت چاہی۔

(حضور ﷺ کو نام محمد عطا کرنے کا سبب)

اب یہ دیکھ لیجیے کہ یہ نام مبارک حضرت ﷺ کے لیے کیوں تجویز فرمایا گیا۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد نہایت محبوب اور مرغوب ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اسی وجہ سے قرآن شریف کی ابتدا **الحمد للّٰہ رب العالمین** سے ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ "ہر طرح کی حمد خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔" اور نماز جو تمام عبادتوں میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اس کی ابتدا بلکہ ہر رکعت کی ابتدا میں **الحمد** پڑھنے کا حکم ہے۔ اور اہلِ ایمان جب جنت میں جائیں گے حمد کرتے ہوئے جائیں گے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ:**

و آخر دعواهم ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

ترجمہ: یعنی "آخر پکارنا ان کا یہ ہے کہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو پروردگار سارے جہان کا ہے۔"

اب دیکھئے کہ تمام حمد جب حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جن کا مطلب یہ ہوا کہ سب حامد ہیں۔ اور حق تعالیٰ محمود ہے تو اللہ تعالیٰ کے محمد یعنی حمد کردہ شدہ ہونے میں کیا تامل۔ باوجود اس کے یہ پیارا لقب حق تعالیٰ نے ازل سے حضرت ﷺ کے لیے خاص فرمایا اور ابتدائی تکوینِ عالم سے عالمِ ملکوت میں اُس کی شہرت دی تا کہ اہلِ ملکوت پر یہ منکشف ہو جائے کہ جس لفظ کے معنی کا مصداق جنابِ باری ہو وہ لفظ جن کے لیے تجویز کیا گیا وہ ضرور ایسے ہوں گے کہ عالم میں ان کا نظیر نہ ہوگا۔ اس سے بکمال وضاحت یہ بات ثابت ہوگئی کہ عالم میں حضرت کا مثل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اب ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا شخص ازل سے محمد ہو سکے۔ اور اِس سے یہ بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ جتنی تعریف و توصیف آنحضرت ﷺ کی کی جائے وہ باعث خوشنودی الٰہی ہے کیونکہ اس لقب کے عطا کرنے سے اور کیا مقصود ہوسکتا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ اشعارِ نعتیہ سے خوش ہوتے تھے۔

جس کا منشا خوشنودی الٰہی تھا۔

"النہجۃ السویۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت کی امت کا لقب کتبِ سابقہ میں "حمادین" ہے۔ تعجب نہیں کہ اس لقب سے اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اپنے نبی محمد ﷺ کی حمد وہ کثرت سے کریں گے۔ اگر چہ کہ حضرت ﷺ کے بہت سارے نام ہیں مگر چونکہ یہ پیارا نام حق تعالیٰ کو نہایت محبوب ہے اس لیے ایمان سے اُس کو کمال درجہ کا تعلق ہے۔ چنانچہ "النہجۃ السویۃ" میں لکھا ہے کہ "کافر جب تک **محمد رسول اللہ** نہ کہے اُس کا ایمان صحیح نہیں اور بجائے اُس کے احمد کہنا کافی نہیں ہوسکتا۔" اس میں سِر (راز) یہی ہے کہ ایمان لانے ہی کے وقت آدمی سمجھ جائے کہ حضرت قابلِ حمد وثنا ہیں اور حمد زبان اور دل سے کیا کرے۔ اور اسی میں "بیہقی" کی روایت نقل کی ہے کہ "ایک جگہ محدثین کا مجمع تھا یہ مسئلہ پیش ہوا کہ عرب کے اشعار میں کون سا شعر عمدہ ہے۔ سب کا اتفاق حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس شعر پر ہوا۔

و شق له من اسمه لیجله
فذوا العرش محمود و ہذا محمد

یعنی حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کی جلالت شان بتلانے کے لیے اُن کا نام اپنے نام سے مشتق کیا چنانچہ **حق تعالیٰ** محمود ہے اور ہمارے نبی کریم محمد ہیں (ﷺ)۔" چونکہ لفظ محمد کے معنی میں کمال درجہ کی جلالتِ شان معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے بھی ظاہر ہے۔ اس لیے ابن معطی نے اُس کے فہم معنی میں متحیر ہو کر یہ تجویز کی کہ وہ علم مرتجل (۲) ہے۔

مگر "النہجۃ السویۃ" میں لکھا ہے کہ "علماء نے اُن کی غلطی ثابت کی اور کہا کہ وہ منقول اور باب تفعیل سے اسم مفعول ہے جس کے معنی حمد کردہ شدہ ہیں۔" اور "صحاح" میں لکھا ہے کہ "**المحمد الذی کثرت خصال الحمیدہ انتہیٰ**۔"

(۲) علم مرتجل اُس کو کہتے ہیں کہ لفظ بغیر مناسبت کے دوسرے معنے میں نقل کیا جائے جیسے جعفر کہ نہر کے لیے موضوع تھا اور بعد کسی کا نام رکھا گیا اور منقول اُس کو کہتے ہیں کہ نقل کے وقت معنے سابق کی مناسبت ملحوظ ہو۔ ۱۲

غرض کہ حضرت ﷺ ازل سے ہر ایک موطن و مقام میں "ممتاز" اور "محمد" رہے۔

"النهجة السوية" میں لکھا ہے کہ "جس رات آپ پیدا ہوئے ملائکہ آپ کو خلیفۃ اللہ کہتے تھے۔" دیکھئے حق تعالیٰ نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کے باب میں فرمایا تھا:

انی جاعل فی الارض خلیفة.

جس سے ظاہر ہے کہ اُن کی خلافت صرف زمین سے متعلق تھی۔ لیکن فرشتے چونکہ افلاک وغیرہ میں دیکھتے تھے کہ حضرت کا نام مبارک حق تعالیٰ کے نامِ مقدس کے ساتھ ہر جگہ مکتوب ہے۔ اس لیے انہوں نے اُن کو علی الاطلاق خلیفة اللّٰه کہہ دیا اور فی الارض کی قید جو آدم علیہ السلام کی خلافت میں ملحوظ تھی نہیں لگائی۔ فرشتوں کی اس گواہی سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ کُل ملکوت میں خلیفة اللّٰه ہیں۔ اسی وجہ سے تمام آسمانوں کے ملائک اِس خلیفة اللّٰه کے سلام کے لیے روزِ میلاد حاضر ہوئے جن کا نزولِ اجلال تمام عالم کے حق میں رحمت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين.

(میلاد شریف کا غم کرنے والا بد بخت ہے)

جب آپ رحمتِ مجسم ہو کر اس عالم میں تشریف لائے تو کون ایسا شقی ہوگا کہ نزولِ رحمت سے خوش نہ ہو۔ روایت ہے کہ تمام عالم میں اُس روز ہر طرف خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تھا جس سے زار زار روتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اُس کی یہ حالت دیکھ کر نہ رہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اس کو ماری کہ عدن میں جا پڑا۔ غرض کہ جس طرح میلاد شریف کا غم کمال شقاوت کی دلیل ہے اُس کی مسرت کمال سعادت کی دلیل ہے۔

(حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے پر ابولہب کے عذاب میں کمی)

جیسا کہ اِس روایت سے ظاہر ہے جو "کنز العمال" وغیرہ میں مذکور ہے کہ ابولہب

کو جب ثویبہ نے جو اُس کی لونڈی تھی خبر دی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لڑکا پیدا ہوا اُس کو اس خبر فرحت اثر سے نہایت خوشی ہوئی اور اس بشارت کے صلہ میں اُس کو آزاد کر دیا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو اس نے اپنے معذب ہونے کا حال بیان کر کے کہا کہ ہر دوشنبہ کی رات اُس خوشی کے صلہ میں جو محمد ﷺ کے پیدا ہونے میں ہوئی تھی مجھ سے عذاب کی تخفیف ہو جاتی ہے اور میری اُنگلیوں سے پانی نکلتا ہے جس کو چوسنے سے تسکین ہوتی ہے۔ دیکھئے جب ایسا ازلی شقی جس کی مذمت میں ایک کامل سورہ تبت یدا ابی لهب نازل ہے میلاد شریف کی مسرت ظاہر کرنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کی رحمت کا مستحق ہوا اور وہ بھی کہاں عین دوزخ میں تو خیال کیا جائے کہ حضرت کے امتیوں کو اِس اظہارِ مسرّت کے صلہ میں کیسی کیسی سرفرازیاں ہوں گی۔ اِسی مضمون کو حافظ شمس محمد بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم میں لکھا ہے:

اذا كان هذا كافراً جاء ذمه ... و تبت يداه فی الجحیم مُخلدا

اتی انه فی یوم الاثنین دائما ... یخفف منه للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذی کان عمره ... باحمد مسروراً و مات موحدا

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چند ولادت شریف ایک معین دوشنبہ کے روز ہوئی مگر اُس کا اثر ہر دوشنبہ میں مستمر ہے اس لحاظ سے اگر ہر دوشنبہ اظہارِ مسرت کے لیے خاص کیا جائے تو بے موقع نہ ہوگا۔

(سال میں کم از کم ایک بار محفلِ میلاد کرنی چاہیے)

کم سے کم سال میں ایک بار تو اظہارِ مسرت ہونا چاہیے اسی وجہ سے حرمین شریفین میں روز دوازدہم شریف (۱۲ تاریخ کو) نہایت اہتمام سے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس روز اور عیدوں کی طرح خطبہ پڑھا جاتا ہے اور تمام مسلمان خوشیاں مناتے ہیں خصوصاً مدینہ طیبہ میں تو دور دور سے قافلے پر قافلے چلے آتے ہیں اور مراسمِ عید ادا کیے جاتے ہیں اور مکہ معظّمہ میں ایک لطف خاص قابلِ دید یہ ہے کہ ہر فرقے اور حرفے کے لوگ مسجد الحرام سے

قبہ مولد النبی ﷺ میں جوق در جوق ممتاز ہو کر جاتے ہیں اور وہاں مولود شریف پڑھ کر شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور بمصداق ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن موردِ تحسین ہوتے ہیں۔

(حضور ﷺ کے روزِ ولادت کی فضیلت)

شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''مولود شریف'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت اور ابتدائے نبوت اور ہجرت اور مدینہ شریف میں داخل ہونا اور وفات شریف یہ سب امور دوشنبہ کے روز واقع ہوئے۔ حضرت کے معاملات میں یہ ایسا روز ہے جیسے آدم علیہ السلام کے حق میں جمعہ تھا کہ اُن کی پیدائش، زمین پر اترنا، توبہ کا قبول ہونا اور وفات سب جمعہ کے دن ہوئے۔ اس وجہ سے ایک ساعت جمعہ میں ایسی ہے کہ جو دعا اُس میں کی جائے قبول ہوتی ہے تو خیال کرو کہ سید المرسلین ﷺ کی ساعتِ ولادت میں اگر دعا قبول ہو تو کون سی تعجب کی بات ہوگی۔ انتہی

(حضور ﷺ کی ولادت کی شب کے شبِ قدر سے افضل ہونے کے دلائل)

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شبِ قدر جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے اُن کے دلائل یہ ہیں کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ اس میں اُترتے ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا:

لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا.

اور شبِ میلاد میں سید الملائکہ والمرسلین ﷺ کا نزولِ اجلال اس عالم میں ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شبِ قدر میں نہیں آسکتی۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ شبِ قدر حضرت کو دی گئی اور شبِ میلاد میں خود حضرت کا ظہور ہوا جن کی وجہ سے شبِ قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو بہ نسبت اُس چیز کے جو عطا کی گئی افضل ہوگی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ شبِ قدر کی فضیلت صرف حضرت کی امت سے تعلق

ہے اوروں کو اِس سے کوئی تعلق نہیں اور شبِ میلاد تمام موجودات کے حق میں نعمت ہے۔ اس لیے کہ اس میں رحمۃ للعالمین کا ظہور ہے جو کُل موجودات کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ جس طرح ابولہب کے حق میں ہر دوشنبہ کی رات میں برکت مکرر ہوتی ہے ہر دوشنبہ کی رات یا ہر تاریخِ ولادت کی رات میں وہ فضیلت مکرر ہوتی ہے یا نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ نفس شبِ قدر سے شبِ میلاد افضل ہے۔

اب مولود شریف کے جواز اور استحباب کی دلیلیں سنئے۔

محفل میلاد شریف کے جواز کی پہلی دلیل

نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''ہر سال مولود شریف معین روز میں کرنے کی اصل ''بخاری'' اور ''مسلم'' کی روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے روز روزہ رکھا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ اُن سے دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ روز وہ ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ اس لیے اس کے شکریہ میں عاشورہ کے روز ہم لوگ روزہ رکھا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

نحن احق بموسیٰ منکم.

یعنی ''تم سے زیادہ ہم اس کے مستحق ہیں۔''

چنانچہ آپ نے بھی اس روز روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اُس کا حکم فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی اعلیٰ درجہ کی نعمت کسی معین روز میں حاصل ہوئی ہو اُس کی ادائے شکر اُس روز کے نظیروں میں کرنا مسنون ہے اور چونکہ کوئی نعمت رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے افضل نہیں ہوسکتی اس لیے بہتر ہے کہ اس شکریہ میں اقسام کی عبادتیں مثل صدقات اور اطعامِ طعام وغیرہ روز میلاد شریف ادا کی جائیں۔'' انتہی

ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیشتر حافظ ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے قریب قریب جوازِ مولود پر استدلال کیا ہے۔

محفل میلاد شریف کے جواز کی دوسری دلیل

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''دوسری اصل مولود شریف کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود بنفسِ نفیس اپنا عقیقہ ادا فرمایا باوجود یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے جدِ امجد عبد المطلب نے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اس اعادۂ عقیقہ سے یہ معلوم کرنا منظور تھا کہ اعلیٰ درجہ کی نعمت پر اگر اعادۂ شکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس لیے میلاد شریف کے روز اظہارِ شکر میں کھانا کھلانا اور اظہارِ مسرت کرنا مستحب ہے۔'' انتہیٰ

رسالہ ''اتمام النعمة الكبرىٰ على العالم بمولد المصطفىٰ'' ﷺ میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ جزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''مولود شریف کی اصل خود آنحضرت ﷺ سے ماثور ہے۔ مولود کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ارغامِ شیطان اور سرورِ اہلِ ایمان ہے۔'' انتہیٰ۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ان علماء کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ جس سے اُس کا مسنون اور مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(عاشورہ کے روزہ سے میلاد شریف کے جواز پر نفیس استدلال)

شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صومِ عاشورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں غور کیجیے کہ باوجود یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی ایک معین عاشورہ میں ہوئی تھی۔ مگر تمام سال کے ایام میں صرف اُسی روز کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نعمت کا شکریہ اسی روز مکرر ہر سال ادا کیا جائے جس سے ثابت ہے کہ گو واقعہ مکرر نہیں مگر اُس کی برکت کا اعادہ ضرور ہوتا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ ہر دوشنبہ میں ابولہب کے لیے اُس کی برکت کا اعادہ ہوتا ہے۔

بعضے علماء نے یہاں پر یہ کلام کیا ہے کہ صومِ عاشورہ منسوخ ہو گیا ہے اس لیے اس کی فضیلت باقی نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت کے بعد اب کسی روزہ کی فرضیت نہ رہی۔ اس سے صومِ عاشورہ کی علّت جو حضرت کے پیشِ

نظر تھی اُس میں کوئی فرق نہیں آیا اس لیے کہ اس کے منسوخ کرنے کے وقت حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ نحن لسنا احق بموسى امنكم جس طرح روزہ رکھنے کے وقت نحن احق بموسىٰ منكم فرمایا تھا اور نہ یہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ گزر کر ایک زمانہ ہو گیا۔ ہر سال اُس کا لحاظ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اُس میں اعادہ معدوم نظر آتا ہے۔ پھر باوجود اُس روزے کے منسوخ ہونے کے احادیث میں اُس کے فضائل وارد ہیں جس سے ثابت ہے کہ روزے کا حکم فرمانے کے وقت جو فضیلت ملحوظ تھی وہ اب بھی ملحوظ ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ فضائل منسوخ نہیں ہوسکتے اس لیے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال پر اس کے منسوخ ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اُس روزہ کی فضیلت بھی منسوخ ہو گئی تو بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کی بے حد خوشی اگر ہو تو اُن لوگوں کو ہوگی جن کو اُن کے امتی ہونے کا دعویٰ تھا یعنی یہود کو ہمیں اُس کی کیا ضرورت اگر انبیائے سابق کے اس قسم کے واقعات کی خوشی ہم پر لازم ہو تو ہفتہ کے تمام ایام انہی خوشیوں میں صرف ہو جائیں گے آنحضرت ﷺ کو اِس روزہ سے صرف امت کو توجہ دلانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم ایک نبی کی نجات پر شکریہ ادا کرتے ہیں تو تم کو ہماری ولادت کی بے حد خوشی کرنی چاہیے۔ مگر طبعِ غیور کو صراحتاً یہ فرمانا گوارا نہ تھا کہ ہمارے میلاد کے روز تم لوگ روزہ رکھا کرو بلکہ خود ہی اس شکریہ میں روزِ دوشنبہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اُس کی وجہ اُس وقت تک نہیں بتائی کہ کسی نے نہیں پوچھا اس لیے کہ بغیر استفسار کے بیان کرنا بھی طبعِ غیور کے مناسب حال نہ تھا۔ یہ بات ''مسلم شریف'' کی اِس روایت سے ظاہر ہے کہ ''جب حضرت سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ دوشنبہ کا روزہ کیوں رکھا کرتے ہیں فرمایا کہ وہ میری ولادت کا روز ہے اور اُس روز مجھ پر قرآن نازل ہوا۔'' انتہیٰ

اب غور کیجیے کہ جب خود بدولت ہمیشہ روزِ میلاد میں شکریہ کا روزہ رکھا کرتے تھے تو ہم لوگوں کو کس قدر اِس شکریہ کی ضرورت ہے اس لیے کہ حضرت کا وجود ہم لوگوں کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہے اور اگر یہی لحاظ ہوتا کہ اپنی ولادت کا شکریہ ضرور تھا تو فرما دیتے کہ ہر شخص اپنی ولادت کے روز شکریہ کا روزہ رکھا کرے حالانکہ کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا۔

(ہر سال محفل میلاد شریف منعقد کرنے کی وجوہات)

اس سے ظاہر ہے کہ اس میں عمومی نعمت کا لحاظ تھا اور اُس سے صرف تعلیم امت مقصود تھی کہ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ہر ہفتہ میں ادا کیا جائے۔ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''جس روز نبی ﷺ کا وجود اس عالم میں ہوا اور کتاب عنایت ہوئی تو روزہ کے لیے اُس روز سے بہتر کون سا روز ہو سکتا ہے۔'' غرض کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میلاد مبارک کا شکریہ ہر ہفتہ میں ادا کیا جائے۔ پھر اگر سال میں بھی ایک بار اِس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو کس قدر بدنصیبی اور بے قدری ہے۔

غرض کہ تکرار زمانے میں گو اعادہ معدوم نہیں مگر ابتدائی فضیلت اُس میں ضرور ملحوظ ہوتی ہے۔

❁ دیکھئے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب مذبوح ہونے سے بچائے گئے جس کے سبب سے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو خوشی ہوئی ہر سال اس خوشی کا اعادہ ہوا کرتا ہے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ اُس دن عید ہوتی ہے

❁ اور اس واقعہ کے پیشِ نظر ہو جانے کے لیے جس قسم کے افعال و حرکات اُن حضرات اور حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے صادر ہوئے اسی قسم کے حرکات کے ہم لوگ حج میں مامور ہیں۔ چنانچہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ میں سات چکر کیے تھے۔ ہم کو بھی حکم ہے کہ اس وسیع میدان میں سات چکر کیا کریں۔ میلین اخضرین کے مقام میں وہ دوڑی تھیں ہمیں بھی وہاں دوڑنے کا حکم ہے اسی طرح اور بہت سے افعال ہیں جن سے وہ اصلی واقعہ پیشِ نظر ہو جاتا ہے۔ اب اگر مولود شریف کے وقت سید المرسلین ﷺ کی تشریف فرمائی مسلمانوں کے پیشِ نظر ہو اور تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں تو ایسی کون سی بے موقع حرکت ہو گی جس سے لعن وطعن کیا جاتا ہے اور اقسام کے الزام لگائے جاتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت کے بار بار پیدا ہونے کے قائل ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کیا حجاج دنبہ کو ذبح کرنے کے وقت اسماعیل علیہ السلام کے بار بار ذبح کرنے کا خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ گویا

حکایت اُسی کی ہے۔

(ہر سال محفل میلاد شریف منعقد کرنے کے متعلق بخاری شریف سے استدلال)

❁ ''بخاری شریف'' کی ''کتاب الانبیاء'' میں روایت ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ ''سفر غزوہ تبوک میں جب کہ آنحضرت ﷺ کا گزر مقامِ حجر پر ہوا تو حضرت کو بذریعۂ وحی وہاں کے حالات پر اطلاع ہوئی اور فرمایا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی فلاں کنویں کا پانی پیا کرتی تھی۔ قوم نے اُس کو اسی وجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ ایک روز سب پانی پی جاتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بہتیرا منع کیا مگر انہوں نے نہ مانا اس پر عذاب نازل ہوا اور وہ سب ہلاک کیے گئے۔ اب تم لوگ اُس کنویں پر اُترو جو اونٹنی کے لیے خاص تھا۔ اور دوسرے کنویں کے پانی سے احتراز کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے فرمایا وہ خمیر اور بچا ہوا پانی سب پھینک دو اور اس کنویں کا پانی لو جو اونٹنی کے لیے خاص تھا۔ پھر فرمایا کہ اُس قوم کی سکونت گاہ میں جب پہنچو تو روتے ہوئے وہاں سے جلد گزر جاؤ اور اگر رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ۔ اس خوف سے کہ کہیں تم پر اُن کا عذاب نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب اُس قوم کے مکانات پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے چادر سے اپنا سر مبارک ڈھانک لیا اور اونٹنی کو دوڑایا یہاں تک کہ اُس وادی سے نکل گئے۔'' (یہ خلاصہ اُن روایتوں کا ہے جو ''بخاری'' اور ''فتح الباری'' اور ''تفسیر ابن جریر'' وغیرہ میں مذکور ہیں)

❁ اسی طرح ''مسلم'' وغیرہ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ ''حج میں وادی محسر جہاں اصحابِ فیل ہلاک ہوئے تھے وہاں سے جلد گزر جانا مسنون ہے۔'' اب غور کیجیے کہ حضرت پر اُس مقام میں جو خوف طاری ہوا اور سب کو رونے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ بھی نہایت تواضع کی حالت میں چادر مبارک سے سر ڈھانکے ہوئے نہایت جلدی سے اُس مقام سے نکل گئے کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اُن برگزیدگانِ حق پر اُس وقت سچ مچ عذاب اُترتا وہ بھی ایسی حالت میں کہ صرف خوشنودی خدا و رسول کی غرض سے راہ خدا میں جان دینے کو چلے جا رہے ہیں۔ اور تنہا بھی نہیں بلکہ خود نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب تھے جن کی

شان میں وارد ہے:

ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم.

یعنی ”خدائے تعالیٰ اُن لوگوں پر عذاب نہیں کرتا جن میں آپ ہیں“ پھر حضرت کو اُس خوف سے کیا تعلق جو خود بھی جلدی سے وہاں سے گزر گئے کیا کوئی ضعیف الایمان بھی اس موقعہ میں ناشائستہ خیال کرسکتا ہے ہرگز نہیں پھر یہ تمام آثار جو اصلی واقعہ کے وجود کے وقت مرتب ہونے کے لائق ہیں اس وقت کیوں ظہور میں آئے کیا اُس وقت اُس قوم پر عذاب اتر رہا تھا جس کے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص بے باکانہ اُس مقام میں چلا جائے تو اندیشہ ہے کہ مبتلائے عذاب ہو جائے اِس لیے کمال خضوع سے روتے ہوئے جانے کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ خدائے تعالیٰ اس عذاب سے بچالے اس سوال کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ صرف اصلی واقعہ اُس وقت پیشِ نظر ہو گیا تھا۔ جس پر آثارِ خوف مرتب ہوئے۔ پھر یہ حضرت نے اپنی رائے سے بھی نہیں فرمایا اس لیے کہ اس ویران مقام میں کیونکر معلوم ہو کہ اونٹنی کا کنواں کون سا اور قوم کے کنوئیں کون سے ہیں جن سے پانی لینے کی ممانعت ہوئی بلکہ یہ سب وحی سے معلوم ہونے کی باتیں ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ سب تعلیمِ الٰہی تھی۔ اب فرمائے کہ اُس وقت جو صرف اصل واقعہ کے پیشِ نظر ہونے سے حکم تھا کہ خوف و خضوع ظاہر کریں۔ اِسی طرح میلاد شریف کے پیشِ نظر ہونے کے وقت آثارِ فرحت و تعظیم ظاہر کیے جائیں تو خدا و رسول کی مرضی کے مخالف ہونے کی کیا وجہ کیا یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ صحابہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا **قوموا الی سیدکم**۔ غرض کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ میلاد شریف کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے وہ شرک یا مکروہ ہے۔

تخیّل اور تصور پر آثار کا مرتب ہونا فطرتِ انسانی میں داخل ہے جیسے کسی خوشی کے واقعہ کے خیال کرنے پر آثارِ بشاشت چہرہ سے نمایاں ہوتے ہیں اور غم کا واقعہ یاد کرنے سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔

❁ ”کنز العمال“ میں روایت ہے کہ ”ایک روز عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سورۂ یوسف شروع کی جب اس آیت پر پہنچے:

و ابیضت عیناه من الحزن فهو کظیم.

جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم و بکا کا ذکر ہے۔ آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ آگے بڑھ نہ سکے آخر رکوع کر دیا۔“ شریعت میں بھی اس تخیّل اور تصور کا اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے۔

❁ چنانچہ ”جامع الصغیر“ میں اس مضمون کی روایتیں مذکور ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”کسی کا نام محمد رکھو تو اس کا اکرام کرو اور اس کو بُرا مت کہو اور اذیت نہ پہنچاؤ۔“ دیکھیے نام جو صرف الفاظ ہیں ان میں یہ اثر کہاں سے آگیا کہ اپنے مسمیٰ کو ایسی عزت بخشے۔ دراصل یہ اس تخیّل کا اثر ہے جو اِس لفظ کے تذکرہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارک پیشِ نظر ہو جاتی ہے۔ یہ بحث کسی قدر بسط سے ہم نے ”انوار احمدی“ میں لکھی ہے۔

❁ ”فتح الباری“ میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ”حج میں جو تلبیہ یعنی لبیك کہا جاتا ہے اس کی وجہ احادیث میں یہ وارد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا:

و اذن فی الناس بالحج.

یعنی ’لوگوں میں پکار دو کہ حج کے لیے آئیں۔‘‘

چنانچہ انہوں نے پکار دیا۔ اب جو لبیك کہا جاتا ہے اُسی کا جواب ہے“ دیکھیے یہ لبیك حالتِ احرام میں کس خضوع اور خشوع سے کہا جاتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے روبرو بھی یہ جواب دیا جاتا تو اس سے زیادہ تواضع نہ ہوتی۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے جو بلایا تھا اُس کو ہزار سال گزر گئے اور وہی آواز ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کا زمانۂ ولادت تو اس کے بہت بعد ہے اگر اس وقتِ خاص کا نقشہ ہماری آنکھوں میں کھنچ جائے تو کون سی تعجب کی بات ہے اور جس طرح ہم وقت معین میں لبیك کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اِسی طرح وقتِ معین میں **فداك ابی و امی یا رسول الله** کہہ کر کھڑے ہو جائیں تو کون سی بُری بات ہوگی۔

(منکرینِ محفلِ میلاد کے ایک اعتراض کا جواب)

اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا تو یہ بھی تسلیم نہیں اس لیے کہ جتنی روایتیں مولود شریف میں پڑھی جاتی ہیں وہ موضوع نہیں بلکہ کتبِ احادیث میں سب موجود اور صحابہ سے منقول ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتیں مولود کی کتابوں میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب صحابہ کے زمانہ میں پڑھی جاتی تھیں۔ البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثیں ایک جگہ جمع کر دی گئیں مگر یہ بھی قابلِ اعتراض نہیں اس لیے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے، جو صحابہ نے نہیں کیا تھا۔ پھر صحابہ وغیرہم کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیشِ نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثیں یاد ہوتیں پڑھ دیتے اِسی طرح میلادِ مبارک کا واقعہ پیشِ نظر ہونے سے وہ سب روایتیں پڑھی جاتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے۔

(منکرینِ محفلِ میلاد کے ایک اعتراض کا جواب)

اب اگر محلِ اعتراض ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی محفل قرونِ ثلاثہ میں اس ہیئت پر نہ تھی سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس محفل مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے اقوام اپنے اپنے نبیوں کی پیدائش کے روز خوشیاں منا کر اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں دور اندیش علماء نے یہ خیال کیا کہ بُعد زمانہ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کی طبیعتوں میں بے باکی پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ نماز روزہ میں بھی لوگ قصور کرنے لگے جس سے دوسرے اقوام میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمانی برائے نام رہ گئی ہے اور وہ رعب و داب جو جانباز مسلمانوں کا اُن کے دل میں تھا کہ یہ لوگ اپنے نبی کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہیں جانے لگا۔ اگر یہی خیال ان کا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانوں میں کوئی جوش اسلامی باقی نہ رہے تو چند روز میں بالکل بے وقعتی کی نگاہوں سے وہ دیکھے جائیں گے اور معرضِ تلف میں ہو جائیں گے اس لیے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی ﷺ کی محبت کا جوش ان کے دلوں میں پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ مجالسِ وعظ میں عموماً ایسے

مضامین بیان کرنے لگے جو باعث ازدیادِ محبت ہوں مثلاً شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیاء اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات اور فضائل نبی ﷺ زیادہ بیان کرنے لگے جن کے سننے سے اپنے نبی ﷺ کی عظمت ذہن نشین اور باعثِ ترقی محبت ہو پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی جس سے موافقین اور مخالفین کا امتیاز ہو جائے کیونکہ مخالفین کو حضرت کی پیدائش کی خوشی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا سخت صدمہ اُن کے دلوں پر ہوتا ہے جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا غرض کہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر فقیر و امیر بقدرِ حیثیت اِس محفل مبارک میں روپیہ صَرف کر کے اس کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے سچے دعا گو اور آپ کے وجودِ باوجود سے خوش ہونے والوں میں ہیں جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت میں بھی اپنے نبی ﷺ کے شیفتہ اور دل دادہ ہیں۔ نبض شناسانِ زمانہ خوب جانتے ہیں کہ یہ جوشِ محبت اسلامی کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہی جوش مخالفوں سے ان کو ممتاز اور علیحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوشِ محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانوں کی حالت گواہی دے گی کہ ان کو نہ احکامِ دینیہ سے تعلق ہے نہ اپنے نبی ﷺ سے محبت۔ اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا بُرا اثر مسلمانوں پر پڑے گا غرض قطع نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف میں ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین و دنیا میں محمود مطلوب ہے۔

دین میں اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تک آدمی کو نبی ﷺ کی محبت اپنے ماں باپ اور اولاد اور مال سے بلکہ اپنی جان کی محبت سے زیادہ نہ ہو اس کا ایمان قابلِ شمار نہیں اور دنیاوی مصلحت وہ جو مذکور ہوئی جس کو اسرار شناسانِ اسلام جانتے ہیں کہ موجد نے اس کو کیوں ایجاد کیا۔ کیا مصلحتِ وقت کا لحاظ رکھنے کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے نہیں دی ہے؟ کیوں نہیں صدہا احادیث اس پر شاہد ہیں اسی کو دیکھ لیجیے کہ قبل ہجرت کس قسم کے احکام اور حالات تھے اور بعد ہجرت قوتِ اسلام کے زمانہ میں کس درجہ پر پہنچے۔ اہلِ حدیث یہ بھی جانتے ہیں کہ آخری زمانہ کے مسلمانوں کے لیے نبی کریم ﷺ نے کس قسم کی سہولتیں فرمائی ہیں۔ یہاں تک تو فرما دیا کہ دسویں حصہ پر بھی اگر وہ لوگ عمل کر لیں تو صحابہؓ کے برابر ان کو ثواب ہوگا۔ اب انصاف کیا جائے کہ مصالح دینیہ و دنیویہ پر لحاظ رکھ کر

محفلِ میلاد شریف کی جائے تو کیا وہ باعث دخولِ دوزخ ہوگی۔ اور وہ ارشاد نبوی ﷺ کہ اعمال کے حسن وقبح کا دارومدار نیت پر ہے اور خدائے تعالیٰ عمل کو نہیں دیکھتا ہے۔ نیتوں کو دیکھتا ہے وغیرہ۔ احادیث معاذ اللہ بے کار ہو جائے گی ہر گز نہیں۔ غرض کہ اِس قابلِ تحسین نیت کے بعد ہمارا حسنِ ظن تو یہ ہے کہ یہ عمل باعثِ خوشنودی خدا اور رسول ہے۔ اور یقین ہے کہ بمصداق **انا عند ظن عبدی بی**۔ یہ ہمارا حسنِ ظن بے کار نہ جائے گا۔ ہم اس کو مانتے ہیں کہ بعضے علماء نے صرف حدیث **کل بدعة ضلالة** کو پیشِ نظر رکھ کر اس مجلسِ متبرکہ میں کلام کیا ہے مگر آپ نے دیکھ لیا کہ جو نکتہ رس، دقیقہ شناس علماء تھے۔ مثل حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی وغیرہ رحمهم اللہ۔ انہوں نے اس کا جواز استحباب ثابت کر دیا۔ غور کیجیے کہ وہ بھی آخر مقتدا اور متبحر علما مانے جاتے ہیں۔ جن کے اقوال استدلال میں پیش کیے جاتے ہیں ان کو گمراہ ومخالفِ اسلام قرار دینا کیونکر جائز ہوگا۔ ایسے موقع میں تو ان کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے علاوہ اور مصالح کے شرعی طور پر بھی اس کا استحباب ثابت کر دیا۔

یہاں شاید ناواقفوں کو یہ خلجان نہ ہوگا کہ ایک ہی چیز حرام اور مستحب کیونکر ہو سکتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ مولود شریف کو ایک جماعت حرام اور ایک جماعت مستحب کہتی ہے۔

اِس خلجان کو اس طرح دفع کیا جائے کہ جن علماء کی نظر محدود رہی کہ مولود شریف قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا وہ اس کی حرمت کے قائل ہو گئے اور جن کی نظر وسیع تھی وہ مصالح اور اغراض پر غور کر کے استحباب کے قائل ہو گئے۔

دیکھیے۔ صَرف ونحو کا علم نہ حضرت کے زمانہ میں تھا، نہ صحابہ کے زمانہ میں گو حضرت علی **کرم اللہ وجهه** نے چند قاعدے بیان فرما کر اِس کی بنیاد ڈالی مگر تدوین اس کی ایک مدت میں ہوئی اور نہ قالَ کی اصل قَوَلَ ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ مگر چونکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا اِن علوم سے متعلق ہے اس لیے گو وہ بدعت ہیں مگر اُن کی تعلیم واجب قرار دی گئی اگر ہمارے دین سے ان علوم کو تعلق نہ ہوتا تو اِن کی حرمت پر ضرور فتویٰ دیا جاتا اِس سے ظاہر ہے کہ اغراضِ صحیحہ کے لحاظ سے کبھی وجوب بھی آ جاتا ہے جس کو وجوب لغیرہ کہتے ہیں۔ پھر اگر مولود شریف میں باوجود بدعت ہونے کے استحباب آ جائے تو کیا عجب

غرض کہ علما جانتے ہیں کہ اغراض مصالح اور جہات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

جو ضرورت اِس محفلِ مبارک کی ایجاد اور ابقا میں علمائے متاخرین کے پیشِ نظر تھی اُس کا وجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا اس لیے اُس زمانہ کے کل اہلِ اسلام وقتاً فوقتاً ہر ایک امر میں نبی ﷺ کی محبت کا عملی ثبوت دیتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام شرقاً وغرباً ان کی جانبازیوں سے پھیلا اُن کو ضرورت نہ تھی کہ سال میں ایک بار اپنی محبت کا اظہار کریں۔ بخلاف اِس زمانہ کے کہ کُل اہلِ اسلام سال میں ایک بار بھی اگر اپنی سچی محبت اپنے نبی کریم ﷺ کی میلاد مبارک میں ظاہر کریں تو غنیمت ہے۔

(صحابہ نے بعد وفات میلاد کیوں نہیں منایا: اسکا جواب)

❁ قرونِ ثلاثہ میں روز میلاد مبارک کے عید مقرر نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جو علامہ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "**التعریف بالمولد الشریف**" میں مولفہ علامہ شمس الدین ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ "جو روز میلاد شریف کا ہے وہی وفات شریف کا دن ہے۔" اس لیے سرور وغم برابر برابر ہو گئے۔" انتہی

اگر غور کیا جائے تو اُن شیفتگانِ جمالِ نبوی پر وہ روز ایسی مصیبت اور ماتم کا تھا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے آنحضرت ﷺ کی بیماری میں صحابہ کی یہ حالت تھی کہ ہر مجلس ماتم کدہ سمجھی جاتی۔

❁ چنانچہ بخاری شریف [۳] میں ہے کہ اُس زمانہ میں اتفاقاً صدیق اکبر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا گزر انصار کی کسی مجلس پر ہوا دیکھا کہ سب زار زار رو رہے ہیں۔ اُس کا سبب دریافت کیا۔ اہلِ مجلس نے کہا کہ ہمیں حضرت نبی کریم ﷺ کی مجلسیں یاد آتی ہیں جن میں حضرت کے ساتھ ہم لوگ بیٹھتے تھے اب قرائن سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ دن آ گئے کہ ہم لوگ اس دولتِ عظمیٰ اور فیضانِ مصاحبت سے محروم ہو جائیں۔

❁ اُن شیفتگانِ دیدارِ نبوی کی حالت کا اندازہ اِس روایت سے ہو سکتا ہے جو

---

(۳) اس مقام کی کُل روایتیں "المواہب اللدنیہ" میں موجود ہیں۔ ۱۲

''بخاری شریف'' میں ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہو رہی تھی اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اس غرض سے اُٹھایا کہ نماز کی حالت ملاحظہ فرمائیں پردہ اُٹھنا ہی تھا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مارے خوشی کے قریب تھا کہ نماز کو توڑ کر دیدارِ جاں بخش سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں مگر حضرت کب گوارا کر سکتے تھے کہ عبادتِ الٰہی میں خلل واقع ہو فوراً یہ فرما کر پردہ چھوڑ دیا کہ نماز کو تمام کر لو۔''

دیکھئے صحابہ حضورِ قلب وغیرہ لوازم وآدابِ نماز کو خوب جانتے تھے مگر غلبۂ شوقِ دیدار نے سب بھلا دیا اور ایک ایسی حالت طاری ہوئی جو مصداق اس شعر کے تھی۔

در نمازم خم ابروے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

❁ روزِ وفات ہر چند صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت استقلال اور تکلف سے کام لے کر خطبہ پڑھا اور مسلمانوں کو تسلی دی مگر حالت یہ تھی کہ وہ بھی ضبطِ گریہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور بے اختیار کہتے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی وفات سے وہ چیز منقطع ہو گئی جو کسی نبی ﷺ کی موت سے منقطع نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی نعت جس قدر کی جائے تھوڑی ہے اگر ہمارا بس چلتا تو ہم سب آپ پر سے اپنے کو فدا کر دیتے اور ایک مرثیہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

یا لیتنی من قبل مهلك صاحبی غيبت فی جدث علی صخور

(ترجمہ) یعنی ''کاش میں اپنے صاحب کی وفات سے پہلے اپنی قبر میں مدفون ہوتا اور مجھ پر پتھر ڈالے جاتے۔''

❁ عمر رضی اللہ عنہ کو تو اُس صدمۂ جانکاہ نے دیوانہ ہی بنا دیا تھا کچھ ایسے حرکات اُس وقت اُن سے صادر ہو رہے تھے کہ سب حضار ترساں ولرزاں تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ اُن سے کچھ کہہ سکے جب کسی قدر افاقہ ہوا تو کہنے لگے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ پیشتر ستون کے پاس خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور آپ اُس پر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون پر آپ کے فراق کا اِس قدر صدمہ ہوا کہ آدمی کی طرح زار زار روتا تھا تو آپ کی امت کا کیا حال ہونا چاہیے۔

❁ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اُس وقت یہ حالت تھی کہ مُنہ سے بات نہیں نکل سکتی تھی۔

❁ حضرت علی کرم اللہ وجهه پر اِس قسم کا اتنا بار پڑا کہ باوجود اُس قوت و شجاعت کے آپ زمین پر بیٹھ گئے اور حس وحرکت دشوار ہو گئی۔

❁ حضرت فاطمۃ الزہرا علیها السّلام [4] پر اس صدمہ کا اثر اس قدر مُمتد (لمبا) ہوا کہ جب تک آپ زندہ رہیں گویا جانتے ہی نہیں کہ ہنسی کیا ہے۔

❁ بلال رضی اللہ عنہ جب اذان میں اشهد ان محمداً رسول الله کہتے تو مسجد میں کہرام مچ جاتا تھا۔

❁ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہی اِس صدمۂ جاں ستاں سے ہو گیا۔

غرض کہ اس حادثۂ جانکاہ سے کُل صحابہ کی یہ حالت تھی کہ اُن پر زندگی وبالِ جان ہو گئی تھی۔ اب غور کیجیے کہ جب دوازدہم شریف کا روز اُن شیفتگانِ جمالِ نبوی ﷺ اور سوختگانِ آتشِ فراق پر آتا ہو گا تو اُن کی کیا حالت ہوتی ہو گی۔ کیا ایسی حالت میں کسی قسم کی خوشی دل میں راہ پا سکتی ہے ہرگز نہیں۔ ایک مدت تک مسلمانوں کی تقریباً اسی قسم کی حالت رہی۔

---

(۴) امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ''شرعاً انبیاء و مرسلین وملائکہ ومقربین کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور اولیاء و علماء کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنے کا کیا حکم ہے، ہر ایک کے لیے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کر دیے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟''

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''صلوٰۃ وسلام بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللّٰھم صل وسلم علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و علٰی ال سیدنا و مولٰنا محمد۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہا جائے، اولیاء وعلماء کو ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم'' یا ''قدست اسرارھم'' اور اگر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳، صفحہ ۳۹۰ و ۳۸۹ مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور) (میثم قادری)

(صحابہ کے بعد میلاد شریف کو کیوں شروع کیا گیا: اسکا جواب)

متاخرین نے دیکھا کہ اب مسلمانوں کے دلوں پر عموماً وہ جوشِ محبت تو رہا ہی نہیں جو مقتضی غمِ وفات ہو اور حضرت ﷺ کی وفات کے معنے تو صرف اِسی قدر ہیں کہ اس عالم سے دوسرے عالم کو تشریف لے گئے۔ ورنہ حضرت کی زندگی میں کیا شک اِس لیے اُس غم کو جو عارضی تھا کالعدم کر کے اصلی مسرت اور خوشی کو جسکا اثر قیامت تک باقی ہے پیشِ نظر رکھا اور اُس روز کو خالص روزِ عید قرار دیا جس میں کُل اہلِ اسلام بالاتفاق اپنی محبت اور گرم جوشیاں ظاہر کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیں۔ چنانچہ اس قرار دادِ علما کو تقریباً کُل اہلِ اسلام نے مان بھی لیا اور صورتِ اجماعی منعقد ہوگئی۔ اور بمصداق **ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن** وہ قابلِ تحسین ہی ہوئے۔

(میلاد شریف منعقد کرنے کی برکت)

پھر اُن حضرات نے اِس سے بڑے بڑے فوائد بھی حاصل کیے۔ چنانچہ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ ''مولود شریف کی خاصیت یہ ہے کہ جس سال وہ محفل کی جاتی ہے اُس سال بلاؤں سے امن رہتا ہے اور یہ فقط اعتقادی بات ہی نہیں بلکہ اُس کا تجربہ بھی مکرر ہو چکا ہے۔'' الحاصل محفلِ میلاد میں کئی مصلحتیں اُن حضرات کے پیشِ نظر تھیں اور مصالح کا لحاظ کرنا شرعاً محمود اور مسنون ہے۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح مواہب لدنیہ'' میں لکھا ہے کہ ''مدینہ طیبہ میں ایک منافق مرا اور آنحضرت ﷺ سے درخواست کی گئی کہ اپنا ملبوسِ خاص عنایت فرما دیں تاکہ برکت کے لیے اُس کے کفن میں وہ شامل کیا جائے۔ حضرت ﷺ نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اُتار کر عنایت فرمایا اور صحابہ کو اس مصلحت پر مطلع فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے قمیص سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ منافق ہے مگر مجھے امید ہے کہ اس رعایتِ خاص کی وجہ سے اُس کی قوم سے ہزار شخص مسلمان ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔'' دیکھئے حضرت کا پیرہن مبارک جو اعلیٰ درجہ کا متبرک ہے منافق جو کافر سے بھی بدتر ہے اُس

کے کفن کے لیے دینا ہرگز کسی مسلمان کی طبیعت گوارا نہیں کر سکتی مگر حضرت نے عمومی مصلحت کے لحاظ سے اُس کو گوارا فرمایا۔

(جس فعل سے اسلام کی شان ظاہر ہو وہ جائز ہے)

✿ چنانچہ ''بخاری شریف'' اور ''فتح الباری'' میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک روز خانہ کعبہ میں جا بیٹھے اور کہا کہ میرا قصد یہ ہے کہ جس قدر سونا چاندی کعبہ شریف میں رکھا ہے سب مسلمانوں میں تقسیم کر دوں ابو وائل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ نہیں کر سکتے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو باوجود یہ کہ آپ سے زیادہ مال کی احتیاج تھی مگر انہوں نے یہ خیال نہیں کیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک ان حضرات کی اقتدا مجھے بھی ضرور ہے۔

شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ ''کعبہ شریف کا خزانہ خرچ نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تعظیم الاسلام اور ترہیبِ اعداء اُس سے متعلق ہے اس لیے کہ خزانۂ کعبہ شریف اُس زمانہ میں مشہور تھا اس سے مستفاد ہے کہ شوکتِ اسلام کے لیے اگر کوئی ایسا کام کیا جائے جو ضرورت سے زیادہ ہو اُس کی اجازت ہے

✿ چنانچہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ ''سونا چاندی کی قندیلیں کعبہ شریف اور مسجدِ نبوی میں لٹکانے کو تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے جائز لکھا ہے۔'' دیکھئے اس میں بھی صرف شوکتِ اسلام ملحوظ ہے ورنہ ضرورت تو معمولی چراغوں سے بھی رفع ہو سکتی تھی۔

✿ اسی طرح ''فتح الباری'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''کعبہ شریف کو جو دیباج کی کِسوَت (پوشاک) پہنائی جاتی ہے اس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے'' اور لکھا ہے کہ ''قاضی زین الدین عبدالباسط نے بحسبِ حکمِ شاہی ایک ایسی بہتر کسوت خانہ کعبہ کے لیے تیار کی کہ اُس کی عمدگی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اور اُن کی تحسین اِس فعل کی کر کر یہ دعائیں دیں کہ

بسط اللہ تعالٰی فی رزقہ و عمرہ و جزاہ اللہ عن ذالک احسن المجازاۃ.''

دیکھئے اس میں بھی وہی شوکتِ اسلام ملحوظ ہے ورنہ اول تو گھر کو کِسوَت (پوشاک) پہنانا کوئی ضروری بات نہیں اور اگر کسی قسم کی ضرورت ہے بھی تو بیش

قیمت دیباج کی ضرورت نہیں جس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے۔ اور کِسوت (پوشاک) خانہ کعبہ تو حضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھی۔

✿ ''خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ'' میں لکھا ہے کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر از سرِ نو نہایت تکلف سے کی چنانچہ دیواروں کے پتھروں میں نقش و نگار کیا گیا اور ستون کے پتھر بھی نقشی پرکار تھے سقف ساج کا بنوایا گیا جو اُس زمانے کی بیش قیمت لکڑی تھی اور ممبر شریف پر غلاف پہلے آپ ہی نے اوڑھایا۔'' دیکھئے یہ سب امور شوکتِ اسلام سے متعلق ہیں ورنہ یہی مسجدِ مقدس آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اُس وقت تک نہایت سادی اور تکلف سے عاری تھے۔ نہ نقش و نگار تھا نہ ممبر پر غلاف اوڑھایا جاتا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ باوجود یہ کہ خانۂ کعبہ اور ممبر شریف کا غلاف ہمیشہ صحابہ کے پیش نظر رہا کرتا تھا مگر کسی سے یہ اعتراض مروی نہیں کہ بے ضرورت کپڑا کیوں اوڑھایا جاتا ہے کیا اِن لکڑیوں اور گھر کو سردی ہوتی ہے جیسے ہمارے زمانہ کے بعض حضرات غلافوں کو دیکھ کر کہا کرتے ہیں۔

(میلاد شریف کی خوشی منانے کا قرآنِ پاک سے ثبوت)

اب یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف میں کیا کام ہوتے ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں۔ بڑے کام یہ ہیں اظہارِ سرور، تعینِ وقت، قصائدِ نعتیہ کا پڑھنا، تقسیمِ شیرینی اور بخور کا جلانا وغیرہ اظہارِ سرور کا حال سنئے کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ لا یحب الفرحین.

یعنی ''فرحت والوں کو حق تعالیٰ دوست نہیں رکھتا''

مگر فضل اور رحمتِ الٰہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا.

یعنی ''لوگوں سے کہہ دو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں۔''

مطلب اِن آیتوں کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی خوشی کرے۔ اب غور کیجیے کہ آنحضرت ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے اِس عالم کو عزت بخشا کیا بڑا فضل اور رحمتِ الٰہی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ آپ ہمہ تن فضل اور

رحمت ہیں۔ چنانچہ ''النہجۃ السویہ'' میں لکھا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کا نام فضل اللہ بھی ہے جس پر ابنِ دحیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ

''حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً.

یعنی ''اگر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔'' اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد ﷺ ہیں۔'' انتہیٰ

اور اسی میں ذکر کیا ہے کہ ''حضرت ﷺ کے اسماء یہ بھی ہیں:

رحمہ، رحمۃ الامہ، نبی الرحمہ، رحمۃ للعالمین، رحمۃ مہداۃ.''

اور آیۂ شریفہ **وما ارسلناك الا رحمة للعالمين** کو ذکر کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''حضرت نہ صرف مسلمانوں کے حق میں رحمت تھے بلکہ کفار کے حق میں بھی رحمت تھے اور یہ حدیث ''طبرانی'' اور ''حاکم'' سے نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ انا رحمۃ مہداۃ.

ترجمہ: ''میں اللہ کی رحمت ہوں جو تمہارے لیے ہدیہ بھیجی گئی ہے۔''

اب کہئے کہ ایسے ہمہ تن فضل اور رحمت کے نزول کے روز کو ہم عید نہ قرار دیں تو ہم سے زیادہ ناقدر شناس کون ہو کہ خدائے تعالیٰ کے ہدیہ کی بھی ہم نے کچھ قدر نہ کی حالانکہ فضل اور رحمتِ الٰہی پر خوشی کرنا ہمارا فرض ہے جو آیۂ موصوفہ **فبذلك فليفرحوا** سے ظاہر ہے۔

تعین وقت

اس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے صومِ عاشورہ خود بھی رکھا اور اس کے فضائل بیان فرمائے اور اِس روایت سے بھی ظاہر ہے جو ''بخاری شریف'' کی کتاب الایمان میں ہے کہ ''کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کتاب یعنی قرآن شریف میں ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم لوگ اُس کے نزول کے دن کو عید بناتے۔ آپ نے فرمایا: کون سی آیت ہے؟ کہا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و

رضیت لکم الاسلام دینا.

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔“

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل ہوئی کہ حضرت ﷺ عرفات پر کھڑے تھے یعنی حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا۔“ انتہی۔

”شرح بخاری شریف“ میں شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہودی کا سوال تھا تو یہ تھا کہ اُس آیت کی جلالتِ شان مقتضی ہے کہ اس کے نزول کا روز عید بنایا جاتا اور جواب میں مقام اور وقتِ نزول بیان کیا گیا جس کو سوال سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ جواب میں سوال کی مطابقت چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اشارۃً جواب دیا کہ وہ دونوں روز ہمارے یہاں روزِ عید ہیں اور ”ترمذی“ اور ”طبرانی“ وغیرہ کی روایتوں میں بتصریح موجود ہے کہ **بحمد اللہ** ہمارے یہاں وہ دونوں روز عید ہیں حاصل یہ کہ یہودی کا مقصود تھا کہ اُس نعمتِ عظمیٰ کا دن اس قابل تھا کہ عید قرار دیا جاتا جس میں ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے اس لیے کہ عید عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی مکرر ہونے کے ہیں چونکہ روزِ عید مکرر ہوا کرتا ہے اس لیے اُس کا نام عید رکھا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اُس کے جواب میں کہا کہ ہمارے یہاں اُس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ مقرر ہے۔ ورنہ صاف کہہ دیتے کہ یہ تم لوگوں کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہر سال خوشیاں منایا کرتے ہو۔ اب غور کیجیے کہ جب یہ مسلّم ہے کہ کسی نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا دن اس قابل ہے کہ ہمیشہ اُس میں خوشی اور عید کی جائے تو بتائیے کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت ﷺ کی تشریف آوری اور نزولِ اجلال سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے پھر اگر اُس روز خوشی نہ کی جائے تو کون سا دن آئے گا جس میں ایمانی طریقہ سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اُس آیۂ شریفہ کے نزول کے روز دُوہری عید ہے تو نزولِ اجلال سید المرسلین ﷺ کے روز یعنی میلاد مبارک کے روز اُس سے دہ چند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہیے۔

قصائدِ نعتیہ کا پڑھنا اہلِ حدیث جانتے ہیں کہ ”قصیدہ بانت سعاد“ جو نعت میں

ہے خود آنحضرت ﷺ کے رُوبرو پڑھا گیا اور حضرت ﷺ نے اُس کے صلہ میں چادر مبارک عطا فرمائی اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ممبر رکھا جاتا تھا جس پر وہ اشعارِ نعتیہ پڑھتے تھے جس کا حال ہم نے ”انوارِ احمدی“ میں کسی قدر بسط سے لکھا ہے۔

تقسیمِ شیرینی

وہ اطعامِ طعام میں داخل ہے جس کی تعریف قرآن شریف میں مصرح ہے۔

کما قال تعالیٰ:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ. (پارہ: سورۂ دہر، آیت:۸)

(ترجمہ: ”اور کھانا کھلاتے ہیں اُس کی محبت پر“)

اس کے سوا بہت سی آیات واحادیث اس کی فضیلت میں وارد ہیں جو محتاجِ بیان نہیں۔

بُخور (یعنی جس کے جلانے سے خوشبو نکلتی ہے اُس کو) جلانا

❁ ”خلاصۃ الوفا“ میں ”ابن ماجہ“ کی روایت مذکور ہے کہ ”نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسجدوں کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو۔“

❁ اور لکھا ہے کہ ”عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخوردان آیا اُس کو آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا کہ اُس میں بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان میں مسجد نبوی ﷺ کو بخور دیا کریں۔ اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے پاس لے جائیں اور سب کو معطر کریں۔“

غرض کہ اماکن اور اوقاتِ متبرکہ میں بخور کی خوشبو سے اہلِ جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے۔

قیام

اِس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے لیکن تکملۃً یہاں بھی لکھا جائے تو بے موقع نہ ہوگا۔ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ تخیل پر اصل واقعہ کے آثار مرتب ہونا قطع نظر اس کے کہ امرِ طبعی ہے۔ شریعت میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب آیۂ شریفہ و ابیضت عیناہ پڑھی تو روتے روتے بے خود ہو گئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے مقام تبوک میں اظہارِ خوف وخشیت کیا اور ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی

خوشی کا دن ہمیشہ کے لیے روزِ عید مقرر رہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے روز آنحضرت ﷺ
نے شکریہ کا روزہ رکھا اور ترغیبِ امت کے لیے اُس کے فضائل بیان فرمائے اور اپنی
ولادتِ باسعادت کے روز یعنی روزِ دوشنبہ حضرت ﷺ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور
ابولہب کو دوزخ میں پانی پینے کو ملا کرتا ہے خاص خاص واقعات کے آثار اُن کی خاص قسم کی
تخیل پر مرتب ہوا کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر آنحضرت ﷺ کی ولادتِ باسعادت
کی تخیل پر مسلمانوں کے دل میں فرحت پیدا ہو تو نہ شرعاً وہ مذموم ہے نہ یہ کہنا درست ہوگا
کہ جو اصلی واقعہ پر آثار مرتب ہوتے ہیں تخیل پر مرتب کرنا درست نہیں۔ اس بنا پر جتنی
حدیثیں اس باب میں وارد ہیں کہ فرحت کے وقت کھڑے ہو جانا درست بلکہ مسنون ہے
سب ہمارے مفید مدعا ہو گئیں۔ کیونکہ جب مسلمان مُیلاد شریف کے حالات سنتے ہیں تو
اُن کو بے حد خوشی ہوتی ہے اس وجہ سے کہ حضرت کا اس عالم میں تشریف فرما ہونا اُن کے
لیے نجات اور فرحتِ ابدی کا باعث ہوا۔ کیا کوئی مسلمان ایمان کی راہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ
نجات و مسرت ابدی سے زیادہ کوئی نعمت ہرگز نہیں۔ پھر جب کم درجہ کی فرحتوں میں قیام
جائز اور مسنون ہو تو اِس اعلیٰ درجہ کی فرحت میں قیام کی کِس قدر ضرورت ہوگی۔ اب اُن
روایتوں کو سنئے جن سے فرحت کے وقت قیام کا مسنون ہونا ثابت ہے۔

❁ ''فتح الباری'' میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن
کی طرف بھاگ گئے تھے اُن کی بی بی نے اُنہیں مسلمان کر کے جب آنحضرت ﷺ کی
خدمت میں حاضر کیا تو حضرت اُن کو دیکھتے ہی کمال خوشی سے کھڑے ہو گئے۔''

❁ اِسی قسم کی اور روایتیں بھی ذکر کیں جن میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ
رضی اللہ عنہما کے قدوم کے وقت اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر قیام کرنا آنحضرت ﷺ کا مذکور ہے۔

❁ ''بخاری شریف'' میں یہ روایت ہے:

ابصر النبی ﷺ نساءً و صبیاناً مقبلین من عرس فقام
مُتناً فقال اللھم انتم من احب الناس الیّ.

(ترجمہ) یعنی ''آنحضرت ﷺ نے چند عورتوں اور لڑکوں کو دیکھا کہ کسی کے

نکاح سے چلے آرہے ہیں فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا خدا جانتا ہے تم
لوگ سب سے زیادہ میرے محبوب ہو۔''
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے قام مُتنا کی شرح میں لکھا ہے کہ

قام اللھم مسرعًا مشتدا فی ذلک فرحا بھم.

(ترجمہ) یعنی ''کمال فرحت کی وجہ سے نہایت جلدی سے کھڑے ہو گئے۔''

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ قیام معانقہ وغیرہ کے لیے نہیں تھا۔ اس لیے کہ
عورتوں اور لڑکوں سے معانقہ درست نہیں بلکہ مقصود اُس سے صرف اظہارِ فرحت تھا۔ اس
سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قدومِ احباب کے وقت جو آنحضرت ﷺ قیام فرمایا کرتے تھے
اس کی وجہ بھی اظہارِ فرحت ہی ہوا کرتی تھی۔

(قیامِ میلاد شریف کے متعلق اہلِ سنت کو ایک نصیحت)

تو اب مسلمانوں کو چاہیے کہ جس وقت میلاد شریف سنیں اور اُس میں سردارِ کونین
ﷺ کا اس عالم میں تشریف فرمانا پیش نظر ہو جائے جو اعلیٰ درجہ کی فرحت کا باعث ہے تو
اُس وقت ان احادیث کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنا کر خوشی سے کھڑے ہو جایا کریں اور بدعت
اور شبہ فی العبادت وغیرہ شبہات کو اِن روایت سے دفع کر دیا کریں۔ یہی امور گویا محفلِ
میلاد کے ذاتیات ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ وہ فرادیٰ مسنون یا مستحب تو ضرور ہیں۔

(منکرینِ میلاد کے ایک اور لغو اعتراض کا جواب)

رہے امورِ خارجیہ جیسے عورتوں کا مولود شریف ایسے طور پر پڑھنا کہ اجنبی لوگ اُن
کی آوازیں سنیں یا نشہ کی حالت میں پڑھنا۔ یا اور کسی قسم کی بے ادبی پڑھنے کے وقت کرنی
جو شرعاً ممنوع ہو وہ ضرور اس قابل ہیں کہ موقوف کر دیئے جائیں جیسے کل عبادات میں یہی
حکم ہے۔ مثلاً نماز لوگوں کے بتلانے کی غرض سے پڑھنی جس سے احتراز کی ضرورت ہے
مگر ایسے امور سے نماز یا مولود شریف کے جواز میں کلام نہیں ہو سکتا۔

(میلاد شریف کو بدعت قرار دینے والے منکرین کا مزید رد)

رہی ہیأتِ اجتماعی امورِ مذکورہ کی سو اُس کا بھی جواز بلکہ استحباب بتصریح علما ثابت ہوگیا اور قطع نظر اُس کے اِس قسم کے بدعتوں کی ایجاد کی شرعاً اجازت ہے۔ جیسا کہ حدیثِ صحیح ''من سن سنه حسنة'' الحدیث سے ظاہر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے اس کو ثواب اُس کا اور اُس پر عمل کرنے والوں کا ملے گا۔ اور جو بُرا کام ایجاد کرے اُس کا اور اُس پر عمل کرنے والوں کا گناہ اُس پر ہوگا۔

دیکھیے قرونِ ثلاثہ کی یا اور کسی بات کی تخصیص نہیں بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے اگر اس کی تخصیص قرونِ ثلاثہ کے ساتھ کر دی جائے تو بدعتیوں کو بڑی مدد مل جائے گی وہ یہ کہیں گے کہ جس طرح اچھے کاموں کی وہی ایجاد باعثِ ثواب ہے جو قرونِ ثلاثہ میں ہو اسی طرح بُرے کاموں کی بھی وہی ایجاد باعثِ عذاب ہوگی۔ جو قرونِ ثلاثہ میں ہو۔ اس لیے بہ دلیل مقابلہ دونوں شقوں میں تعمیم یا تخصیص ایک ہی قسم کی ہوگی اور اُس صورت میں مطلب حدیث شریف یہ ہوگا کہ جتنے بُرے کام قرونِ ثلاثہ کے بعد ایجاد کیے جائیں وہ قابلِ مواخذہ نہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ بُرے کاموں کی ایجاد جس طرح ہر زمانہ میں مذموم ہے اچھے کاموں کی ایجاد بھی ہر زمانہ میں محمود ہے۔

الحاصل اگر مولود شریف بدعت بھی ہو تو بدعتِ حسنہ ہے۔ جس کی اجازت شریعت میں وارد ہے۔ زرقانی نے ''شرح مواہب لدنیہ'' میں لکھا ہے کہ ''تاج فاکہانی نے مولود شریف کو بدعتِ مذمومہ لکھا ہے مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے استدلال اور تقریر کو حرفاً حرفاً رد کیا۔ جزاه الله عنا خير الجزاء''

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے بعض معاصرین اس رسالہ کی چند حدیثوں کو درایت کے شکنجہ میں ضرور کھینچیں گے مگر چونکہ اس میں ہمارے ہم مشربوں کی طرف ہمارا روئے سخن ہے اس لیے اُن کے شبہات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس پر بھی اگر شوق ہو تو ہم نے ''**کتاب العقل**'' اور ''**حقیقۃ الفقہ**'' اور ''**افادۃ الافہام**'' وغیرہ میں بحثِ درایت تفصیل سے لکھی ہے اُن میں ملاحظہ فرمائیں امید ہے کہ اہلِ انصاف کو اُس سے تسکین ہو جائے گی۔

احسن الکلام فی مسئلۃ القیام

مؤلف

مولانا عبدالحق غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

والضحیٰ پبلی کیشنز
مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
0300-7259263 0315-4959263

نام کتاب : احسن الکلام فی مسئلة القیام

مولف : حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری

ناشر : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ صلوٰۃ وسلام مروجہ جو بصورتِ قیام پڑھا جاتا ہے۔ از روئے شرع شریف کس حکم میں داخل ہے۔ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح وغیرہ احکامِ مشروعہ میں سے یا کہ طریقۂ مذکورہ غیر مشروع ہے تو اس صورت میں غیر مشروع مکروہ یا حرام کی کس شق میں داخل ہے۔

بینوا بالصواب توجروا یوم الحساب.

الجواب

صلوٰۃ وسلام اس ہیئات کے ساتھ پڑھنا خلاف طریقۂ مسنونہ ہے۔

دستخط دیوبندی مولوی صاحب ہری پور

وهو الموفق

الجواب

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

اصل مطلب سے پہلے چند باتیں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔

البتہ اگر وہ کام حسن وخوبی اور فوائد پر مشتمل ہو تو مستحب کہلائے گا۔ (۱)

(ہر نیا کام برا نہیں)

محض اس بناء پر کہ ایک کام نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں نہ تھا قابلِ مذمت اور بُرا نہ ہوگا۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر وہ کام (۲) جو نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں نہ تھا اسے مذموم (بُرا) نہیں کہا جا سکتا۔ پھر وہ کام جس پر نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں عمل کیا جاتا تھا اور اس کام کی پُر زور ترغیب دلائی جاتی تھی۔ اب اسے اگر ایک ایسی نئی ہیئات کے ساتھ ادا کیا جائے جو کئی فوائد پر مشتمل ہو تو اسے کیونکر بُرا کہا جا سکتا ہے۔''

(۱) وجوب، فرضیت، حرمت اور کراہت کے ثابت کرنے کے لیے کسی دلیلِ شرعی کا ہونا ضروری ہے۔ جن کام کے فرض وواجب یا مکروہ وحرام ہونے پر کوئی دلیلِ شرعی نہ ہو مباح ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فما احلّ فھو حلال و ما حرم فھو حرام و ما سکت عنہ فھو عفو۔ (مشکوٰۃ شریف باب ما یحل اکلہ وما یحرم) (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ نے جسے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس چیز کے متعلق کچھ نہیں کہا وہ معاف ہے۔ (اس پر مواخذہ نہیں)''

(۲) لانھما کل ما لم یکن علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ یکون مذمیماً۔ ۱۲

(حدیقہ ندیہ جلد ثانی صفحہ ۴۱۹)

(صوفیاء کے اشغال سنت سے ثابت نہیں لیکن جائز ہیں)

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''ہماری (۳) صحبت اور طریقت اور سلوک کے آداب کو سیکھنا متصل ہے حضور نبی اکرم ﷺ تک صحیح سند اور متصل سے یعنی مصنف سے تا مبد حالت بیچ میں کوئی واسطہ منقطع نہیں۔ اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان افعال کا ثابت نہیں۔ یعنی باعتبار آدابِ معینہ اور اشغالِ مخصوصہ کے اتصال تفصیلی نہیں اجمالی ہے۔'' (ترجمہ مولوی خرم علی بلہوری)

دیکھیے شاہ صاحب نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ہم طریقت کے جن آداب اور طریقوں پر عمل کر رہے ہیں ان کا تعین نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اس کے باوجود انہیں ناجائز اور خلافِ سنت نہ کہا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

(بدعتِ حسنہ پر ثواب)

بلکہ خود حدیث شریف میں ہے:

''جس شخص (۴) نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس نیک کام کا بھی ثواب ملے گا۔ اور ان لوگوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جنہوں نے ایجاد کے بعد اس نیک طریقے کو اپنایا اور لطف یہ کہ ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی۔''

(۳) صحبتنا و تعلمنا الآداب الطریقۃ والسلوک متصلۃ الی رسول اللہ ﷺ بالسند الصحیح الستفیض المتصل و ان لم یثبت تعین الاداب ولا تلک الاشغال۔ ۱۲

(القول الجمیل مطبوع مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

(۴) من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شی۔ ۱۲ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۳ بحوالہ مسلم شریف)

(وہابیوں کی دلیل کا جواب)

۲- زمانہ نبوی کے بعد پیدا ہونے والا کام یا طریقہ اسی وقت مردود اور ناجائز ہوگا۔ جبکہ اس کی اصل شریعتِ مقدسہ میں موجود نہ ہو یا شریعت میں اس سے ممانعت ہو۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ (۵) نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل دین میں نہیں وہ مردود ہے۔''

ملا علی قاری رحمہ الباری حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں:

''قاضی (۶) نے کہا اس حدیث کا یہ معنیٰ ہے کہ جس نے اسلام میں ایسی رائے نکالی کہ کتاب وسنت میں اس کی ظاہر وخفی ملفوظ یا مستنبط دلیل نہیں تو وہ مردود ہے۔''

۳- صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا شرعی طور پر محبوب اور مطلوب ہے کسی ہیئات اور وضع کی تخصیص نہیں تنہا ایک آدمی پڑھے یا پوری جماعت بیٹھ کر ہو یا کھڑے ہو کر ہر اس طریقے سے درود شریف پڑھنا ثواب ہے جس میں بے ادبی نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اللّٰہ و ملٰئکتہٖ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ کی شان کا اہتمام کرتے

(۵) قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

(۶) قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن لہ من الکتاب والسنہ سند ظاھرا و خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ۔ ۱۲(مرقات شرح مشکوٰۃ)

ہیں۔ اے ایمان والو! تم نبی ﷺ کی شان کا یوں اہتمام کرو کہ اُن پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔''

یہ نہیں فرمایا کہ تنہا بیٹھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ بلکہ حکم عام ہے کہ جس طرح چاہو پڑھو۔

اختصاراً چند احادیث بھی ملاحظہ ہوں:

۱- حضرت انس (۷) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جو مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔'' (نسائی شریف)

۲- ''حضرت (۸) اُبی بن کعب فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرتا ہوں آپ فرمائیں کتنی دفعہ پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کی: (فرائض کے وقت کے علاوہ) چوتھائی وقت۔ آپ نے فرمایا: جیسا چاہو۔ اس سے زیادہ ہو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ عرض کی: نصف وقت۔ فرمایا: جیسا چاہو۔ اس سے زیادہ ہو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی: (فرائض کے وقت کے علاوہ) تمام وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا: تب تو تمہارے تمام مقاصد پورے کر

(۷) عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ من صلّ علیّ صلوٰۃً واحدۃً صلی اللہ علیہ عشر صلوات و حطت عنہ عشر خطیات و رفعت لہ عشر درجات۔
(رواہ نسائی، مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

(۸) عن اُبیّ بن کعب قال قلت یا رسول اللہ انی اکثر الصلوٰۃ علیک فکم اجعل لک من صلوٰتی فقال ما شئت قلت الربع. قال ما شئت فان زدت فھو خیر لک قلت النصف قال ما شئت فان زدت فھو خیر لک قلت فالثلثین قال ما شئت فان زدت فھو خیر لک قلت اجعل لک صلوٰتی کلھا قال اذا یکفی ھمک و یکفّر لک ذنبک۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۲)

دیئے جائیں گے اور گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

ذرا غور کریں کہ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا کہ میں فرائض سے فارغ ہو کر ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھوں گا اور یقیناً آپ کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر مناسب حال میں درود شریف پڑھتے ہوں گے پھر کسی ایک حالت میں یعنی (کھڑے ہو کر) درود شریف پڑھنے سے کس طرح منع کیا جا سکتا ہے۔

۳- حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے اس قدر طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید آپ جہان سے رخصت ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں دیکھتا رہا۔ جب آپ نے سر مبارک اُٹھایا۔ میں نے پوچھا: حضور اتنا طویل سجدہ کرنے کی کیا وجہ تھی۔ آپ نے فرمایا:

"جبرائیل [9] علیہ السلام نے مجھے کہا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ جو شخص ایک دفعہ تم پر درود شریف پڑھے میں اس پر رحمت فرماتا ہوں اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔"

۴- بالخصوص جمعۃ المبارک کے دن صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق حدیث شریف میں بہت ترغیب آئی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھ پر [10] جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔ اس لیے کہ اس دن رحمت کے خصوصی فرشتے نازل ہوتے ہیں۔"

ان امور کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ مروجہ ہیئات کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا جبکہ

(9) ان جبرائیل علیه السلام قال لی الا ابشرك ان اللّٰه عزوجل یقول من صلی علیك صلٰوة صلیت علیه و من سلّم علیك سلمت علیه۔ رواه احمد (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۷)

(10) اکثر والصلٰوة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائكة۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الجمعه)

اسے فرض وواجب نہ سمجھا جائے۔ کیونکر ناجائز ہوگا۔ جبکہ یہ ایک اچھا طریقہ ہے اور اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے مختصراً ذکر ہوا۔ اب جو لوگ صلوٰۃ وسلام کو مروجہ ہیئات کے ساتھ ناجائز اور مخالفِ سنت کہتے ہیں انہیں دلیل پیش کرنی چاہیے کہ کیوں ناجائز ہے۔ بغیر دلیل کے دعویٰ مسموع نہیں ہوگا۔

۱- آیا مروجہ سلام کے ناجائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ درود شریف ہے۔ **معاذ اللہ** اس بناء پر تو کوئی مسلمان ناجائز نہیں کہہ سکتا۔

۲- یا یہ وجہ یہ کہ اکٹھے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی صریح البطلان ہے کیونکہ کتاب وسنت سے عام اجازت ثابت ہے نیز نماز باجماعت میں سب نمازی پڑھتے ہیں۔ **السلام علیك ایها النبیّ و رحمة الله و بر کاتهٗ**

۳- یا اس لیے ناجائز ہے کہ کھڑے ہو کر درود پاک پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ قرآن پاک وحدیث سے مطلقاً درود پاک پڑھنے کی ترغیب ثابت ہے بیٹھ کر ہو یا کھڑے ہو کر۔ نیز حج کرنے والے جب صفا مروہ پر جاتے ہیں تو کھڑے ہو کر حمد وثناء کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں۔ چنانچہ "کنز الدقائق" و "نور الایضاح" وغیرہ میں ہے۔ **واللفظ للکنز**

"پھر صفا کی طرف [11] جا اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے تکبیر و تہلیل کہہ اور درود شریف پڑھ، اسی طرح حجرِ اسود کو بوسہ دے کر حجاج کھڑے ہو کر تکبیر وتہلیل کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں۔"

۴- اور اگر یہ وجہ ہو کہ صلوٰۃ وسلام بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت سے عام اجازت ہے۔ بلند آواز سے ہو یا پست آواز سے۔ نیز صفا مروہ پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

(11) ثم اخرج الی لصفا و قم علیه مستقبل البیت مکبراً مهلّلا مصلیا علی النبی علیه السلام۔ (کنز الدقائق)

''پھر صفا[۱۲] پر اس بلندی تک جائے کہ دروازے سے کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ اور بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر و تہلیل اور درود شریف بلند آواز سے پڑھے۔''

۵- زیادہ سے زیادہ مانعین یہی کہہ سکتے ہیں کہ عوام صلوٰۃ و سلام کو فرض، واجب سمجھنے لگ جائیں۔ یہ وجہ بھی چنداں درست نہیں کیونکہ اول تو عوام ایسا اعتقاد نہیں رکھتے اور اگر کوئی شخص غلطی سے یہ سمجھنے لگ جائے تو اس کا علاج یہ نہیں کہ صلوٰۃ و سلام کو بالکل بند کر دیا جائے۔ بلکہ انہیں سمجھا کر اس غلطی کے ازالے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بالخصوص اس دورِ فسق و فجور میں کہ اخبارات و رسائل، حیاسوز تصاویر شائع کرتے ہیں اور ریڈیو، ٹیلی ویژن تقریباً ہر وقت فحش فلمی گانے نشر کرتے رہتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ملّت کے نونہالوں کے ذہنوں میں وہی عریاں تصویریں رقص کرتی رہتی ہیں اور زبانوں پر وہی بیہودہ گانے مچلتے رہتے ہیں۔

اگر اہل سنت و جماعت کثّرھم اللہ تعالیٰ اجتماعی طور پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں تو اس کا قطعاً بُرا اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ نہایت خوشگوار اثر مرتب ہوتا ہے۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے بچے فلمی گانوں کی بجائے قصیدہ بردہ شریف اور مشہور زمانہ سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کے پیارے اور دلنواز اشعار پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔

کم از کم یہ ہی سوچ لیا جائے کہ مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کا ہی نام لے رہے ہیں۔ جواہر لال نہرو کو ''یا رسول السلام'' تو نہیں کہتے۔ حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

(۱۲) فصعد الصفا بحيث يرى الكعبة من الباب استقبل البيت و كبر و هلل و صل على النبي ﷺ بصوت مرتفعة خانيه۔ اھ (درمختار)

''علامہ عبدالوہاب شعرانی[۱۳] اپنی کتاب ''عہود المشائخ'' میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم اپنے کسی دینی بھائی کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ان امور پر انکار کرے جنہیں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر اپنایا اور اسے اچھا گمان کیا۔ جیسا کہ اس کتاب (عہود المشائخ) میں اس کی تقریر کئی دفعہ گزر گئی ہے۔ خصوصاً وہ امور جن کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے ہو۔''

لیکن مخالفین بجائے خاموشی یا موافقت کے ذکرِ خدا اور رسول و جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روکنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں۔

اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

لیکن اب یہ حالت ہے کہ

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ مومن نام لیتا ہے نبی کا اس زمانے میں

اہلِ درد یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

(۱۳) و ذكر الشعراوى ايضًا رحمة الله تعالىٰ فى كتاب ''عهود المشائخ'' ولا نمكن احد امن اخواننا ينكر شيئًا ابتدعه المسلمون على جهة القرية الى الله تعالىٰ و راوه حسنا كما مر تقريره مرارا فى هذه العهود لا يسما ما كان متعلقا بالله تعالىٰ و رسوله عليه السلام۔ (حدیقہ ندیہ جلد ثانی صفحہ ۴۰۹)

اور پھر جبکہ علمائے امت اور صلحائے ملت بکثرت قیام کرتے چلے آئے ہیں اس کی پوری تفصیل تو امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ ''اقامۃ القیامۃ'' اور مقتدیٰ العلماء حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ ''رسول الکلام فی بیان المولد والقیام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تاہم ایک دو مثالوں کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت مبارکہ ''انسان العیون'' (المعروف بہ ''سیرتِ حلبیہ'') میں تصریح فرمائی ہے کہ بدعتِ حسنہ ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

''بیشک وقت ذکرِ نام پاک حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام کرنا امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا گیا۔ جو اس امتِ مرحومہ کے عالم اور دین وتقویٰ میں اموں کے امام ہیں۔ اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخِ اسلام نے ان کی متابعت کی بعض علماء یعنی انہیں امامِ اجل کے صاحبزادے شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے ''طبقاتِ کبریٰ'' میں نقل فرمایا کہ امام سبکی (۱۴) کے حضور ایک جماعتِ کثیرہ اس زمانہ کے علماء کی مجتمع ہوئی اس مجلس

---

(۱۴) و قد وجد القیام عند ذکر اسمهٗ صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من عالم الامة و مقتدی الائمة دینًا و ورعًا تقی الدین سبکی رحمه اللّٰه تعالٰی و تابعه علٰی ذالك مشائخ الاسلام فی عصره فقد حکی بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علماء عصره فانشد فیه قول الصرصری فی مدحه ﷺ قلیل المدح المصطفٰی الحظ بالذهب علی فضة من خط احسن من و ان ینهض الاشراف عند سماعه قیامًا صفوفًا او رجثیًا علی الرکب و عند ذالك قام الامام السبکی و جمیع من فی المجلس وحصل انس کثیربذالك المجلس و کفی فی ذالك فی الاقتداء۔ اھ(اقامة القیامة)

میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعارِ نعت سید الابرار ﷺ پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

''مدحِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا خوش نویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں وہ ان کی نعت سُن کر صف باندھ کر سرو قد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں۔''

ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرینِ مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا''۔

علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔''

نیز دیوبندیوں کے پیرو مرشد اور ان کی مُسلَّم (یعنی مستند) شخصیت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا ارشاد اس مسئلہ میں ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہے بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔'' (فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

دیکھئے مخالفین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو مخالفِ سنت اور ناجائز امر کا مرتکب قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے اور بے جا مخالفت کرنے والوں کو راہِ حق دکھائے۔ اٰمین ثم اٰمین۔

(مترجم رسالہ) مولانا علامہ محمد عبدالحکیم
شرف لاہوری
دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ باری تعالیٰ

درود و سلام پڑھنے سے اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

فرمانِ حبیبِ ربّ العالمین ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے۔ اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے

سبحان اللہ

کہ اس زمان برکت آوان مین کتاب لاجواب
خزینہ برکات مجمع الحسنات یعنے

وسیلۃ المعاد

فے اثبات

میلاد خیر العباد

مولفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب مولوی
محمد عبد اللہ صاحب عم فیوضہ باراول

مطبع نامی لکھنو مین طبع ہوئی

سنہ ۱۳۰۳ھ

نام کتاب : وسیلة المعاد فی اثبات میلاد خیرُ العباد

مولف : فاضل جلیل حضرت مولانا محمد عبداللہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : مطبع نامی لکھنؤ، ۱۳۰۳ ہجری/ نومبر ۱۸۸۵ء

طبع دوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نصلی علٰی رسوله الکریم

حمد بے حد اور شکر بے نہایت خاص اُس مالك الملك اللّٰه الصمد کے واسطے ہے جس کی ذات بے مانند کی صفت لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ہے اور صلوٰۃ اور سلام بے غایت حضرت سید المرسلین کے واسطے ہے جن کے اسماء سامیہ احمد و محمد ہیں اور اوصافِ عالیہ رحمۃ اللعالمین و شفیع المذنبین ہیں اور ذاتِ بابرکات سبب وجودِ ہر دو عالم ہے۔ بیت

مقصود وجود تست اے پاك لولاك لما خلقت الافلاك

اور سلام آپ کے آل واصحاب و تابعین و تبع تابعین پر کہ وہ ہمارے ہادی اور معلمِ علومِ شریعت ہیں۔

(وجہ تالیف)

امابعد عاجز وضعیف راجی رحمت اللہ عاصی **محمد عبداللہ محمدی حنفی المذہب ابن مولوی امیر الدین محمد مرحوم و مغفور غفر اللہ ولوالدیہ ساکن شہر ڈھاکہ** نے ہرگاہ دیکھا کہ محفل میلاد شریف کا رواج بفضلہ تعالیٰ اس شہر میں اکثر جگہ ہوا ہے لیکن بعض محفل میں روایاتِ غیر معتبرہ بھی پڑھی جاتی ہیں اور آنجناب ﷺ کی وفات اور سید الشہدا رضی اللہ عنہما کی شہادت کا بیان بھی اِس محفل شریف میں ہوتا ہے بلکہ اکثر عوام الناس خاص اِن دو باتوں کی فرمائش کرتے ہیں اور بعض شخص کو محفلِ اقدس کے جواز میں اور بعض کو بوقت بیانِ تولد کے قیام میں بحث ہے اُس وقت دل میں یہ آیا کہ محفل شریف و قیام کے جواز میں ایک رسالہ

مختصر لکھیں تا کہ ناواقفوں کو دانست ہو اور آئندہ انکار ایسے امرِ مستحسن سے نہ کریں پس باوصف کم استعدادی وکثرت ترددات وعلالت طبیعت کے بتوفیق الٰہی یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا ''وسیلة المعاد فی میلاد خیر العباد'' رکھا۔

(بلاوجہ محفلِ میلاد کو بدعتِ سیئہ کہنے والے نادان اور محبت رسول سے خالی ہیں)

اور واضح ہو کہ بِنائے محفل شریف میلاد یقیناً امرِ خیر ہے اور آنحضرت ﷺ سے محبت پیدا ہونے کا وسیلہ ہے اور سبب اجرِ عظیم وتقویتِ ایمان ہے کیونکہ محفل میلاد شریف میں حضرت سید البشر خاتم المرسلین ﷺ کے فضائل ومعجزات کا بیان ہوتا ہے اور اُمتِ مرحومہ پر کس قدر آپ کی عنایات ہیں اُن عنایات کا اظہار ہے اِس حال میں ایسے امرِ خیر کو بدعتِ سیئہ کہنا بڑی نادانی وگمراہی ہے اِس محفل اقدس کو بدعتِ سیئہ وہ کہے گا جس کو حضرت رسولِ خدا ﷺ سے کچھ بھی محبت نہیں ہے ایسے شخص پر نہایت افسوس ہے کہ دعویٰ حضرت کی اطاعت ومحبت کا کرتا ہے لیکن ذکرِ خیر سے آپ کے جو موجب خوشنودی خالقِ کونین ہے اور باعث حصول سعادتِ دارین ہے اپنے کو محروم رکھتا ہے اور آپ کے فضائل و معجزات کا ذکر وبیان جس محفل میں ہوا اُس کو بدعتِ سیئہ کہتا ہے جب اُس نے آنحضرت کے ذکر اور اُس کی سماعت سے اپنے کو محروم رکھا تو ایسی محبت کا دعویٰ محض بے دلیل ہے۔

قطعہ

سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہ کن ۔۔۔ بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تُو آپ کو کہتا ہے عشق باز ۔۔۔ اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اے عزیز یہ تو انسان کی عادات میں سے ہے کہ جس سے جو محبت رکھتا ہے ہمیشہ اُس کے ذکر اور یاد میں رہتا ہے اُس کے فضائل واحسانات کو خلوت وجلوت میں بیان کرتا ہے بہ مقتضائے مقولۂ صادقہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ کے یعنی ''جو شخص کسی سے الفت کرتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور اُس کو نہیں بھولتا ہے'' اور ذکر عام ہے خواہ بہ اعلان ہو یا بہ اخفا یا با جماعت ہو یا بے جماعت۔

تو اِس حال میں آنجناب رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین کا ذکر وبیان کیونکر آپ کے

محبین کی طبیعت کے خلاف ہوگا اور کس طرح اِس کو وہ بھولیں گے۔

''صحیح مسلم'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''فرمایا رسول خدا ﷺ نے اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی تُو اُن کے ساتھ ہوگا جن سے تُو محبت رکھتا ہے۔''

تفسیر اس حدیث شریف کی حسبِ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس طرح سے ہے کہ ''ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قیامت کب ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تُو نے قیامت کا کیا سامان کیا ہے جو سوال اُس کے حال سے کرتا ہے۔ اُس نے عرض کیا: کچھ سامان نہیں نہ زیادہ نماز ہے نہ روزہ۔ لیکن میں خدا اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ تب حضرت ﷺ نے حدیثِ مذکور فرمائی یعنی تو قیامت میں محبت کے سبب سے ہمارے ساتھ ہوگا۔''

جب معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کی محبت واطاعت عذابِ جہنم اور قیامت کے مصائبِ جانکاہ سے نجات پانے کی باعث ہے تو مسلمانوں پر ضرور ہوا کہ ایسے اعمال کریں جس میں اظہارِ خرسندی وشکرِ نعمت خدائے تعالیٰ ہو اور سبب زیادتی محبت کا آنحضرت ﷺ سے ہو۔ پس ایسے عملوں میں ایک عمل بِنائے محفل مولد شریف ہے اور واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ اور تابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں چونکہ لوگوں کے دلوں میں حضرت ﷺ کی محبت خوب تھی بہ سبب بیان ہونے فضائل ومعجزات آنحضرت کے خلوت وانجمن میں اور بہ سبب ترقی دین وشریعت کے اور بہ سبب حاصل ہونے حضوری کے اور قُربِ زمانۂ آنحضرت کے۔ اِس واسطے علمائے دین کو مجلس اقدس کی بنا ورواج کی حاجت نہ ہوئی اور زمانہ حضرت ﷺ کا جس قدر بعید ہوتا گیا لوگوں کے دلوں سے محبت بھی حسبِ دستور زمانہ بتدریج کم ہوتی چلی بہ سبب نہ حاصل ہونے اُن نعمتوں کے جو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو حاصل نہیں۔ یہاں تک کہ بعد قرونِ ثلاثہ کے اہلِ اسلام میں گمراہوں کے بہتر (۷۲) فرقے نکلے اور چاہا کہ دینِ اسلام میں طرح طرح کے فتنہ وفساد برپا کریں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ حافظ اِس دین کا ہے اِس لیے علمائے عارفین کے دلوں میں اُس نے ایسی باتیں ڈالیں کہ وہ فرقہ ضالین کے فتنہ وفساد دفع ہونے کی باعث ہوئیں اور آنحضرت ﷺ کی محبت زیادہ

ہونے کی اور اُس کے قیام کی سبب ہوئیں اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے صاحبِ علم و عقل پر کہ تقلید شخصی جس کے وجوب کے دلائل دوسرے رسالہ میں بیان ہوئے ہیں یقیناً موجب رفع فتنہ و فساد ہے اور محفلِ میلاد شریف یقیناً باعث زیادتی اعتقاد و محبت ہے اور سبب اُس کے حفظ و قیام کا ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ اور سلام بکثرت بھیجا جاتا ہے اور آپ کے تولد و فضائل و معجزات و خوارقِ عادات کا ذکر ہوتا ہے جو کہ بوقت ولادت و صغر سنی (کم عمری) آنجناب اقدس سے صادر ہوئے ہیں اور امتِ مرحومہ کے حال پر کس قدر آپ کی عنایات ہیں اُن کا بیان ہے اور اُمتِ مقبولہ کی طرف سے اظہارِ شکر و خرسندی اُن عنایات کا ہے پس اے بھائی بنا اور رواج اِن امورِ خیر کا خالی از حکمت و مصلحت نہیں ہے۔

(محفلِ میلاد شریف کی باقاعدہ ابتدا کب ہوئی)

اب اس مقام میں محفلِ میلاد شریف کی اصلوں اور دلیلوں کا ذکر اور اُس کی بنا اور رواج کب سے ہے اُس کا بیان کرنا بہت ضروری ہے۔ جانو تم کہ بانی اِس محفل اقدس کا شہر موصل میں اوائل مِائۃ سابعہ میں علامۂ دہر فریدِ عصر شیخ وقت حضرت شیخ عمرو بن ملا محمد موصلی ہیں اور ملک مظفر الدین ابوسعید کوکبریٰ بن زین الدین بادشاہ اربل نے بہ کمال اہتمام و حسنِ انتظام اِس محفل شریف کی ترتیب و رواج میں کوشش کی ہے اور یہ بادشاہ عالم و عادل ہر سال تین لاکھ دینار محفل شریف میں صَرف (خرچ) کرتا تھا اور موجب اپنی بخشایش (بخشش) اور برکت کا جانتا تھا اور علمائے علام اور صوفیہ کرام کہ محفل میں حاضر ہوتے تھے اُن کو بانعام و اکرام نہایت خوش کرتا تھا ایسا ہی مضمون کتاب ''سُبل الھدیٰ والرشاد'' مشہور بہ ''سیرت شامی'' کا ہے جو حضرت شیخ محمد شامی سے ہے اور مضمون ''مراۃ الزمان'' مولفہ سبط ابن جوزی کا بھی یہی ہے۔

قاضی احمد بن محمد بن خلکان نے اپنی ''تواریخ'' میں لکھا ہے کہ ''مولانا حافظ ابوالخطاب معروف بابن دحیہ کہ مشاہیر فُضلا میں سے تھے۔ ۶۰۴ ہجری میں شہر اربل میں پہنچ کر کتاب ''التنویر فی مولد البشیر و النذیر'' تالیف کر کے شاہِ اربل کی خدمت میں گذرانی (پیش کی)۔ اور اس کے صلہ میں ہزار دینار اُن کو ملے بعد اُس کے اکثر بلادِ اسلام و حرمین شریفین میں مجالسِ میلاد شریف کا رواج ہوا۔

(بدعتِ ضلالت کسے کہتے ہیں اس کی وضاحت نیز ہر بدعت بُری نہیں)

پس قرونِ ثلاثہ کے بعد مجلس مقدس کے رواج پانے سے لازم نہیں آتا ہے کہ وہ بدعت ضلالت میں داخل ہو جائے کیونکہ بدعتِ ضلالت اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا وجود موافق اصول و قواعد سنتِ رسولِ خدا ﷺ کے نہیں پایا جاتا اور اُن پر قیاس نہیں کیا جاتا ہے اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کا مصداق بھی یہی بدعت ہے اور جو کہ اصول و قواعد سنت کے موافق ہو اور اُن پر قیاس کیا جائے وہ ہرگز بدعتِ ضلالت نہیں ہے بلکہ وہ بدعتِ حسنہ ہے۔

(بدعتِ حسنہ کا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ثبوت)

چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جلد اول ''اشعۃ اللمعات'' میں تحت تفسیر كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے فرماتے ہیں:

> بدانکہ ہر چہ پیداشدہ بعد از پیغمبر ﷺ بدعت ست و ازانچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شدہ است بران آنرا بدعت حسنہ گویند و انچہ مخالف آن باشد بدعت ضلالت خوانند و کلیت كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ محمول براین ست و بعض بدعتہا ست کہ واجب ست چنانچہ تعلم و تعلیم صَرف و نحو کہ بدان معرفت آیات و احادیث حاصل گردد و حفظ غرایب کتاب و سنت و دیگر چیز ہائیکہ حفظ دین و ملت برآں موقوف بود انتھی۔

اور حدیث شریف مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ یعنی ''جس نے نئی بات نکالی بیچ دین ہمارے کے وہ چیز کہ نہیں اُس میں سے پس وہ مردود ہے'' اس کی شرح میں محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> کسے کہ نو پیدا کرد در دین ما کہ این دین روشن و ہویدا ست چیزے را کہ نیست ازان دین یعنی احداث کرد چیزے را کہ

نیست در کتاب و سنت صریحاً و نه مستنبط از وے پس شامل
شد اجماع و قیاس را و مراد ازان چیزیست که مخالف و
مغیر آن باشد پس آن چیز یا آن کس باطل و مردود ست انتهی۔

(دیوبندیوں کے معتمد نواب قطب الدین دہلوی سے بدعت حسنہ کا ثبوت)

اور ''مظاہر حق'' میں مذکور ہے کہ ''لفظ ما لیس منه میں اشارہ ہے اُس کی طرف
کہ نکالنا اُس چیز کا کہ مخالف کتاب و سنت کے نہ ہو بُرا نہیں ہے۔'' انتہی

(بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے مزید وضاحت)

اور کتاب ''مدارج النبوۃ'' جلد اول صفحہ ۲۸۹ کے باب نہم میں مرقوم ہے:
''وصل در وجوب اتباع سنت و مقرر ست که مذموم و مردود
و بدعت مغیر سنت سست و آں که نه چنیں باشد بلکه مقوی و
مروج سنت بود آن را بدعت حسنه گویند و آں جائز ست از
جهت رعایت مصلحت و حکمت و گفته اند که بدعتی ست که
واجب ست فعل آن مانند تعلم صرف و نحو و علوم آلی که نبود
در زبان نبوت یا مستحب مثل بنائے رباط و مدارس و بقاع
خیر و مباح مثل سیرے و ترقه باقی مکروه و حرام'' انتهی۔

(بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی علماء اسلام سے وضاحت)

اور ''سیرتِ شامی'' میں مذکور ہے:

و قال الحافظ ابومحمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل
المعروف بابی شامه فی کتاب ''الباعث علی انکار البدع
والحوادث'' قال الربیع قال الشافعی رحمة الله علیه
المحدثات من الامور ضربان احدهما ما احدث مما
یخالف کتابا او سنته او اثرا او اجماعًا فهذه البدعة

الضلالة والثانی ما احدث من الخیر لاخلاف فیه بواحد
من هذا فهی محدثه غیر مذمومة و قد قال عمر رضی الله
عنه فی قیام رمضان نعمة البدعة هٰذه یعنی انها محدثة لم
تکن و اذا کانت فلیس فیها رد لما مضی انتهی.

(ترجمہ) ''کہا حافظ ابومحمد عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل عرف ابی شامہ نے اپنی
کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' میں کہا ربیع نے
کہ کہا شافعی نے نئی ایجاد کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ نکالی جائے خلاف
کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے پس یہی بدعت ضلالت ہے اور دوسری
وہ چیز کہ نکالی جائے نیکی سے کہ نہیں خلاف اُس میں ساتھ ایک کے اِن
میں سے پس وہی چیز غیر مذموم ہے اور تحقیق کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام
رمضان میں اچھی بدعت ہے یہ یعنی تحقیق یہ نئی چیز ہے کہ نہ تھی اور جب
ہوئی تو نہیں ہے اُس میں رد اس واسطے کہ گذرا بیان اُس کا۔'' انتہی

کلامِ مذکور سے خوب ثابت ہوتا ہے کہ جمیع اقسام بدعت کی بدعتِ ضلالت نہیں
ہیں کیونکہ اگر بدعت کی جمیع اقسام کو بدعتِ ضلالت کہا جائے تو قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
نعمت البدعة هذه صحیح نہیں ہوتا ہے حالانکہ آپ کا فرمانا بیشک صحیح ہے پس اِس سے معلوم
ہوا کہ بدعتِ حسنہ بھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اِس کی بہت بڑی دلیل ہے اور یہ بھی
ثابت ہوا کہ حدیث کل بدعة ضلالة وحدیث من احدث فی امرنا الخ عام مخصوص
منه البعض ہے یعنی مراد اِس سے بدعتِ سیئہ ہے۔

(ملا علی قاری اور مولانا ارشاد حسین رامپوری سے بدعتِ حسنہ کا ثبوت)

چنانچہ ''انتصار الحق'' میں بدعت کے بیان میں مذکور ہے کہ ''ملا علی قاری'' ''مرقاہ
شرح مشکوٰۃ'' میں ذیل حدیث کل بدعة ضلالة کے فرماتے ہیں:

قال فی الازهار ای بدعة سیئة ضلالة لقوله ﷺ من سن فی

الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها انتهى.

(انتصارالحق صفحہ ۳۹ مطبوعہ مطبع عزیزالمطابع واقع دارالریاستہ مصطفیٰ آباد عرف رامپور سن اشاعت ۱۳۱۸ھ)

(منکرینِ میلاد (دیوبندی حضرات) کے معتمد شاہ اسحٰق دہلوی سے بدعتِ حسنہ کا ثبوت)

اور ''مائۃ المسائل'' کے سوال پنجاہ و دوم کے جواب میں مولانا محمد اسحٰق دہلوی فرماتے ہیں:

و فی "فتح المبین شرح الاربعین" النووية للشيخ ابن حجر المكی البدعة لغةً ما كان مخترعًا علی غير مثالٍ سابقٍ و شرعًا ما احدث علی خلاف امر الشارع و دليله الخاصِّ والعام انتهی و فی "شرح المشكٰوة للقاری" ناقلاً عن النووی "البدعة فی الشرع احداث مالكم يكن فی عهد رسول الله" "شرحِ السُّنَّةِ لِلْبَغَوی" "البدعة ما اُحْدِثَ علی غير قياس اصل من اصول الدين" انتهی قال الجزری فی النهايه "البدعة بدعتان بِدْعَةٌ هُدًی وَّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ فما كان فی خلافِ ما اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ و رسولُهٗ فهو فی حَيِّزِ الذَّمِّ والانكار وما كان واقعا تحت عموم ماندب اللّٰه اليه و حَضَّ عليه او رسولُهٗ فهو فی حَيِّزِ الْمَدْحِ" انتهی.

ترجمہ: ''اور ''فتح مبین'' کہ ''شرح چہل حدیث'' جمع کردۂ امام نووی ہے تالیف سے ابن حجر مکی کے اُس میں مرقوم ہے کہ ''بدعۃ لغت میں وہ چیز ہے کہ نئی نکالی گئی ہو بغیر مثالِ سابق کے یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اُس نو پیدا چیز کا کوئی مثال نہ ہو۔ اور شرعاً وہ چیز ہے کہ پیدا کی گئی ہو برخلاف حکمِ خدا اور رسول کے اور دلیلِ خاص اور عام اُس کی کے''۔

اور ''شرح مشکوٰۃ'' میں مُلّا علی قاری کے ہے درحالیکہ وہ ناقل نووی سے ہے کہ ''بدعت شرع میں پیدا کرنا اُس چیز کا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوئی'' اور ''شرح سنت'' میں امام بغوی کے ہے ''بدعت وہ چیز ہے کہ پیدا کی گئی ہے بغیر قیاس کے کوئی ایک اصل پر اصولِ دین میں سے۔'' اور کہا جزری نے ''نہایہ'' میں کہ ''بدعت دو قسم پر ہے ایک بدعتِ ہدیٰ اور دوسری بدعتِ ضلالت پس جو کہ ہے برخلاف اُس کے کہ حکم کیا ساتھ اُس کے اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسول ﷺ نے پس وہ مذموم اور قابلِ انکار ہے اور جو کہ واقع ہے زیرِ عموم اُس چیز کے کہ بلایا اللہ تعالیٰ نے طرف اُس کے اور رغبت دلائی اوپر اُس کے یا رسول نے اُس کے پس وہ ممدوح ہے۔'' انتہیٰ

(امدادالسائل اردو ترجمہ مائۃ مسائل صفحہ ۹۸ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے ۱/۷/۷ اعظم نگر لیاقت آباد کراچی)

تمام ہوئی عبارت ''مائۃ مسائل'' کی جو کہ منقول ''نہایہ'' سے ہے۔

بدعت کی تعریفاتِ مذکورہ سے خوب ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز مخالف کتاب وسنت واثر واجماع کے ہو وہی بدعتِ ضلالت ہے وگرنہ بدعتِ ضلالت نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مجلس میلاد شریف کی ہرگز بدعتِ ضلالت نہیں ہے کیونکہ وہ برخلاف اصولِ شرعیہ کے نہیں ہے بلکہ ثبوت اُس کا اصولِ شرعیہ سے ہے اور وہ یقیناً موجبِ اجرِ عظیم ووسیلۂ مغفرت ہے۔

(ابولہب کے واقعہ سے محفلِ میلاد شریف کے ثبوت پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا استدلال)

اب یہاں مجلس میلاد شریف کی **اصلوں** کا بیان کیا جاتا ہے۔

خاتم المحدثین مولانا شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج النبوۃ'' جلد دوم (صفحہ ۱۸، ۱۹ فارسی) میں فرماتے ہیں:

وصل اول کسیکه آنحضرت ﷺ را شیر داد ثویبه بود کنیزک
ابولهب بضم مثلثه و فتح وائو و سکون تحتانیه و موحده در
آخر ثویبه آن شب که چون آنحضرت متولد شد بشارت
رسانید به ابولهب که در خانۂ عبدالله برادر تو پسرے متولد
شد ابولهب او را بمژدگانی آزاد کرد و امر کرد که او را شیر
دهد حق تعالیٰ باین شادی و سرور که ابولهب بولادت
آنحضرت ﷺ کر د در عذاب وے تخفیف کر دو روزد و
شنبه ازوی عذاب برداشت چنانکه در حدیث آمده است و در
اینجا سند است مر اهل موالید را که در شبِ میلاد آنحضرت
ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولهب که کافر بود
قرآن بمذمت وی نازل شده چون بسرور میلاد آنحضرت ﷺ
و بذل شیر جاریه وے بجهت آنحضرت جزا داده شده تا حال
مسلمان که مملو است به محبت و سرور و بذل مال در
طریق وے چه باشد و لیکن باید که از بدعت ها که عوام
احداث کرده انداز تغنی وآلات محرمه و منکرات خالی باشد تا
موجب حرمان از طریقۂ اتباع نگردد انتہیٰ۔

(مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۸، ۱۹ ولادت آنحضرت اول کسیکه آنحضرت را شیر داد ثویبه بود مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی کچار شید روڈ لاہور)

(میلاد شریف کا حدیث شریف سے دوسرا ثبوت)

اور (صفحہ ۵۸۷) جلد دوم ''مدارج النبوۃ'' (فارسی) در ذکر حسان بن ثابت
کے باب دہم ''در ذکر موذنین و شعرا و خطبا'' میں موجود ہے:
و آن حضرت می نهاد برائے حسّان منبر در مسجد که می
ایستاد برائے مدح آن حضرت و هجو دشمنان وے و فرمود

آنحضرت اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانًا بِرُوحِ الْقُدُسِ مادَامُ ینافحُ
عَن رسولِ اللّٰہِ و در روایتے یُفَاخِرُ انتہیٰ
یعنی ''بیشک اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے حسّان کی ساتھ جبرئیل کے جب تک کہ مقابلہ
کرتا ہے وہ یا فخر کرتا ہے وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔''
''مدارج النبوۃ'' کی عبارت سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مجلسِ میلاد شریف
کی سنت ہے یعنی حدیث شریف میں ہے جو کہ بہ نسبت ابولہب کے حضرت ﷺ سے ارشاد
ہوا ہے چنانچہ حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس بات کو تحریر فرمایا ہے:
''در اینجا سند است مراهل موالید را که در شب میلاد
آنحضرت ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمایند'' الخ
اور دوسری سند واقعۂ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر مداح آں حضرت ﷺ کا
ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ اور جماعتِ صحابہ کبار کے حضور میں حسب الامر آں حضرت ﷺ
مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر آں حضرت ﷺ کے فضائل و معجزات کو کمالِ فصاحت و
بلاغت سے بیان کرتے تھے۔
درحقیقت یہ بڑی قوی دلیل ہے بنائے محفل اقدس کی اس لیے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ
جیسا کہ آں حضرت ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے حضور میں آپ کے فضائل و معجزات کو بیان
فرماتے تھے ویسا ہی محفل میلاد شریف میں بھی جماعت مومنین کے حضور میں آنجناب ﷺ کے
فضائل و معجزات و عنایات کا بیان کیا جاتا ہے بس بنائے محفل شریف کی اصل سنّت ہوئی۔

بیت

بلغ العلیٰ بکماله   کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله   صلوا علیه و اله

(میلاد شریف کے جائز ہونے کی حدیث شریف سے تیسری دلیل)

تیسری سند واصل کہ امام حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ سے ''سُبُل الہدیٰ'' میں
منقول ہے:

قال الامام الحافظ ابن حجر عمل المولد بدعة و لكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن و ضدها فمن تحرىٰ فى عمله المحاسن و تجنب ضدها كان بدعة حسنة و من لافلا و قال قد ظهر لى تخريجها على اصل ثابت وهو ما ثبت فى الصحيحين من ان رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فساء لهم فقالوا هٰذا يوم اغرق الله فيه فرعون و نجا موسٰى فنحن نصومه شكراً للّٰهِ تعالٰى فقال انا احق بموسٰى منكم فصامه و امر بصيامه. فيستفاد منه فعل ذلك شكراً لله تعالٰى على ما من به فى يوم معين من ابداع نعمة و دفع نقمة و يعاد ذلك فى نظير ذلك اليوم من كل سنة والشكر لِلّٰه تعالٰى بحصلِ بانواعِ عبادات منِ الصلٰوة والصدقة والتلاوة و اى نعمة اعظم من النعمة ببروز هذ النبى الكريم نبى الرحمة فى ذلك اليوم انتهى

خلاصہ ترجمہ: ”کہا امام حافظ ابن حجر نے کہ عمل مولد شریف بدعت ہے یعنی آنحضرت کے زمانہ میں نہیں تھا لیکن وہ عمل مشتمل ہے ساتھ امورِ خیر کے اور شر کے بھی پس اگر مقصد کیا گیا اور شامل کیا گیا عملِ مولد میں امورِ خیر کو اور اجتناب کیا گیا امورِ شر سے بدعتِ حسنہ ہے ورنہ بدعتِ سیئہ ہے اور کہا امام ابن حجر نے تحقیق ظاہر ہوا واسطے میرے نکالنا عمل مولد کا موافق دلیلِ شرعی کے کہ وہ صحیحین میں ثابت ہے۔ اس طرح سے کہ تحقیق رسول خدا ﷺ تشریف لائے مدینہ میں پس پایا یہود کو کہ روزہ رکھتے تھے دن عاشورا کے پس پوچھا اُن سے پس کہا یہود نے اس دن میں غرق کیا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اور نجات دی حضرت موسیٰ

کو پس ہم روزہ رکھتے ہیں اُس کا واسطے شکر اللہ تعالیٰ کے۔ پس فرمایا آنحضرت ﷺ نے میں احق ہوں ساتھ موسیٰ کے تم سے پھر روزہ رکھا اُس دن اور حکم کیا اُس دن کے روزہ کا، پس حاصل ہوا اُس سے کرنا اُس کا واسطے شکر اللہ تعالیٰ کے واسطے احسان کے روزِ معین میں ایجاد کرنے سے نعمت اور دفع کرنے سے رنج کے اور عود کرتا ہے یہ ویسے دن میں ہر سال اور شکر اللہ تعالیٰ کا حاصل ہوتا ہے ساتھ انواع عبادتوں اور سجدوں اور روزوں اور صدقوں اور تلاوت کے اور کون سی نعمت بڑی ہے نعمت ظاہر ہونے سے اس نبی کریم نبی رحمت کے بیچ اُس دن کے۔“ انتہیٰ۔

تا ہست شفیعے چو تو صاحب کرمے   کس را نہ بود در ہمہ آفاق غمے

گر رنجہ کنی بہرِ شفاعت قدمے   کارِ ہمہ عاصیان بسازی بدمے

(میلاد شریف کے جائز ہونے کی حدیث شریف سے چوتھی دلیل)

چوتھی اصل و دلیل مولد شریف کے جواز کی یہ ہے:

”قال محمد بن على الشامى الدمشقى صاحب ”سُبُل الهدىٰ والرشاد“ قال شيخنا فى فتاواه عندى اصل عمل المولد الذى هو اجتماع الناس و قرءة ما تيسر من القراٰن و رواية الاخبار الواردة فى مبدء امر النبى ﷺ و ما وقع فى مولده ثم يمد لهم سماط يأكلون منه ثم يتفرقون من غير زيادة على ذلك فهو من البدع الحسنة التى ثياب عليها فا عليها لما فيه من تعظيم امر النبى ﷺ و اظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف و قال قد ظهر لى تخريجه على اصل اخر غير الذى ذكره الحافظ ابن حجر وهو ما رواه البيهقى عن انس رضى الله عنه ان

النبی ﷺ عق عن نفسه بعد النبوة مع انه وردان جده عبدالمطلب عق عنه فی سابع ولادته والعقیقة لا تعاد مره ثانیة فیحمل ذلك علٰی ان هٰذا فعله ﷺ اظهارا للشکر علی ایجاد الله تعالٰی ایاه رحمة للعالمین و تشریعا لامته کما کان یصلی علی نفسه لذلك فیستحب لنا ایضاً اظهار الشکر بمولده بالاجتماع والاطعام و غیر ذٰلك من وجوه القربات و اظهار المسرات."

(ترجمہ) خلاصہ یہ ہے ''کہا محمد بن علی شامی دمشقی مصنف کتاب ''سُبُل الہدیٰ والرشاد'' نے کہ کہا شیخ ہمارے نے یعنی جلال الدین سیوطی نے اپنے ''فتاویٰ'' میں کہ نزدیک میرے اصل عمل مولد شریف موجود ہے وہ عبارت ہے مجتمع ہونے سے لوگوں کے اور قراۃ قرآن سے جس قدر کہ آسان ہو اور نقل کرنے سے اُن اخبار کے جو وارد ہوا ہے باب میں ابتداء امر آنحضرت ﷺ کے اور نقل کرنے سے واقعات کے جو بوقتِ ولادت وغیرہ کے ظہور میں آیا ہے بعد فراغت ان امور کے دسترخوان بچھاتے ہیں واسطے جماعت حاضرینِ محفل کے، اور کھلاتے ہیں، بعد اُس کے متفرق ہوتے ہیں اور امورِ مذکورہ پر کوئی چیز منہیاتِ شرعیہ میں سے زیادہ نہیں کرتے ہیں پس یہ عمل بدعتِ حسنہ ہے کہ بہ سبب اُس کے ثوابِ عظیم ملتا ہے اُس کے فاعل کو کیونکہ اس میں تعظیمِ آنحضرت ﷺ ہے اور اظہارِ بہجت و مسرت بوجہ پیدائش آنحضرت ﷺ کے ہے اور کہا شیخ ممدوح نے تحقیق ظاہر ہوا واسطے میرے نکالنا اُس کا اوپر اصل دوسری کے سوا اُس کے کہ ذکر کیا اُس کو حافظ ابن حجر نے اور وہ وہ چیز ہے کہ روایت کی اُس کو بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق نبی ﷺ نے عقیقہ کیا اپنا بعد نبوت کے باوجودیکہ تحقیق آپ

کے دادا عبدالمطلب نے عقیقہ کیا تھا آپ کا ساتویں دن پیدائش کے حالانکہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا ہے پس حمل کیا جائے گا یہ فعل آنحضرت ﷺ کا اس بات پر کہ آنحضرت ﷺ نے برائے اظہار شکرِ الٰہی بہ سبب پیدا کرنے اللہ تعالیٰ کے آنحضرت کو رحمت واسطے تمام عالم کے اور واسطے تعلیم اپنی امت کے عقیقہ ثانیاً کیا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ اپنے اوپر درود پڑھتے تھے واسطے تعلیمِ امت کے پس اسی واسطے مستحب ہے ہم کو بھی ظاہر کرنا شکر کا بہ سبب پیدائش آنجناب رسول خدا ﷺ کے ساتھ جماعت کے اور مستحب ہے کھانا کھلانا اور مانند اس کے جو باتیں اچھی کہ بہ سبب اُن کے تقرب اور اظہارِ مسرت ہو'' انتہیٰ

بیت: اے ختمِ رسل کہ شاہ کونین توئی — سر دو جہان و در بحرین توئی
ہر شب ملك از فلك زمین بوس کند — شاہنشہ تخت قاب قوسین توئی
بیت: چہ نعمت است بزرك از خدا کہ بر ثقلین — سپاسداری این نعمت ست فرض عین

(میلاد شریف کے جائز ہونے کی حدیث شریف سے پانچویں دلیل)

پانچویں سند و دلیل مولد شریف کی مولانا ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں کہ مسمیٰ بہ ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' ہے۔ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما انه کان یحدث ذات یوم فی بیته وقایع ولادته ﷺ لقوم فیستبشرون و یحمدون علیه علیه الصلٰوة والسلام فاِذا جاء النبی ﷺ و قال حلت لکم شفاعتی انتهی.

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک دن اپنے گھر میں واقعاتِ ولادت آنحضرت ﷺ اور خوارقِ عادات کہ اُس وقت ظہور میں آئے تھے بیان فرماتے تھے اور قوم کو سناتے تھے اور قوم سن کر نہایت خوش ہوتی تھی اور شکر

خالق منعم یعنی نعمتِ بے مثل کے حاصل ہونے سے بجالاتی تھی اور آنحضرت ﷺ پر درود سلام بھیجتی تھی کہ ناگاہ حضرت رسالت پناہ شفاعت پایگاہ بکامل حشمت وجاہ اس مجلس اقدس میں تشریف فرما ہوئے اور فضائل ومدائح کوسن کر نہایت خوش ہوئے اور قاری اور سامعین کو بشارت دی کہ حلال ہوئی واسطے تمہارے شفاعت میری۔'' انتہی

بیت: هر کرا چون تو پیشوا باشد ناامید از خدا چرا باشد
غم نخورد آن که شفیعش توئی پایه دهِ قدرِ رفیعش توئی

(میلاد شریف کے جائز ہونے کی حدیث شریف سے چھٹی دلیل)

اور چھٹی اصل یہ بھی اُسی رسالہ ''تنویر فی مولد البشیر'' میں مذکور ہے:

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنه انه مر مع النبی ﷺ الٰی بیت عامر الانصاری رضی اللّٰہ عنه و کان یعلم وقائع ولادته علیه الصلٰوۃ والسلام لابنائه و عشیرته و یقول هٰذا الیوم هذا الیوم فقال النبی ﷺ ان الله فتح علیك ابواب الرحمة والملائكة كلهم يستغفرون لك فمن فعل فعلك نجا نجاتك انتهى.

یعنی ''روایت ہے حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ساتھ آنجناب رسالت مآب ﷺ کے مکان میں حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے گئے جس حال میں وہ تعلیم وتفہیم واقعاتِ ولادت کرتے تھے۔ اپنے فرزندوں اور خویشوں اور عزیزوں کو اور کہتے تھے آج کے دن آج کے دن یعنی یہ واقعات وخوارقِ عادات بوقتِ ولادت حضرت رسالت پناہ ﷺ آج کے دن ظہور میں آئے تھے پس آنحضرت ﷺ نے حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کی تعلیم واعلام سن کر زبان مبارک سے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے دروازہ رحمت ومرحمت کا تیرے واسطے کھولا ہے اور تمام ملائک تیرے واسطے مغفرت چاہتے ہیں پس جو شخص فعل کرے گا مانند فعل تیرے کے اور عمل کرے گا مانند عمل تیرے کے نجات پائے گا مانند نجات تیرے کے'' انتہی۔

بیت: نماند بعصیان کسی در گرو که دارد چنین سیّدِ پیش رو
بیت: ای رو بتو محراب دلِ غم ناکان وی دستِ تو سرمایه برسرِ خاکان
روزیکه روند بسوی جنت پاکان جز تو که کند شفاعتِ بی باکان

اے عزیز وصاف ظاہر ہے کہ احادیثِ مذکورہ جو کہ تعداد میں چھ ہیں واسطے عمل مولد شریف کے اصل محکم ودلیل مبرم ہیں باایں ہمہ اس عملِ خیر سے انکار کرنا بڑی غفلت ہے۔

(منکرینِ میلاد کے معتمد شاہ اسحاق سے میلاد شریف کے جائز ہونے کا ثبوت)

جناب مولانا محمد اسحاق دہلوی ''مِایة مسائل'' کے سوال پانزدہم (۱۵) کے جواب میں لکھتے ہیں:

''و قیاس عرس بر مولود شریف غیر صحیح است زیرا که مولود ذکر ولادت خیرالبشر است و آن موجب فرحت و سرور هست و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور که خالی از منکرات و بدعات باشد آمده و برای اجتماع حزن و شرور ثابت نشده و فی الواقع فرحت مثل فرحت ولادت آنحضرت ﷺ در دیگر امر نیست پس دیگر امر برین قیاس صحیح نخواهد شد و مع هذا در مولود هم اختلاف ست زیرا که در قرون ثلاثه که مشهود لهم بالخیر ست این امر معمول نبود بعد قرون ثلاثه این امر حادث شد بنابراین علما در جواز و عدم جواز آن مختلف شده اند چنانچه به تفصیل و بسیط در کتاب ''سیرت شامی'' مذکور ست من شاء فلینظر فیه ۔انتهٰی کلامه

(امداد السائل ترجمہ اردو مِائة مسائل صفحہ ۳۲، ۳۳، مترجم مولوی عبدالحی نظر ثانی وتحشیہ مولوی حبیب احمد کیرانوی دیوبندی، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے/۷، اعظم نگر لیاقت آباد کراچی)

مولانا کے کلام کا خلاصہ (یعنی قیاس کرنا عرس کو مولود شریف پر غیر صحیح ہے اِس واسطے کہ مولود عبارت ہے ذکرِ ولادت خیر البشر سے اور یہ یقیناً موجبِ فرحت وسرور ہے اور شرع میں مجتمع ہونا واسطے فرحت وسرور کے کہ خالی ہو منہیاتِ شرعیہ سے ثابت ہے اور درحقیقت واسطے امت کے کسی امر میں فرحت وسرور مانند فرحت وسرور ولادت آنحضرت ﷺ کے نہیں ہے)

یہ صریح دلالت کرتا ہے کہ مولانا بھی عملِ مولد شریف کے مُجوِز (یعنی جائز کہنے والے) تھے ہاں اُن کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرونِ ثلاثہ میں محفل شریف معمول نہ ہونے کی وجہ سے علمانے اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف کیا ہے۔

(تاج الدین فاکہانی کے میلاد شریف پر اعتراضات)

غیر مجوزین محفل شریف کے جو چند علما گذرے ہیں اُن میں سے ایک شیخ تاج الدین فاکہانی ہے جس کا قول کتاب "سُبل الھدیٰ والرشاد" معروف بہ "سیرتِ شامیہ" میں مرقوم ہے اور اس کی تردید بھی جو کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ سے ہے اُسی کتاب میں مذکور ہے قول فاکہانی اور اس کی تردید یہاں لکھی جاتی ہے۔ ناظرین ملاحظہ کریں:

قول فاکہانی: لا اعلم لهذا المولد اصلا فی کتاب اللّٰه تعالٰی ولا سنّة ولا نقل عمله عن احد من العلماء الائمة بل هو بدعة احدثها البطالون بدليل انا اذا ادرنا عليه الاحكام الخمسة قلنا اما ان يكون واجبا او مندوبا او مباحا او محرما او مكروها و ليس بواجب اجماعا ولا مندوبا لان حقيقة المندوب ما طلبه الشرع من غير ذم على تركه و هٰذا لم ياذن فيه الشرع ولا نقله الصحابةولا التابعون المتقدمون فيما علمت. ولا جائزان يكون مباحا لان الابتداع فی الدين ليس مباحا باجماع المسلمين فلم يبق الا ان يكون حراما او مكروها من ان الشهر الذی ولد فيه النبی ﷺ وهو ربيع

الاول هو بعينه الشهر الذی توفی فيه فليس الفرح فيه اولٰی من الحزن انتهی قول الفاكهانی مختصراً۔

(ترجمہ) یعنی" کہا شیخ تاج الدین فاکہانی نے نہیں جانتا ہوں میں واسطے اس مولد کے کوئی اصل کتاب میں اور نہ سنت میں اور نہیں نقل ہوا کرنا اس کا کسی ایک علماء سے کہ ائمہ دین سے ہیں بلکہ وہ بدعت ہے نکالا اُس کو بطالوں نے بدلیل اس بات کے کہ ہرگاہ احکامِ شرعیہ خمسہ کو اُس پر دائر کرتا ہوں میں اور کہتا ہوں میں کہ عملِ مولد یا واجب ہے یا مندوب یا مباح یا حرام یا مکروہ اور نہیں وہ واجب ہے اجماعاً اور نہ مستحب ہے اس واسطے کہ حقیقت مندوب وہ ہے کہ طلب کیا ہو اُس کو شرع نے بغیر خدمت کے اُس کے ترک پر۔ اور ظاہر ہے کہ عملِ مذکور میں اجازت از طرف شرع وارد نہیں ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس میں کوئی روایت ہے اور نہ تابعین سے کچھ منقول ہے جیسا کہ مجھ کو معلوم ہے اور نہیں درست ہے کہ ہو مباح کیونکہ نئی بات نکالنا دین میں مباح نہیں ساتھ اجماع مسلمین کے پس نہیں باقی رہا مگر یہ کہ ہو حرام یا مکروہ۔ علاوہ بریں جس مہینے میں کہ پیدا ہوئے آنحضرت ﷺ وہ بعینہٖ وہ مہینہ ہے کہ وفات پائی اُس میں آنحضرت ﷺ نے یعنی ماہ ربیع الاول۔ پس جیسا کہ وہ زمان بہجت ومسرت ہے بہ سبب ولادت آنحضرت ﷺ کے ویسا ہی وہ زمانِ غم والم بھی ہے بسبب وفات کے۔ پس اظہارِ فرح وسرور اولیٰ نہیں ہے اُس زمان میں حزن وغم کرنے سے" خلاصہ مضمون فاکہانی کے قول کا تمام ہوا۔

(امام سیوطی کی طرف سے فاکہانی کے اعتراضات کا مدلل جواب)

اب امام حافظ جلال الدین سیوطی کا جوابِ باصواب جو کہ اُن کی کتاب "حُسن المقصد فی عمل المولد" میں بہ تردید قولِ فاکہانی مذکور ہے لکھا جاتا ہے۔ **قول شیخ سیوطی رحمہ اللہ:**

اقول: اما قوله لا اعلم فيقال عليه نفی العلم لا يلزم منه نفی الوجود و قد استخرج له امام الحفاظ ابوالفضل ابن حجر اصلا من السنة واستخرجت له انا اصلا ثانيا و قوله

بل هو بدعة احدثها البطالون يقال عليه قد تقدم انه
احدثه ملك عادل صالح عالم و يقصد به التقرب الى الله
عزوجل و حضر فيه عنده العلماء الصلحاء من غير نكير
من احد و ارتضاه ابوالخطاب ابن دحيه و صنف له كتابًا
فهٰؤلاء العلماء المتديون رضوه و اقروه و لم ينكروه.
قوله ولا مندوبا فيقال عليه ان الطلب من المندوب تارة
يكون بالنص و تارة يكون بالقياس و هٰذا و ان لم يرد فيه
نص ففيه القياس على الاصلين و قوله ولا جايزان يكون
مباحًا لان الابتداع فى الدين ليس مباحًا الخ. كلام غير
مسلم لان البدعة لا تنحصر فى الحرام والمكروه بل قد
يكون مباحًا و مندوبًا و واجباً. قال الامام النووى البدعة
فى الشرع هى احداث ما لم يكن فى عهد رسول الله
ﷺ وهى منقسمة الٰى حسنه و قبيحته و قال الشيخ عز
الدين بن عبدالسلام البدعته منقسمة الى واجبة و
مندوبته و محرمته و مكروهة و مباحة. قال والطرق فى
ذلك ان تعرض البدعة علٰى قواعد الشرع فاذا دخلت
فى قواعد الايجاب فهى واجبه و ان فى قواعد التحريم
فهى محرمة او الندب فمندوب او المكروه فمكروهته
او المباح فمباحته و ذكر لكل قسم من هٰذه الخمسة
امثلته الٰى ان قال و للبدع المندوبته امثلته منها احداث
الرباط والمدارس و كل احسان لم يعهد فى الصدر
الاول و منها التراويح والكلام فى دقايق التصوف و منها
جمع المحافل للاستدلال فى المسائل ان قصد بذالك

وجه الله تعالٰى. و روى البيهقى باسناده عن الشافعى قال
محدثات من الامور ضربان احدهما ما احدث مما
يخالف كتابًا او سنةً او اثرا او اجماعًا فهٰذه البدعة
الضلالة والثانيه ما احدث من الخير ولا يخالف لواحد
منها فهى بدعة غير مذمومة. فيعرف من هٰذا منع الشيخ
الفاكهانى بقوله ولا جائزًا ان يكون مباحًا الخ لان هٰذا
لقسم احدث و ليس فيه مخالفة الكتاب ولا سنة ولا اثر
ولا اجماع فهى غير مذمومة. و قوله مع ان الشهر الذى
ولد فيه الخ جوابه ان يقال ان ولادته ﷺ اعظم النعم لنا
و وفاته اعظم المصايب علينا والشريعة حثت علٰى اظهار
شكر المنعم والصبر والسكوت والكتم عند المصائب.
و قد امر الشارع بالعقيقة عند الولادة و هى اظهار
الشكر والفرح بالمولود ولم يامر عند الموت بذبح ولا
بغيره بل نهى عن النياحته و اظهار الحزن فدلت قواعد
الشريعة علٰى انه يحسن فى هٰذا الشهر اظهار الفرح
بولادته ﷺ لا اظهار الحزن فيه بوفاته و قد قال ابن
رجب فى "كتاب اللطائف" فى ذم الرفضه حيث اتخذوا
يوم عاشوراء ماتما لاجل قتل الحسين رضى الله عنه لم
يامر اللّٰه تعالٰى و رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء و
موته ماتما فكيف مادونهم. انتهى. ملخص ما قاله الامام
السيوطى فى كتابه'حسن المقصد فى عمل المولد'."

ترجمہ: یعنی" **کہا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ** نے لیکن **قول فاکہانی:** "نہیں جانتا
ہوں میں واسطے اس مولد کے کوئی اصل" **(امام سیوطی کا جواب)** "پس

کہا جائے گا اُس کے جواب میں نفی علم سے اصل مولد شریف کے
لازم نہیں آتا ہے نفی وجود اصل مولد کا نفس الامر میں حالانکہ تحقیق نکالی
واسطے مولد شریف کے امام حافظ ابوالفضل ابن حجر نے ایک اصل
سنت سے اور نکالی میں نے واسطے اُس کے اصل دوسری'' اور **قول اُس
(فاکہانی) کا:** ''بلکہ وہ بدعت ہے کہ نکالا اُس کو جھوٹوں نے۔'' **(امام
سیوطی کا جواب)** ''کہا جائے گا اُس کے جواب میں کہ نہیں نکالا اُس کو
مگر بادشاہ عادل صالح عالم نے بقصدِ تقرب نزدیک اللہ تعالیٰ کے اور
اُس مجلس میں علما اور صُلحا حاضر تھے بغیر انکار کے اور پسند کیا عملِ مولد
شریف کو علامہ ابوالخطاب نے اور تصنیف کی واسطے اُس کے ایک
کتاب پس علمائے دین راضی ہوئے اور پڑھی اور انکار نہیں کیے'' اور
قول اُس (فاکہانی) کا: ''ولا مندوبا'' **(امام سیوطی کا جواب)** ''کہا
جائے گا اُس کے جواب میں تحقیق کہ طلب مستحب میں کبھی ہوتی ہے
نص صریح اور کبھی ہوتا ہے قیاس۔ اور یہ اگرچہ نہیں وارد ہوئی اس میں
نصِ صریح، پس اس میں قیاس ہے دو اصلوں پر'' اور **قول فاکہانی:**
''نہیں جائز ہے کہ ہوئے مباح کیونکہ نئی بات دین میں نکالنا مباح
نہیں ہے۔'' الخ **(امام سیوطی کا جواب)** ''کلام ہے غیر مسلّم (یعنی
غیر مستند) کیونکہ بدعت حرام اور مکروہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ بعضے
بدعت مباح ہے اور بعضی مندوب اور بعض واجب چنانچہ امام نووی
نے کہا بدعت شرع میں کہتے ہیں اُس چیز کے نکالنے کو کہ آنحضرت
ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی اور وہ دو قسم ہے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ
اور شیخ عزّ الدین ابن عبدالسلام نے کہا کہ بدعت منقسم ہے طرف
واجب اور مندوب اور حرام اور مکروہ اور مباح کے۔ اور کہا کہ قاعدہ
اس میں یہ ہے کہ اگر بدعت ضوابطِ ایجاب میں داخل ہوئی پس وہ

واجب ہے اور اگر داخل ہوئی قواعدِ تحریم میں پس وہ حرام ہے اور اگر
داخل ہوئی ندب میں بس مندوب ہے اگر انواعِ کراہت میں شامل
ہوئی پس مکروہ ہے اور اگر اقسامِ اباحت میں ہو پس وہ مباح ہے اور
ذکر کیا واسطے ہر ایک قسم کے مثال چنانچہ کہا کہ بدعت مندوبہ کے
واسطے بہت مثال ہیں منجملہ مسافر خانہ و مدارس وغیرہ اقسام امرِ خیر کہ
صدر اول میں نہ تھا اور روایت کی بیہقی نے حضرت شافعی علیہما
الرحمۃ سے کہ کہا شافعی نے بدعت دو قسم ہے ایک وہ ہے کہ مخالف
قرآن یا حدیث یا اثر صحابہ یا اجماع کے ہو پس وہ بدعتِ سیئہ ہے اور
دوسری بدعت وہ ہے کہ وہ امرِ خیر ہے اور مخالف اصولِ شرعیہ مذکورہ
کے نہیں ہے پس وہ بدعت مذموم نہیں ہے پس جانا جاتا ہے تقسیم
بدعت اور اُس کی تعریف سے ممنوع ہونا شیخ فاکہانی کے قول کا کہ اُس
نے کہا نہیں جائز ہے کہ ہوئے عملِ مولد مباح۔ کیونکہ عملِ مولد
اگرچہ محدث ہے لیکن مخالف قرآن وحدیث واثر و جماع کے نہیں ہے
پس وہ بدعتِ غیر مذموم ہے یعنی بدعتِ حسنہ ہے جیسا کہ فرمایا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کے باب میں **نعمت البدعۃ
ھٰذہ** یعنی اچھی بدعت ہے یہ کیونکہ تراویح آنحضرت ﷺ کے زمانہ
میں بایں اہتمام تمام ماہ صیام میں نہ تھی۔'' اور **قول فاکہانی:** ''باوجود
اس کے تحقیق کہ آنحضرت ﷺ جس مہینے میں پیدا ہوئے یعنی ربیع
الاول وہ بعینہٖ وہ مہینہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس میں وفات
پائی'' الخ **(امام سیوطی کا جواب)** ''پس جواب اُس کا یہ ہے کہ حضرت
رسول خدا ﷺ کی ولادت بڑی نعمت ہے کوئی نعمت مثل اُس کے دنیا
میں نہیں ہے اور وفات آپ کی بڑی مصیبت ہے کہ کوئی مصیبت مانند
اُس کے جانکاہ دنیا میں نہیں ہے اور شریعت میں ترغیب و حکم ہے کہ

نعمتِ منعم کو ظاہر کریں اور وقت مصیبت وغم کے صبر وسکوت و اِخفا
اختیار کریں چنانچہ تحقیق شارع نے حکم کیا عقیقہ کرنے کا وقت تولد
فرزند کے اور عقیقہ اظہار شکر وفرحت ومسرّت ہے بہ سبب پیدا ہونے
فرزند کے اور حکم نہیں کیا وقت موتِ فرزند کے ذبح وقربانی وغیرہ کا بلکہ
منع کیا فریاد ونوحہ واظہارِ غم والم کو۔ پس قواعدِ شرع دلالت کرتا ہے اس
بات پر کہ ماہِ ربیع الاول میں اظہارِ فرحت ومسرت بہ سبب پیدائش
حضرت شفیع المذنبین وسیلتنا فی الدارین ﷺ کے مستحسن
ہے اور اظہارِ حزن وغم بہ سبب وفات آنجناب کے قبیح ہے اور تحقیق کہا
علامہ ابن رجب نے کتاب ''لطائف'' میں ذم میں قومِ شیعہ کے کہ
روزِ عاشورا کو روز ماتم قرار دیا ہے بہ سبب شہادت حضرت سید الشہدا
امام حسین رضی اللہ عنہ کے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول نے حکم
نہیں کیا ہے کہ مصائب وموت انبیاء کے واسطے روزِ ماتم مقرر کیا
جائے۔ پس اس حال میں کیونکر صحیح ہوگا روزِ ماتم مقرر کرنا اُن لوگوں
کے واسطے جو انبیا کے درجہ میں نہیں ہیں۔''
تمام ہوا خلاصہ مضمون جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا۔
اب دیکھو اس کلام سے محفل شریف کا جواز خوب ثابت ہوا اور تاج الدین فاکہانی
کے کلام کا بھی بوجوہِ احسن رد ہوا۔

(حضرت شاہ عبدالعزیز کی عبارت سے میلاد شریف کے جواز پر استدلال)

خاتم المفسرین جناب شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ العزیز تحت آیہ کریمہ وَ
اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پارہ: ۳۰، سورۂ ضحیٰ، آیت: ۱۱) کے بیان میں فرماتے ہیں:

یعنی وبہ نعمتہائے پروردگار خود سخن گوی بیان کن زیرا کہ
ترا نعمتہائے فراوان دادہ است و علوم و معارف بے پایاں بر دل
تو نازل فرمودہ شکر ایں نعمت آن ست کہ دیگران را ہم

بایں نعمتہا دلالت کنی و بہرہ بخشی...... و دریں لفظ کہ وَ
اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ دلیل ست برآں کہ نعمتہائے خدارا
کہ بر خود و بر لواحق خود باشند بیان کردن از مستحبات
است...... از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منقول ست کہ ایشاں
احوال شب بیداری خود و آن کہ امشب ایں قدر نماز بہ
گذاردم و ایں قدر قرآن خواندم ہر صباح بمردم میگفتند
بعضی نادان اعتراض کردند کہ ایں اظہار از قبیل ریاست و
ایشاں گفتند کہ خدائے تعالیٰ می فرماید وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
فَحَدِّثْ و نزد من ہیچ نعمت برابرایں نعمت نیست کہ مرا
توفیق بر طاعت دادہ اند پس چرا ایں نعمت۔ را بیان نکنم و از
شکر آن محروم مانم انتہی۔

(تفسیر فتح العزیز (فارسی) تفسیر سورۂ والضحیٰ پارہ عم جلد ۳ صفحہ: ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

(ترجمہ) ''یعنی اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتیں دیں
ہیں اور بہت علوم اور عرفان بے پایاں تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہے جو
اوروں کو بھی اُن کے پانے کی راہ بتائیں اور حصہ عنایت فرمائیں...... اور یہ آیت وَ اَمَّا
بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اپنے اوپر اور اپنے
وابستوں پر ہوں سو ظاہر کرنا، کہہ سنانا سنت ہے...... عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ ہر روز اپنی
شب بیداری کا احوال لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے آج رات کو اس قدر نماز پڑھی اور
اس قدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نافہموں نے ان پر اعتراض کیا کہ یہ ظاہر کرنا ریا کا طور
ہے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و اما بنعمة ربك فحدث اور میرے نزدیک
کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عبادت، بندگی کی توفیق عنایت
فرمائی میں کس واسطے اس نعمت کو ظاہر نہ کروں اور اس شکر گذاری سے محروم رہوں۔''

(تفسیر عزیزی اردو (دیوبندی) مترجم جلد ۴، صفحہ ۳۲۷،۲۱۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

پس اے بھائیو! اللہ جلّ شانہ کی نعمتوں اور احسانوں میں بڑا احسان واکرام یہ ہے کہ ایسے نبی رحیم رسولِ کریم کو ہم لوگوں پر مبعوث کیا چنانچہ اس نے فرقانِ عظیم میں فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ الخ.

ترجمہ: ’’تحقیق احسان کیا اللہ تعالیٰ نے اوپر ایمان والوں کے جس وقت بھیجا بیچ اُن کے پیغمبر قوم اُن کی سے یعنی آدمیوں سے۔‘‘ انتہیٰ

پس بمقابل اس احسان واکرام کے حق ادائے شکر انسان ضعیف البیان سے ممکن نہیں ہے کیونکہ دنیا میں کوئی نعمت واحسان مثل نعمت واحسان وجودِ باجود آنحضرت رحمۃ للعالمین وسیلتنا فی الدارین ﷺ کے نہیں ہے اِس واسطے کہ آپ ہی کے طفیل سے آپ کی امتِ مقبولہ مصداق آیۂ کریمہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے ہوئی اور ویسی کمالات صوری ومعنوی ومراتب ومدارج سے مشرف ہوئی جو کہ اور انبیا کی امتوں کو کبھی حاصل نہیں ہوا۔ تو اس حال میں ضرور ہوا کہ بہ سبب ایسے احسان واکرام کے ادائے شکر بقدر امکان دل وزبان وجوارح ومال سے کریں اور فضائل ومعجزات وعنایات کو آنجناب کی خلوت وانجمن میں بیان کریں تاکہ کفرانِ نعمت خالقِ منعم لازم نہ آئے اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ محفل مولد شریف جامع امورِ مذکورہ کی ہے کیونکہ اس میں بیانِ شکر وثنائے رب العالمین ہے اور ذکر فضائل ومحامد ومعجزات وعنایات حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین ہے پس بہ سبب جامع ہونے امورِ مذکورہ کے انعقاد محفل شریف کا اوپر مومنین کے ضرور ہے اور منکر اُس کا بے شک گنہگار وناشکر گزار ہے:

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آن   ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

شعر: گرچہ ہیں احسانِ خالق بے شمار   ہے ہر اک ذی عقل پر یہ آشکار
بے زبان کو بھی نہیں انکار ہے   سو زبانِ حال سے اقرار ہے
پر تولد صاحبِ لولاک کا   سارے احسانوں پہ غالب ہو گیا
تھا جہاں تاریک روشن ہو گیا   خانۂ زندان تھا گلشن ہو گیا

اِس جہاں میں تھا ہدایت کے لیے   اُس جہاں میں ہے شفاعت کے لیے
گرچہ سب کے بعد وہ پیدا ہوا   ہے مگر سب انبیا کا پیشوا
سب نبی انجم ہیں یہ ہے آفتاب   سب کو اُس کے نور سے تھا اکتساب
ہے جو خیر الانبیا وہ باکرم   کیوں نہ امت اُس کی ہو خیر الامم
وہ شہنشاہ سما و ارض ہے   طاعت اُس کی انس وجان پر فرض ہے

اور فرمایا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اشارہ است بمباحث نبوت و ولایت و اعتقادات صحیحہ و اخلاق فاضلہ و اعمال صالح و تواریخ انبیا و تذکرہائے اولیاء و مقامات و ملفوظات ایشان انتهى افادته۔

اب انصاف کرو کہ محفل مولد شریف میں جبکہ سوائے اذکارِ حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین ﷺ وحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم واولیاء اللہ کے دوسرا کوئی ذکر نہیں ہوتا ہے تو پھر وہ شرعاً کیونکر صحیح نہیں ہوگا اور باعثِ مغفرت نہ ہوگا؟

ہاں جس محفلِ مولد میں برخلاف اصولِ دین کے چیزیں موجود ہیں اور روایاتِ غیر معتبر اُس محفل مولد میں بیان ہوں جس کی اصل کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے اُس محفل کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں ہے اور جو کہ خالی ہے منہیاتِ شرعیہ سے اور اُس میں روایاتِ صحیحہ کا بیان ہے اور واسطے محبت آنحضرت ﷺ کے منعقد ہوئی ہے وہ بیشک موجب خوشنودی خدا ورسول اور سبب برکتِ عظیمہ ہے۔

(حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی سے میلاد شریف کا ثبوت)

مولانا محمد عنایت احمد کے رسالہ ’’تواریخ حبیب الٰہ‘‘ میں مذکور ہے کہ ’’شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ’’فیوض الحرمین‘‘ میں لکھا ہے کہ ’’میں حاضر ہوا اُس مجلس میں جو کہ مکۂ معظمہ میں مکان مولد شریف میں تھی بارھویں ربیع الاول کو اور ذکرِ ولادت شریف اور

خوارقِ عادات وقتِ ولادت کا پڑھا جاتا تھا میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اُس مجلس سے بلند ہوئے میں نے اُن انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ملائکہ کے جو ایسی محافلِ متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور بھی انوار تھے رحمتِ الٰہی کے۔'' انتھی سو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہ مقتضائے محبت آنحضرت ﷺ محفلِ مولد شریف کیا کریں اور اُس میں شریک ہوں مگر شرط یہ ہے کہ بہ نیتِ خالص کیا کریں ریا اور نمائش کو دخل نہ دیں۔ اور بھی احوال صحیح اور معجزات کا حسبِ روایاتِ معتبرہ بیان ہو۔ اکثر لوگ جو اس محفل میں فقط شعر خوانی پر اکتفا کرتے ہیں یا روایاتِ واہیہ نامعتبر سناتے ہیں خوب نہیں ہے اور (یہ) بھی علما نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکرِ وفات شریف کا نہ چاہیے اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے ذکرِ غمِ جانکاہ اس میں محض نازیبا ہے حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکرِ قصۂ وفات کی نہیں ہے'' تمام ہوئی عبارت ''تواریخ حبیبِ الٰہ'' کی۔

(تواریخ حبیب الٰہ صفحہ ۱۱ و ۱۲ مطبوعہ مطبع نامی، منشی نول کشور، ایضاً صفحہ: ۷، مطبوعہ مطبع علیمی، لاہور)

(روزِ ولادت پیر کی فضیلت کا بیان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے)

روزِ دوشنبہ (پیر کا دن) روزِ تولد آنجناب سید المرسلین کا ہے اُس کی فضیلت میں ''مدارج النبوۃ'' میں مذکور ہے:

او چنانچہ از ایام یوم جمعہ افضل ست و خلق آدم دروست و دروی ساعتی ست کہ ہر کہ دعا دران ساعت کند مستجاب گردد و لیکن کجا میرسدوی بساعتیکہ ولادت سید المرسلین دروست و صاحب مواہب گفتہ کہ نگردانید حق سبحانہ در روز دو شنبہ کہ یوم مولد اوست ﷺ از تکلیف بعبادت چنانکہ در روز جمعہ کہ خلق آدم در دست از جہت کرامت حبیب خود ﷺ بہ تخفیف از امت وے بہ سبب عنایت بوجود وی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ انتہی۔

اگرچہ صوم درین یوم بملاحظہ شرف و کرمات و ولادت شریف دروے مستحب باشد و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در روز دو شنبہ روزہ می داشت و از سبب آن پرسیدہ شد فرمود کہ من متولد شدہ ام درین روز و نازل شد برمن وحی درین روز رواہ مسلم انتہی۔

بیت:

عنقائے فہم ہیچ کس از انبیا نرفت
آنجا کہ توبہ بالِ کرامت پریدۂ
ہر کس بقدر خویش بجائے رسیدہ اند
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ
حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری
ہر لطائف کہ نہان بود پسِ پردۂ غیب
جملہ در صورتِ خوبِ تو عیان ساختہ اند
آن فضائل کہ انبیا را بود
وان شمائل کہ اصفیا را بود
گر شود جملہ مجتمع باہم
جملہ باشد ز فضل احمدکم
ترا عز لولاك تمکین بس
ثنائی تو طٰہٰ و یٰسٓ بس ست

اے عزیز مکرّر عقیقہ کرنا آنحضرت ﷺ کا بعد نبوت کے جو کہ جوازِ محفلِ مولد کی چوتھی دلیل میں بیان ہوا ہے اور روز دوشنبہ کو کہ روزِ تولد آپ کا ہے اُس دن روزہ رکھنا آپ کا دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی پیدائش سے بڑی مسرّت حاصل ہوئی تھی جس کی خوشی میں آپ نے مکرّر عقیقہ کیا اور شکریہ روزہ رکھا۔ پس امتِ مقبولہ بھی آپ کی اگر

بنظرِ اتباع بغیر تعین یا بہ تعین ماہِ ربیع الاول و روز دوازدہم یا روز دوشنبہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں بہ نیتِ خالص و محبت و حصولِ سعادت دارین محفل میلاد کریں اور کھانا کھلائیں اور خیرات کریں تو یہ امر یقیناً موجبِ مغفرت ہے اور سبب مسرتِ آنحضرت ﷺ ہے۔

(میلاد منانے والے سے حضور ﷺ خوش ہوتے ہیں)

چنانچہ ''سیرت شامیہ'' میں ابوعبداللہ بن ابومحمد نعمان رحمۃ اللہ علیہما سے منقول ہے کہ ''کہتے تھے سنا میں نے شیخ ابوموسیٰ رزہونی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ کہتے تھے دیکھا میں نے نبی ﷺ کو خواب میں اور پوچھا آپ سے حال مولد کا پس فرمایا آنحضرت ﷺ نے من فرح بنا فرحنا به یعنی جس نے خوشی کی ہماری ہم خوش ہوئے اس سے'' انتہیٰ۔

(بدعتِ حسنہ اور مسلمانوں کے بڑے گروہ کے حق پر ہونے کا حدیث سے ثبوت)

پس اس حال میں عقل و دینداری سے بعید ہے کہ حدیث **کل بدعة ضلالة** کے پردہ میں رہ کر حدیث **ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن** یعنی ''جس چیز کو یقین کریں مسلمان نیک، تو وہ نزدیک اللہ تعالیٰ کے نیک ہے۔''

''موطا امام محمد'' اور حدیث **من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غیر ان یُنقَصَ من اجورهم شی۔**

یعنی ''جس شخص نے کہ رواج دیا بیچ اسلام کے طریقِ نیک کو پس واسطے اُس کے ہے ثواب اُس کا اور ثواب اُس شخص کا کہ عمل کیا ساتھ اُس کے پیچھے اُس کے بغیر ناقص ہونے اجر اُن کے سے۔'' کچھ ''صحیح مسلم'' اور حدیث **ان الله لا یجمع امتی علی ضلالة و ید الله علی الجماعة و من شذ شذ فی النار۔** یعنی ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں جمع کرے گا میری امت کو گمراہی پر اور رحمت اللہ تعالیٰ کی جماعت پر ہے اور جو شخص جدا ہوا جماعت سے وہ ڈالا گیا آگ میں یعنی جہنم میں''۔ ''مشکوٰۃ شریف'' کے ''**باب الاعتصام بالکتاب والسنة**'' میں ہے اور حدیث **اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔** یعنی ''پیروی کرو تم بڑی جماعت کی تحقیق جو شخص تنہا ہوا بڑی جماعت سے تنہا ڈالا

جائے گا آگ میں یعنی جہنم میں۔'' ''مشکوٰۃ'' کے ''**باب الاعتصام**'' کی دوسری فصل میں ہے۔ ان حدیثوں کو نہ دیکھنا اور اُن پر عمل نہ کرنا حالانکہ ان احادیث کو علمائے دین نے قواعدِ اسلام سے کہا ہے۔ بھائیو بعد آنحضرت ﷺ کے جو امور کہ ایجاد و رواج پائے ہیں اگر تمام کو بدعتِ ضلالت کہا جائے تو بڑا فساد لازم آئے گا۔

اول: یہ کہ سنت خلفائے راشدین ضلالت میں محسوب ہوگا۔ حالانکہ حدیث متفق علیہ سے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا ثابت ہے وہ یہ کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے:

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین. الیٰ آخر الحدیث۔

دوسرا: یہ کہ آنحضرت ﷺ کی اُمت کا اجماع ضلالت میں شمار ہوگا باوجودیکہ حدیث متفق علیہ یعنی **لا یجمع امتی علی ضلالة و ید الله علی الجماعة** سے اجماعِ امت کی عدمِ ضلالت ثابت ہے۔

(میلاد شریف کو بدعت کہنے والے اجماعِ امت اور قیاس شرعی کے منکر ہیں)

تیسرا: یہ کہ مسائلِ اجماعیہ باطل ہو جائیں گے حالانکہ اجماع ایک رکن ہے ارکانِ اربعہ شرعیہ میں سے۔

چوتھا: یہ کہ قیاساتِ شرعیہ باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ جمیع قیاس کہ بعد آنحضرت ﷺ کے واقع ہوئے ہیں تمام حادث ہیں حالانکہ قیاس بھی ایک رکن ہے ارکانِ اربعہ میں سے پانچواں یہ کہ اگر جمیع بدعت کو مخالفین بدعتِ ضلالت کہیں تو چاہیے کہ اکثر امورِ خیر جو بعد آنحضرت کے واقع ہوئے ہیں اور حفظِ دین و اشاعتِ دین اُن پر موقوف ہے وہ بھی ضلالت میں شمار کیے جائیں حالانکہ وہ امور واجب ہیں اور مخالفین بھی اُن کے وجوب کے قائل ہیں مانند جمع قرآن مجید و ترتیب سورتوں کی جو صحابہ کرام کے زمانہ میں ہوئی ہے اور کتابت اعراب قرآن مجید و اسماء سور و علاماتِ آیات جو بنا بر مصلحت دین و حفظ اصل شرع متین و سہولت حفظ قرآن مجید و آسانی تلاوت کے التزام کیے گئے ہیں اور جمع کرنا احادیث کا کہ ''صحیح بخاری'' و ''مسلم'' وغیرہ میں ہے اور تدوین مسائلِ فقہ کا اور تعلم صرف ونحو وغیرہ علومِ دینیہ کا اور مستحبات میں سے جیسا کہ بنائے مدارس و رباط وغیرہ امورِ خیر۔ پس بدعت

کی جمیع اقسام کو بدعت ضلالت کہنے سے ہرگاہ کہ یہ فساد لازم آتا ہے تو معلوم ہوا کہ جمیع اقسام بدعت کی ضلالت نہیں ہیں بلکہ بدعت ضلالت وہ امر ہے جو کہ مخالف اصول شرعیہ و قواعدِ اسلامیہ کے ہو و اِلّا بدعتِ حسنہ ہے۔

(موجودہ زمانہ میں میلاد شریف کی ضرورت)

اے عزیز! اس زمانہ پُر آشوب (یعنی فساد سے بھرے ہوئے زمانہ) میں کہ بہ سبب قُربِ قیامت کے خدا و رسول (جلّ جلاله وصلی الله علیه وسلم) کی اطاعت ومحبت میں نقص وقصور آگیا ہے امورِ خیر میں لوگ غفلت کرتے ہیں شب وروز فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ اخوان الشیاطین ہر کوچہ وبازار میں ادیانِ منسوخہ ومذاہبِ جدیدۂ مردودہ کے رواج میں نہایت ساعی (کوشش کر رہے) ہیں۔ محفل میلاد شریف کا کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ محفل میلاد شریف میں ذکر واذکار اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول ﷺ کا ہوتا ہے اور یہ بیشک خدا اور رسول سے محبت پیدا ہونے کا وسیلہ ہے اور سبب دین و ایمان کے حفظ کا ہے پس جس قدر ممکن ہو التزام محفلِ اقدس کا ہر مسلمان پر ضرور ہے۔ دربارۂ ثبوت محفلِ شریف اس قدر دلائل کتبِ معتبرہ سے لکھے گئے یہ واسطے تفہم وتفہیم ناظرین کے کافی ووافی ہیں۔

پس اگر کسی نے عمل مولد شریف کو باوجود سننے اور جاننے دلائلِ شرعیہ مذکورہ کے حرام یا مکروہ یا قبیح کہا تو اُس کے قول وفعل پر مطلقاً التفات نہ کرنا کیونکہ اُس سے بحث کرنا بے فائدہ ہے۔

بیت: ایکہ حکمِ شرع مارد میکنی — راہِ باطل میروی بد میکنی
چون تو بد کردی بدی یابی جزا — پس بدیہا جملہ باخود میکنی

(محفل میلاد میں قیامِ تعظیمی کا احادیث سے ثبوت)

اب باقی رہا بیان جوازِ قیام میں کہ بوقت ذکرِ ولادتِ بابرکت حضرت سید المرسلین ﷺ بنا بر عظمت شان ذکر ولادت شریف کا خاص کر کے تعظیماً ومحبتاً قیام کرتے

ہیں سو وہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

✿ واضح ہو کہ اصل ودلیل جواز قیامِ تعظیمی کی صحیحین میں بروایت ابوسعید خدری کے ثابت ومتحقق ہے کہ جب سعد بن معاذ نزدیک رسول مقبول ﷺ کے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا:

قوموا الٰی خیرِ کم او سَیِّدِ کم.

یعنی ”کھڑے ہو واسطے تعظیم سردار اپنے کے۔“

”بیہقی“، ”محی السنۃ“، ”امام نووی“ وغیرہ اکابر محدثین جوازِ قیام پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ”مفاتیح“ میں ہے:

والغرض من هٰذا الحديث ان سعداً لماجاء قال النبي ﷺ لاصحابه قوموا الٰى سيدكم قال محى السنة القيام الٰى احد للاحترام غير مكروه بدليل هٰذا لحديث.

یعنی ”غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ سعد جب آئے آنحضرت ﷺ نے اصحاب سے فرمایا: قوموا الٰی سید کم۔ محی السنۃ نے کہا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔“

اور ”کرمانی حاشیہ صحیح بخاری شریف“ میں ہے: **و فيه استحباب القيام للسادات انتهى**۔

اور فرمایا امام نووی نے ”**کتاب الجهاد والسير**“ میں حدیثِ مذکور کی تفسیر میں:

قوله ﷺ قوموا الٰى سيدكم او خيركم فيه اكرام اهل الفضل و تلقيهم بالقيام لهم اذا اقبلوا هٰكذا احتج به جماهير العلماء لاستحباب القيام قال القاضى و ليس هذا من القيام المنهى عنه وانماذ لك فيمن يقوموا عليه فهو جالس و يمثلو قياماً طول جلوسه قلت القيام للقادم من اهل الفضل مستحب و قد جاء فيه احاديث و لم

یصح فی النهی عنه شی صریح. انتهٰی

❁ اوراصل قیامِ محبت کی ''صحیح بخاری'' میں یہ ہے:

حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا عبدالعزیز عن انس قال رای رسول الله ﷺ النساء والصبیان مقبلین قال حسبت انه قال من عرس فقام نبی ﷺ مُمْثَلاً فقال اللهم انتم من احب الناس اِلَیَّ قالها ثلث مرارا انتهی.

ترجمہ: ''یعنی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کواور لڑکوں کو انصار میں سے جس حال میں کہ وہ آنے والے تھے طرف آنحضرت ﷺ کے۔ راوی کہتا ہے کہ گمان کرتا ہوں میں تحقیق کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے یہ لوگ نوکد خدا سے ہیں پس کھڑے ہوئے نبی ﷺ سیدھے ہو کر پس فرمایا کہ دعا کرتا ہوں واسطے تم لوگوں کے کیونکہ تم لوگ محبوب تر ہو لوگوں میں سے نزدیک میرے، فرمایا اس کو تین بار۔'' انتہی

❁ اوراصل قیامِ محبت وقیامِ تعظیمی کی ''ترمذی'' میں یہ ہے:

حدثنا محمد بن بشارنا عثمان بن عمرنا اسرائیل عن میسرة ابن حبیب عن المنهال بن عمرو عن عائشة بنت طلحة عن عائشة ام المومنین قالت ما رایت احدا اشبه سمتاً ودلا وهد یا برسول ﷺ فی القیام والقعود من فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت و کانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیها فقبلها و اجلسها فی مجلسه و کان النبی ﷺ اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته و اجلسته فی مجلسها الٰی اٰخر الحدیث.

ترجمہ: یعنی ''فرمایا عائشہ ام المومنین نے نہیں دیکھا میں نے کسی کو شبیہ تر از

روئے طریقہ نیک وشمائل نیک و عادات نیک کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے قیام میں اُس کے اور قعود میں اُس کے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے۔ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ (وہاں موجود) تھیں وہ فاطمہ جس وقت داخل ہوتی تھیں اوپر نبی ﷺ کے یعنی حاضر ہوتی تھیں آپ کی خدمت میں، کھڑے ہوتے تھے آنحضرت ﷺ طرف اُسی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پس چومتے تھے فاطمہ کو اور بٹھلاتے تھے اُسی فاطمہ کو اپنی جگہ میں اور تھے نبی ﷺ جس وقت تشریف لے جاتے تھے فاطمہ کے یہاں تو کھڑی ہوتی تھیں اپنی جگہ سے اور چومتی تھیں آنحضرت ﷺ کو اور بٹھلاتی تھیں وہ آنحضرت کو اپنی جگہ میں......الخ''

''ترمذی'' کی حدیث شریف سے قیامِ تعظیمی و قیامِ محبت دونوں ثابت ہیں۔ پس جبکہ اصل محکم قیامِ تعظیمی ومحبت کے جواز میں پایا گیا ہے تو پھر قیام بوقت بیانِ تولد تعظیماً وتکریماً ومحبتاً ضرور مستحسن ہے۔ ہرگز بدعتِ ضلالت نہیں ہے۔ کیونکہ قیام بوقت ذکرِ تولد ایک فرد ہے قیامِ تعظیمی ومحبت کے افراد سے۔

(مولانا عثمان دمیاطی سے قیام میلاد کا ثبوت)

قال عثمان بن حسن الدمیاطی الشافعی قد اِجْتمعتِ الامة المحمدیه من اهل السنة والجماعة علی استحسان القیام المذکور و قال ﷺ لا یجمع امتی علی الضلالة.

ترجمہ: ''کہا مولانا عثمان ابن حسن دمیاطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق مجتمع ہوئی امتِ محمدی ﷺ اہلِ سنت و جماعت سے اوپر استحسان قیامِ مذکور یعنی قیام بوقت ذکرِ ولادت کے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں جمع ہوتی ہے اُمّت میری گمراہی پر۔''

پس حسبِ مضمون حدیث شریف کے قیام مذکور بیشک مستحسن ہے۔

(مولانا عبداللہ بن سراج سے قیامِ میلاد کا ثبوت)

و قال عبداللّٰہ بن عبدالرحمٰن السراج اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراۃ المولد الشریف فتوارثَہٗ الائمۃُ الاَعْلامَ من غیرِ نکیرِ منکرٍ ولھذا کان مستحسنا و یکفی فیہ اثر عبداللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ ما رأہ المسلمون حَسَنًا فھو عند اللہ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''اور کہا مولانا عبداللہ بن سراج نے لیکن وقت پڑھنے مولد شریف کے قیام بوقت بیان ولادت آنجناب رحمۃ للعالمین ﷺ ثابت ہے بہ توارث ائمہ اعلام بغیر انکار کسی کے، بنابریں قیام امرِ مستحسن ہوا اُس کی دلیل میں کافی ہے اثر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہ فرمایا جس چیز کو یقین کریں مسلمان نیک تو وہ نزدیک اللہ تعالیٰ کے بھی نیک ہے۔'' انتہی

یہ حدیث شریف بھی دلیلِ قوی ہے قیام کے مستحسن ہونے کی کہ بوقت بیان ولادت شریف کرتے ہیں۔

(حرمین شریفین کے اشرافِ اہلِ سنت کے افعال سے فقہا کا مسائلِ شرعیہ میں استدلال)

اور ''ہدایہ'' کے ''باب الاذان'' میں مذکور ہے:

و قال ابویوسف وھو قول الشافعی یجوز للفجر فی النصف الاخیر من اللیل لتوارث اھل الحرمین.

(الھدایہ اوّلین، باب الاذان، جلد:۱، صفحہ:۹۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

یعنی ''کہا ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اذان واسطے نمازِ فجر کے بعد نصف شب کے قبل وقت نماز کے جائز ہے اس لیے کہ عمل اہلِ مکہ و مدینہ کا بطریقِ توارث اس طرح پر ہے۔''

اور قول شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے اور قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر انوار التنزیل'' میں تحت آیت مٰلك یوم الدین افادہ فرمایا ہے۔ ''**وَ قَرَءَ الباقُون مَلِك وھو المختار لانہ قِرَءَ ۃُ اھلِ الحرمین**۔''

(ترجمہ) یعنی ''سوائے امام عاصم و کسائی و یعقوب کے پڑھا ہے باقی قاریوں نے یعنی امام نافع و ابن کثیر و ابوعمرو ابن عامر و حمزہ و سلیمان و اسحاق نے ملک اور یہ مختار ہے کیونکہ یہ قرأت اہلِ مکہ و مدینہ کی ہے۔'' انتہی

جبکہ عمل و قراۃ اہلِ حرمین شریفین اہلِ سنت و جماعت کے واسطے حجت ہوئی تو اس حال میں جواز و استحسان قیام کا بھی جو کہ بوقت بیانِ ولادت کیا جاتا ہے خوب ثابت ہوا کیونکہ عادت اہلِ حرمین یہ ہے کہ محفلِ میلاد میں بوقت ذکرِ ولادت محبتاً و تعظیماً قیام کرتے ہیں اور فی الحقیقت بڑی قوی دلیل قیام کے احسن ہونے کی یہ ہے کہ حرمین شریفین میں قیام بوقت بیانِ ولادت قریب سات سو برس سے مروّج ہے اگر یہ امر عنداللہ و عند الرسول غیر مستحسن ہوتا تو دین کی جگہ میں جس کا کہ اللہ تعالیٰ خود حافظ ہے اور جس میں دینِ اسلام قوت کے ساتھ قیامت تک قائم رہے گا اور حضرت رسول کریم ﷺ بھی موجود ہیں ہرگز و ہر آئینہ عام و خواص میں رواج نہ پاتا۔

(مستند علمائے اسلام قیامِ میلاد کو جائز قرار دیتے ہیں)

علامہ سید محمد برزنجی رسالہ ''**عقد الجوهر فی مولد النبی الازھر**'' میں کہ عرب و عجم کے علمائے مذاہب اربعہ کے نزدیک نہایت معتمد و مقبول رسالہ ہے اور عرب و عجم میں بین الخواص والعوام اس کی قرأت مروّج و معمول ہے۔ لکھتے ہیں:

قَد اِسْتَحْسَنَ الْقِیَامَ عِنْدَ ذِکْرِ مَوْلُوْدِہِ الشَّرِیْفِ اَئِمَّۃٌ ذو روایۃ و رِوِیَّۃٍ فطوبٰی لِمَنْ کَانَ تَعْظِیْمُہٗ ﷺ غایۃُ مَرامِہٖ و مرصاہ.

ترجمہ: یعنی ''مستحسن جانا قیام کو بوقت بیان ولادتِ شریف کے اماموں نے کہ اصحاب روایت اور اصحاب علم و یقین ہیں پس خوبی و خوشی ہو اُس کو

کہ تعظیم آنحضرت ﷺ کی نہایت اُس کو مقصود ہے۔''

علامہ سید محمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ائمہ اصحابِ روایت واصحابِ علم ویقین نے بوقت ذکرِ مولد شریف کے قیام کو مستحسن جانا ہے پس مستحسن جاننا ائمہ کا قیام مذکور کو ضرور بہ سبب اس کے ہے کہ اصل و دلیل اصولِ شرعیہ میں سے قیامِ مذکور کی اُن کو ملی ہے اگر قیام برخلاف اصولِ شرعیہ کے ہوتا تو بزرگانِ دین ہرگز اُس کو جائز نہ رکھتے۔ اے عزیز! جبکہ قیام بوقت بیانِ تولد آنجناب سید عالم ﷺ خاصۃً آپ کے بیان تولد اور اسم مبارک کی تعظیم ومحبت کی وجہ سے ہے اور اصولِ شرعیہ کہ چند اُس میں سے گذرے ہیں قیامِ مذکور کے جواز واستحسان کے مؤیّد ہیں تو اس صورت میں کیونکر وہ بدعت ضلالت میں محسوب ہوگا جو کہ کم بخت اور بے ادب ہے وہی اس کو بدعت ضلالت کہے گا۔ اور جو شخص کہ محفل اقدس میں موجود رہ کر وقت قیام اہالی محفل کھڑا نہ ہوا اُس نے اپنی حماقت سے اپنے کو تباہ کیا اس لیے کہ اُس کے اِس فعل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُس کو تعظیم وتکریم سے سیّدِ انس وجان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اجتناب وانکار ہے۔

فرض کیا کہ انکار تعظیمِ رسول آخر الزمان اُس کو مرکوز خاطر نہ ہو لیکن چونکہ بوقت بیان ولادت آنحضرت عدم قیام اُس کا صورت دلالت کرتا ہے عدم تعظیم آنجناب شفیع المذنبین پر اور مخالفت جماعت مومنین پر اِس لیے اُس کا کھڑا ہونا ہی ضروری ہے۔

بیت: در ہمہ جا هست ادب شرط راه   چہ در درویش چہ ایوانِ شاه
آنکه ادب نیست بر و خاك باد   نام وے از لوح بقا پاك باد

اگر کہا جائے کہ ہرگاہ مجلس مولد شریف میں وقت بیان ولادت شریف قیام کو مجوزین اُس کے مستحسن کہتے ہیں اور اُس کے تارک کو گنہگار جانتے ہیں تو چاہیے کہ سوائے محفل اقدس کے کسی کتاب میں یا وعظ میں اور مانند اُس کے جب آنحضرت کی پیدائش کا بیان آئے اُس وقت بھی کھڑے ہوں حالانکہ کھڑے نہیں ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ تو جواب میں اُس کے کہا جائے گا کہ مجلس مولد شریف خاص منعقد ہوتی ہے واسطے بیان فضائل ومعجزات وخوارقِ عادات کے کہ بوقت ولادت شریف ظاہر ہوئے تھے اور واسطے

اظہارِ عنایات واکرام آنجناب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کے جو کہ اُمّتِ مقبولہ پر ہے اور واسطے حمد وشکر اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کے کہ ایسے رسولِ کریم کی اُمّت میں پیدا کیا جن کے طفیل سے انبیاء سابق کی امتوں سے باعتبار کرامت وشرافت سرفراز وممتاز ہوئے اور واسطے یاد کرنے اور یاد دِلانے اُن عنایات واکرام کے جو کہ اُمّتِ مقبولہ پر ہے اور واسطے تعلیم و ہدایت امورِ مذکورہ کے لوگوں کو تا کہ ان امور کے سننے سے محبت وعظمت آنحضرت ﷺ کی لوگوں کے دلوں میں زیادہ ہو اور ثابت وقائم رہے جبکہ مجرد انہیں باتوں کے واسطے محفل شریف منعقد ہوتی ہے اور حاضرینِ محفل شریف کے دل کو اُس وقت تعلق بھی زیادہ تر آنجناب ہی سے رہتا ہے تو اس حال میں خضوع وخشوع واظہارِ خلوص وادب وتعظیم دل وجوارح سے محفل شریف میں ضرور ہے اور یہ سب قیام سے حاصل ہوتا ہے بخلاف دوسری حالتوں کے یعنی درس کتاب ووعظ وغیرہ کے اس لیے کہ مقصود اس میں خاص آپ ہی کا ذکر وبیان نہیں ہے بلکہ اُس میں ہر قسم کے اقوال بیان ہوتے ہیں اور آنجناب ﷺ کا بھی تذکرہ آتا ہے۔

(محفل میلاد میں قیام کرنے کی وجوہات)

- اور مجلس اقدس میں خاص بیان ولادت کے وقت تعظیماً ومحبتاً قیام کی وجہ یہ ہے کہ در حقیقت محفل میلاد شریف کی شروع بیان ولادت کے وقت سے ہوتی ہے اور محفل میں خاص وہی وقت برائے ادائے شکر نعمتِ ولادت آنجناب فیض مآب کہ تمام نعمتوں سے وہ افضل ہے بکمال مسرت وفرطِ محبت قاری وحاضرینِ محفل زبان عربی وفارسی واُردو میں درود وسلام بکثرت آپ پر بھیجتے ہیں اور حمد وشکرِ الٰہی بجا لاتے ہیں اور دوسرے وقتوں میں اِس قدر کثرت کے ساتھ نہیں۔ بنا بریں وقت بیان ولادت شریف چونکہ دوسرے وقتوں سے ممتاز ہے اِس لیے قیام کے واسطے اُس کو خاص کیا گیا۔
- اور دوسری وجہ قیام کی بوقتِ بیانِ ولادت یہ ہے کہ آنحضرت کی ولادت کو مناسبت تامہ ہے قدومِ قادم کے ساتھ اور قادم اہلِ فضل کے واسطے قیام مسنون ہے اس

لیے قیام کے واسطے علمائے عارفین نے وقت بیانِ ولادت کو خاص کیا ہے:

قال الامام النووی القیام للقادم من اھل الفضل مستحب و قد جاء فیه احادیث انتھی

''فرمایا امام نووی نے ''کتاب الجهاد والسِیَر'' میں حدیث قوموا الٰی سیّدکم کی تفسیر میں کہ'' کھڑا ہونا واسطے تعظیم شخص اہلِ فضل کے جو سفر سے آیا ہو مستحب ہے اور تحقیق آئیں اس بارہ میں حدیثیں۔'' انتہی۔

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مہمانوں کے لیے قیام فرمانا: دو احادیث سے ثبوت)

قیام برائے مسافر اہلِ فضل کے مسنون ہے اس کی دلیل میں یہاں جلد چہارم ''مشکوٰۃ شریف'' کے ''باب المصافحه والمعانقه'' سے دو حدیثیں لکھی جاتی ہیں:

و عن عائشة قالت قَدِمَ زیدُ بن حارِثَةَ الْمَدِیْنَةَ و رسولُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَیْتِیْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُرْیَانًا یَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَأیته عُرْیَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بعده فَاعْتَنَقَهٗ وَ قَبَّلَهٗ. رواه الترمذی.

(ترجمہ) ''اور روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا آئے زید بن حارثہ مدینہ میں اور رسولِ خدا ﷺ تھے میرے گھر میں، پس آئے زید حضرت کے پاس اور کھٹکھٹایا دروازہ، پس کھڑے ہوئے اور چلے طرف اُس کے رسول خدا ﷺ ننگے بدن یعنی سوائے تہبند کے کچھ اور کپڑا بدن مبارک پر نہ تھا کھینچتے ہوئے کپڑا اپنا یعنی چادر۔ قسم خدا کی نہیں دیکھا میں نے ان کو ننگا پہلے اس کے اور نہ پیچھے اس کے یعنی وقتِ استقبال کسی کے ساتھ اس طرح کے شوق سے ننگے بدن جاتے نہیں دیکھا پس گلے سے لگایا زید کو اور بوسہ لیا اُن کا۔ نقل کی یہ ترمذی نے۔''

ف: یہ حدیث اور ایسی حدیث جعفر بن ابی طالب کی دلیل ہے اوپر جائز ہونے معانقہ اور بوسہ لینے کی اور مختار یہی ہے کہ معانقہ اور بوسہ لینا وقت آنے کے سفر سے جائز ہے بلا کراہت۔

وَ عَنْ جَعْفَرَ بْنْ اَبِی طَالِب فِیْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرَ وَ وَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحُ خَیْبَرَ رَوَاهُ فِی شَرْحِ السنة.

(ترجمہ) ''اور روایت ہے جعفر بن ابی طالب سے بیچ قصہ پھرنے اُن کے کے حبش کی زمین سے کہا پس نکلے ہم یعنی حبشہ سے یہاں تک کہ آئے ہم مدینہ میں پس ملے ہم سے پیغمبر خدا ﷺ پس گلے سے لگایا مجھ کو پھر فرمایا نہیں جانتا میں کہ ساتھ فتح خیبر کے زیادہ خوش ہوں میں یا ساتھ آنے جعفر کے اور اتفاق سے ہوا آنا جعفر کا دن فتح خیبر کے نقل کی یہ ''شرح السنۃ'' میں۔''

ف: ''منقول ہے کہ سفیان بن عُیینہ شیخ امام شافعی کی مالک کے پاس آئے مالک نے ان سے مصافحہ کیا اور کہا کہ گلے بھی لگتا میں اگر بدعت نہ ہوتا سفیان نے کہا کہ گلے لگے ہیں وہ کہ بہتر مجھ سے اور تم سے تھے گلے لگے ہیں پیغمبرِ خدا جعفر بن ابی طالب سے اور بوسہ دیا اُن پر وقت آنے اُن کے کے حبش سے، مالک نے کہا کہ وہ مخصوص ہے ساتھ جعفر کے۔ سفیان نے کہا کہ نہیں بلکہ عام ہے اور حکم ہمارا اور جعفر کا ایک ہی ہے اگر صالحین سے ہوں تم اِذن (اجازت) دیتے ہو کہ تمہاری مجلس میں حدیث بیان کروں میں مالک نے کہا ہاں اِذن (اجازت) دیا میں نے پھر سفیان نے بیان کیا حدیث کو ساتھ سند کے اور مالک نے سکوت کیا۔''

فائدہ: دونوں حدیثِ مذکورہ کا ''مظاہرِ حق'' (مؤلف نواب قطب الدین دہلوی) سے لکھا گیا۔

(مجالسِ میلاد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا ثبوت)

اب یہاں بیان ہے آنحضرت ﷺ کی حضوری کے جواز وامکان کا مجالسِ متبرکہ میں۔

مخفی نہ رہے کہ محفل میلاد شریف وغیرہ محافلِ متبرکہ میں آنجناب سید عالم ﷺ

کے حضور ومشاہدۂ حالاتِ مجلس میں بعض کو کلام ہے اس لیے یہ مسئلہ بھی باختصار لکھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ نزدیک علمائے شریعت ومشائخِ طریقت رحمۃ اللہ علیہم کے حضوری آنجناب ﷺ کا مجالسِ شریف میں چار طرح پر آیا ہے۔

اول: حضورِ روح مع الجسد۔ **دوم**: حضورِ روح بہ مثال آنجناب فیض مآب۔
سوم: حضورِ روح مجرّد۔ **چہارم**: حضور بمعنی رفع غیوبت وحجاب ان چاروں اقسام کو ساتھ چار مقدماتِ یقینیہ کے جن سے ثبوت اِن اقسام کا ہوگا بیان کیا جاتا ہے۔

مقدمۂ اول

(حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ثبوت)

پہلے جاننا ضروری ہے کہ اتفاق علمائے دین کا اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء **علیہم الصلوٰۃ والسلام** کو حیاتِ حسّی، بدنی، دنیاوی وجاودانی عنایت فرمائی ہے جیسا کہ جلد دوم "مدارج النبوۃ" (در بیان حیاتِ انبیاء علیہم السلام) میں مذکور ہے:

"بدانکہ حیات انبیاء صلوات اللہ و سلامہٗ علیہم اجمعین متفق علیہ است میان علماء ملت و ہیچ کس را خلاف نیست و قوی تر از وجود حیات شہداو مقاتلین فی سبیل اللہ کہ آن معنوی اخرویست عنداللہ و حیات انبیا حِسّی دنیا ویست و احادیث و آثار در آن واقع شدہ چنانچہ مذکور کرد و یکے ازاں این حدیث ست کہ ابویعلی بہ نقل ثقات از روایت انس بن مالک آوردہ قال قال رسول اللہ ﷺ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون الحدیث۔**"

(مدارج النبوت فارسی جلد دوم صفحہ ۴۴۷، مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ لاہور)

بعد اُس کے اُسی بیان میں مذکور ہے:

و نیز بیہقی میگوید کہ شواہد بر حیات انبیاء علیہم السلام از احادیث

صحیحہ بسیار است بعد ازاں ذکر کردہ حدیث مرور آنحضرت را بموسیٰ ووی نماز میگذارد در قبر خود و احادیث دیگر کہ در ملاقات آنحضرت بأنبیاء رود یافتہ است۔ و نیز بیہقی میگوید کہ بنائ این حدیث برآنست کہ حق سبحانہ و تعالیٰ برانبیاء علیہم السلام بعد از موت ایشاں رد ارواح میکند و بعد ازاں بحکم نص **فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ**۔ صعق بایشاں نیز راہ مییابد و لازم نیست کہ آں بجمیع وجوہ و معانی موت بود اِلّا در حق ذہاب شعور در آں حالت و تواند کہ بحکم قول وی سبحانہ تعالیٰ کہ فرمودہ است **الا ما شاء اللہ** ازیں حکم مستثنیٰ باشند و نیز در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوئید در روز جمعہ صلوٰۃ برمن زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض میگردد برمن گفتند یا رسول اللہ چگونہ معروض میگردد صلوٰۃ ما بر تو و تو پوشیدہ شدہ باشی فرمود حق سبحانہٗ تعالیٰ حرام گردانیدہ است برزمین کہ بہ خورد اجساد انبیاء او ازینجا معلوم میشود کہ حیات انبیا حیات حسی دنیا ویست نہ بہ مجرّد بقائے ارواح انتہی۔

اور جلد اول "مدارج" میں معراج کے بیان میں ہے:

"بعد ازان رسید بہ بیت المقدس و ایست و براق راہ بحلقہ باب مسجد کہ الان او را باب محمد میگویند پس در آمد در مسجد و گذارد دو رکعت و ظاہراً این دو رکعت تحیّۃ المسجد بود و حاضر شدند ملائکہ و متمثل گردانیدہ شدند ارواح انبیا از آدم تا عیسیٰ و ثنا گفتند مر خدارا او صلوٰۃ فرستادند بر حضرت محمد ﷺ و اعتراف کردند ہمہ بفضل

حضرت محمد را ﷺ و علیهم پس آنحضرت امامت کرد و همه انبیا و ملائکه اقتدا کردند بوی" انتهیٰ

اورجلداول "مدارج" میں "خصائص" کے بیان میں مذکور ہے:

"ازاں جمله آنست که پیغمبر خدا ﷺ زنده است در قبر خود و هم چنیں انبیاء علیہم السلام و آنحضرت نماز میکند در قبر باذان و اقامت" انتهیٰ۔

اورجلداول میں "دیدن آنحضرت" کے بیان میں مذکور ہے:

"و چنانکه در حدیث آمده است که می بینم موسیٰ علیہ السلام را که باچندیں هزار بنی اسرائیل عبا پوشیده به حج می آیند و تلبیه میکنند" انتهیٰ۔

اورجلداول "مدارج" میں آنحضرت پر "عرضِ احوالِ اُمّت" کے بیان میں ہے:

"و در حدیث کعب اخبار آمده است که هر پگاه و بیگاه هفتاد هزار فرشته بر قبر شریف فردد می آیند و گرد میکنند آنرا و میزنند بازوهائے خود را و چون مبعوث میگردد آنحضرت از قبر شریف بیرون می آید میاں ایں فرشتگاں و زفاف میکنند او را و زفاف در اصل بمعنی بردن عروس بخانه زوج و مراد ایں جا لازم معنی هست که بردن محبوب ست پیش محب یعنی بردن آنحضرت است ﷺ بدرگاه عزت" انتهیٰ۔

اورجلداول "مدارج" کے باب دوم کے "وصل اوّل" میں ہے:

"و حقیقت آنست که هیچ فهم و هیچ قیاس به حقیقت مقام آنحضرت و کنه حال عظیم وی ﷺ چنانکه هست نرسد و هیچ کس او را چنانکه اوست جز خدا نشناسد چنانکه خدا را چون وی هیچ کس نشناخت۔

جز خدا نشناخت کس قدر تو زانکه　　　کس خدا را هم چو تو نشناخته

و چون مقام وی از همه بالاتر است دریافت آن فوق افهام باشد۔

مصرع: او بر تر ازان ست که آید بخیالی"

مقدمۂ دوم

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء سے افضل ہیں)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت وکرامت عنایت فرمائی ہے اورآپ کو نبی الانبیاء کرکے بھیجا ہے۔

چنانچہ جلد اول "مدارج النبوۃ" (صفحہ ۷۵ و ۷۶ وصل فضل و کرامت) میں "آنحضرت ﷺ کی افضلیت" کے بیان میں ہے:

وانچه دلالت میکند بر غایت فضل و کرامت آنحضرت ﷺ و بربودن وی نبی الانبیا و بودن انبیا سلام الله علیهم اجمعین در حکم اُمتان وی ایں آیه کریمه است و اذ اخذ الله میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به و لتنصرنه قال اقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالو اقررنا قالَ فاشهدوا و انا معکم من الشاهدین فمن تولّی بعد ذلك فاولٰئك هم الفاسقون میفرماید ذکر کن ای محمد وقتیکه گرفت پروردگار عالم تعالیٰ و تقدس عهد و پیمان پیغمبراں را که هر آئینه چیزیکه دادم من شمارا از کتاب و حکمت پستر بیاید شمارا رسولیکه تصدیق کننده است هر چیزے را که باشماست و ایں صفت تمامۂ انبیاء ست که تصدیق یك دیگر

میکنند و متوافق اند در اصول دین هر آئینه ایمان می آرید
شما بآں رسول ونصرت می دهید او را خبر داده است وی
تعالیٰ که عهد گرفته است از هر پیغمبر که فرستاده است از
زمان آدم علیہ السلام تا حضرت محمد ﷺ جمهور مفسران برانند
که مراد باین رسول حضرت محمد ست ﷺ و نفرستاد
خدائے تعالیٰ هیچ پیغمبر یرا مگر آنکه ذکر کرد باوی حضرت
محمد را ﷺ و گفت باوی اوصاف او را و گرفت بروی میثاق
که اگر دریابد او را ایمان آرد بوی ولا بدچون از انبیا میثاق
گرفت از امتان ایشاں که تابعاں ایشانند نیز گرفته باشد و چوں
انبیا اصل و متبوع اند اکتفا کردد رایت بذکر ایشاں گفت علی
ابن ابی طالب و ابن عباس رضی اللہ عنہما نفرستاد خدائے تعالیٰ هیچ
پیغمبرے را مگر آنکه گرفت بروی میثاق که اگر باشد و دریا
بد محمد را ﷺ ایمان آرد بوی و نصرت دهد او را" انتهیٰ

بعد اس کے مرقوم ہے:

"و قول وے ﷺ که فرستاده شده ام من بکافۂ ناس و قول
حق تعالیٰ: **وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ** مخصوص نباشد
بمردمی که از زمان وے تا روز قیامت اند بلکه متناول ست
آں کساں را نیز که پیش از وی بوده اند و اخذ میثاق برائے وی
بر انبیا برآن گفت که تا معلوم کنند که وی ﷺ مقدم و
معظم ست برایشاں دوی نبی و رسول ایشانست۔ پس نظر
کن ای طالب بانصاف باین تعظیم عظیم مراین نبی کریم را از

پروردگار وی چوں شناختی این را دانستی که نبی محمد
ﷺ ست دوی نبی انبیا ست ﷺ و ازیں جا ظاهر شود که در
آخرت آدم علیہ السلام و جز او تحت لوا باشند چنانکه فرمود **اٰدَمُ وَ
مَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ** و اگر فرضاً انبیا علیہم السلام در زمان وی می
بودند یاوی ﷺ در زمان ایشاں می بود همه ایمان می آوردند
و تصرف می دادند و لہٰذا فرمود **لو کان موسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ
اِلَّا اتباعِیْ** از جهت اخذ میثاق بروی و لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام در
آخر زمان بر شریعت وی بیاید و حال آنکه وی نبی کریم ست
و باقی ست بر نبوت خود و نقصان نشده است ازوی چیزی و
هم چنیں تمامه انبیا بفرض وجود ایشاں در زمان آنحضرت
بافرض وجود وی در زمان ایشاں مستمر و ثابت اندبر نبوت و
رسالت خود برامم خود و آں حضرت نبی ست برایشاں و
رسول ست بسوئی ایشاں پس نبوت وی اعم و اشمل و اعظم
ست تامل کن دریں معنی تاگماں نبری که دریں جا نفی
نبوت و رسالت ست از انبیا این چنیں گفته است صاحب
مواهب لدنیه و تحقیق و تفصیل کرده است این را زیاده بران
چه ذکر کرده شد" انتهیٰ۔

ذکرِ فضائلِ مختصہ آنحضرت ﷺ

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کا بیان)

اور فضائلِ مختصہ آں جناب ﷺ کے بے حد وحساب ہیں ازاں جملہ چند فضائل

''مدارج'' (جلد اول صفحہ ۱۱۶ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت ﷺ وصل خصائص آنحضرت ﷺ) سے نقل کیے جاتے ہیں:

ازاں جملہ آنست کہ حق تعالیٰ بشگافت از اسم خود کہ محمود ست احمد و محمد و تسمیہ کردہ نشد پیش از وی باین اسم هیچ احدی و (ازاں جملہ نمی افتاد آنحضرت را سایہ برزمین کہ محل کثافت و نجاست ست و دیدہ نشد او را سایہ در آفتاب و ماهتاب) این عبارت مدارج و چوں آنحضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد۔

بیت: فتادہ سایہ ازاں خورشید رخ دور کہ باهم راست نیاید ظلمت و نور
ازاں بالاتر آمد پایۂ او کہ افتد ورتہِ پا سایۂ او

(و ازاں جملہ آنست کہ نگاہ داشتہ شد کتاب وی از تبدیل و تحریف و هر چند سعی کردند بسیاری از ملاحدہ و معطلہ و قرامطہ در تغیر و تبدیل وی راہ نیافتند باں وقادر نشدند بر اطفائ نوردی و تغیر کلمہ از کلمات وی و تشکیک در حرفی از حروف وی) (ازاں جملہ آنست کہ وی ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ست و بعد از وی هیچ پیغمبری نخواهد بود قرآن مجید بداں ناطق ست و ازاں جملہ آنست کہ شریعت وی ناسخ است جمیع شرائع را و (ازاں جملہ آنست کہ حق تعالیٰ نداکرد تمامہ انبیا را باسماء ایشاں چنانکہ گفت یا آدم یا نوح یا ابراهیم یا موسیٰ یا داود یا ذکریا یا عیسیٰ یا یحییٰ و خطاب نکرد آنحضرت را مگر یا ایها النبی یا ایها الرسول یا ایها

المزمل یا ایها المدثر و در ندا کردن باین دو اسم ترحم و تحنن است کہ مخفی نیست و اهل زباں محبت آں را می شناسند۔

و ازاں جملہ آنست کہ حرام گردانیدہ و شد بر اُمت ندا کردن آنحضرت باسم چنانکہ فریاد کنند یا محمد چنانکہ در امثال خود می کنند قال اللہ تعالیٰ: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا نگردانید خواندن رسول خدا را میان خود مانند خواندن بعضی از شما بعضی را یعنی بنام خواندن و آواز بلند کردن و بگوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ با توقیر و تواضع و خفض صوت و ازاں جملہ آنست کہ سوگند خورد حق تعالیٰ بحیات اُو بلد او و عصر او چنانکہ گذشت (و ازاں جملہ آنست کہ آمرزیدہ شد مرآں حضرت را مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ شیخ عزالدین عبدالسلام گفتہ رحمۃ اللہ علیہ از خصائص آنحضرت ست کہ خبردادہ شد او را در دنیا بمغفرت و نقل کردہ نشدہ است کہ وی تعالیٰ خبر داد هیچ یکی را از انبیا بمانند این تاآنکہ گویند روز قیامت نفسی نفسی" انتهی۔

یعنی اگرچہ همہ انبیا مغفوراند و تعذیب انبیا جائز نیست و لیکن بصریح خبر دادہ نشد هیچ یکی را باین فضیلت و اخبار کردہ نشد بداں و تصریح باں مخصوص بحضرت محمد ست ﷺ کہ از غم و اندیشہ خود فارغ شدہ بخاطر جمع بحال امت می پرداز دو بشفاعت در مغفرت ذنوب و رفع درجات ایشاں میکوشد ﷺ و ازاں جملہ آنست کہ وی ﷺ صاحب

لواء حمد است روز قیامت و آدم و هر که جزء اوست در تحت لواء او باشند و وسیلۂ که اعلیٰ درجه ایست در بهشت آں نیز مخصوص بآں حضرت است و بآں جمله آنحضرت افضل و اکرم خلایق ست نزد خداوند تعالیٰ و پیشوائے ایشاں است در روز قیامت چنانکه فرمود اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِیْ۔

من سردار اولاد آدم در روز قیامت و من کریم ترین اولین و آخرین ام بدست من لواء حمد بود و نیست هیچ نبی در آں روز آدم باشد یا غیر وی مگر آنکه وی در زیر لواء من باشد۔"

اور جلد دوم ''مدارج'' میں ''سرّ تسمیه آنحضرت ﷺ به حبیب'' کے بیان میں مذکور ہے:

و به تحقیق وارد شده است که حق تعالیٰ در شبِ معراج باحبیب خود گفت **لولاك لما خلقت الافلاك۔**

یعنی ''اگر نہ پیدا کرتا میں تجھ کو ہر آئینہ، نہ پیدا کرتا میں افلاک کو'' اور ''تفسیر روح البیان'' میں تحت آیۂ کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے علامہ نبیل شیخ اسمٰعیل حقی افندی نے بھی حدیثِ قدسی مذکورہ کو آں جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے فضائل میں لکھا ہے:

فمن شاء الا طلاع علیهما فلیرجع الیهما.

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالحق دہلوی اور صاحبِ ''تفسیر روح البیان'' رحمۃ اللہ علیہما نے حدیثِ قدسی مذکورہ کو فضائل میں آں جناب سیّد عالم کے لکھا ہے ویسا ہی ماسوا اُن دونوں کے اور علمائے علام وصوفیہ کرام نے بھی آں جناب کے فضائل میں ذکر کیا ہے اور جب کہ

اللہ تعالیٰ کو جمیع مخلوقات کی پیدائش سے مقصود بالذات آپ کی پیدائش ہے اور باقی تمام مخلوقات کی پیدائش مقصود بالعرض ہے بطفیل آپ کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنا اپنے نور سے آپ کو اور پیدا کرنا آپ کے نور سے باقی مخلوقات کو کہ احادیث سے ثابت ہے آئندہ معلوم ہوگا صراحۃً اِس بات پر دلالت کرتا ہے تو اس سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ پاک کو کہ مقصود بالذات ہے پیدا نہ کرتا تو آسمان وزمین وغیرہ تمام مخلوقات کو کہ مقصود بالغرض بہ طفیل آپ کے ہیں ہرگز پیدا نہ کرتا۔

ظہورِ نورِ احمد سے ہوا کون و مکاں پیدا
مَلَک پیدا فلک پیدا زمیں پیدا زماں پیدا
کہاں عالم میں احمد سا ہوا عالی مکاں پیدا
ہوئے ہیں جس کے باعث سے زمین وآسماں پیدا
ہوئی ظلمت نہاں یکسر فروغِ نورِ احمد سے
ہوئے انجم عیاں سارے، ہوئے سب آسماں پیدا
بنایا عرش خالق نے انہیں کے نورِ انور سے
کیا لوح و قلم ظاہر، ہوئے کرّ و بیاں پیدا
رسولِ پاک کے باعث شہِ لولاك کے باعث
ہوئے دونوں جہاں پیدا ہوئے سب انس وجاں پیدا
نہ کوئی عرش سے تا فرش تجھ سا ہے نہ ہوئے گا
نہ نوری میں وہاں پیدا، نہ خاکی میں یہاں پیدا

اور جلد دوم ''مدارج'' (جلد دوم صفحہ ۶۱۵) میں ''**قابلیت آنحضرت** ﷺ **نسبت به سائر موجودات**'' کے بیان میں ہے:

بدانکه انبیا **صلوٰۃ اللہ علیهم** پیدا کردہ شدہ انداز اسماء

ذاتیه حق پس آن اسما محامد ایشانست و اولیا پیدا کرده
شده انداز اسماء صفاتیه و آں اسما محامد ایشانست و بقیه
موجودات مخلوق انداز صفات فعلیه و آں محامد
ایشانست و رسول الله ﷺ مخلوق است از ذات حق
عزوجل پس محتدوی ذات حق است ظهور حق بروی بذات
ست و ناسخ ست دین وی سائر ادیان را زیرا که صفات
مشهود نمیکرد بعد از بروز ذات'' انتهی

اور ''مدارج النبوۃ'' (جلد دوم تکملہ در بیان صفات کاملہ صفحہ ۶۱۰) کے تکملہ میں ہے:

"و همه اشیا مظاهر آن نور د مجلائے آں ظهور اند و قول
وے ﷺ انا من نور الله والمؤمنون من نوری و فی روایۃ
انا من الله والمؤمنون منی اشارت بآں ست و تخصیص
بمومنین اتفاقی ست و بموافقت مقام ست۔''

اور تفسیر ''روح البیان'' میں تحت تفسیر آیہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین کے اس طرح پر ہے:

انا من اللّٰه والمؤمنون من فیض نوری.

بیت: شاہِ رسل شفیع امم خواجۂ دو کون
نورِ هدیٰ حبیب خدا سیدِ انام
مقصود ذات اوست د کرها همه طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام
هر رتبۂ که بود در امکاں در دست جمع

هر نعمتے که داشت خدا شد بر و تمام
برداشت از طبیعتِ امکاں قدم که آں
اسریٰ بعبدہٖ است من المسجد الحرام ۰
تا عرصۂ وجود که اقصائے عالم ست
کانجانه جاست نی جهت و نی نشان نه نام
سریست بس شگرف درین جا مپیچ هاں
از آشنائے عالمِ جان پرس ازیں مقام
نزدیك او چه تحفه فرستیم مازدور
ورد است ما همیں که صلوٰۃ ست والسلام

مقدمہ سوم

(مسجد اقصیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر ہوگئی)

''مدارج'' (جلد اول صفحہ ۱۷۱ باب پنجم'' در ذکر فضائل آنحضرت'' ﷺ) میں ''معراج'' کے بیان میں ہے:

و در حدیث مسلم آمده که گفت آنحضرت ﷺ از بعض
چیزها حاضر نشد مرا جواب آں پس اندوهگین شدم و
سخت شد اندوه من چنانکه هرگز ایں چنیں اندوهگیں نشده
بودم پس نموده شد مرا بیت المقدس چنانکه از هر چه
پرسیدند خبر دادم و گفته اند که ایں دو احتمال دارد یا
مسجد را برداشته نزد آنحضرت ﷺ آوردند چنانچه تخت
بلقیس را در طرفته العین نزد سلیمان علیہ السلام آورده یا تمثل

کردند الرا بر آنحضرتؐ چنانکه متمثل ساخته شد بهشت و
دوزخ در نماز کذا قالوا و احتمال دیگر آنست که برداشته شد
پرده و در همان جا که بیت المقدس ست نمودند و در
روایت آمده است که جبریل مسجد اقصیٰ را آورد نزدیک
خانه عقیل در نظر من بداشت در آن میدیدم و از هر چه
می پرسیدند جواب میگفتم انتهی۔

(کعبہ شریف کا اولیاء کی زیارت کے لیے جانا: کتبِ فقہ سے ثبوت)

اور ”ردالمحتار شرح درالمختار“ میں ہے:

الکعبة اذا رفعت عن مکانها لزیارة اصحاب الکرامة ففی تلك الحالته جازت الصلٰوة الٰی ارضها. انتہی۔

اور ”بحرالرائق“ میں بھی ایسا ہی مضمون اور ”دُرُّ المختار“ اور اس کی شرح ”ردالمختار“ اور ”طحطاوی“ میں یہ ہے:

ذکر الامام النسفی حین سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور و احدا من الاولیاء هل یجوز القول به فقال نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة قال ابن الشحنه النسفی هذا هو الامام نجم الدین عمر مفتی الجن والانس راس الاولیاء فی عصره انتهٰی

اور یہ بھی ”طحطاوی“ میں مذکور ہے:

القبلة هی العرصة وما حاذانا من الهواء حتی لو رفعت لزیارت اصحاب الکرامات جازت الصلٰوة نحونا انتهی.

اور ”فتاویٰ ابراہیم شاہی“ میں ہے:

والمعتبر للتوجه الٰی مکان الست دون البناء حتی اذا رفعت عن مکانها لزیارت اصحاب الکرامات ففی تلك الحالته جازت الصلٰوة المتوجهین الٰی ارضها انتهی.

یعنی ”ردالمحتار شرح درّالمختار“ میں ہے کہ ”کعبۂ شریف نے جبکہ حرکت کی ہوا پنی جگہ سے واسطے زیارت اولیاء اللہ کے پس ایسی حالت میں جائز ہے نماز طرف زمین کعبۂ شریف کے“ اور عبارتِ ”بحر الرائق“ کی تائید عبارت مذکورہ کی کرتی ہے اور ”درالمختار“ اور اُس کی شرح ”ردالمحتار“ اور ”طحطاوی“ کی دوسری جگہ میں ہے کہ ”ذکر کیا امام نسفی نے جس وقت سوال کیا گیا اس امر سے کہ کعبہ شریف زیارت کرتا ہے ولیوں میں سے کسی ولی کی کیا جائز ہے۔ یہ قول پس کہا امام نے خلافِ عادت کعبہ کا یعنی حرکت کعبہ کی بسبیل کرامت واسطے اہلِ ولایت کے جائز ہے نزدیک اہلِ سنت و جماعت کے“ اور ”طحطاوی“ میں ہے کہ ”قبلہ زمین ہے اور جو چیز کہ روبرو اُس کے ہے ہوا سے یہاں تک کہ اگر حرکت کی کعبہ نے واسطے زیارت اصحاب کرامات کے جائز ہے نماز طرف اُس کے۔“

اور ”فتاویٰ ابراہیم شاہی“ میں ہے کہ ”نماز میں معتبر ہے توجہ طرف زمین کعبہ کے نہ طرف بنائے کعبہ کے یہاں تک کہ جب حرکت کی کعبہ نے اپنے مکان سے واسطے زیارت اصحابِ کرامت کے پس اس حالت میں جائز ہے نماز متوجہینِ کعبہ کی طرف زمینِ کعبہ کے“ انتہی

مقدمہ چہارم

(ارواحِ مسلمین کے دنیا میں آنے اور جسموں سے تعلق ہونے کا ثبوت)

امام محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح الصدور“ میں فرمایا ہے:

قال الحکیم الترمذی الارواح تجول فی البرزخ فتبصر احوال الدنیا (شرح الصدور باب مقرّ الارواح صفحه ۱۷۵، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت لبنان) **الٰی قوله ولا یعلم کنه ذٰلك و**

كيفيته على الحقيقة الا الله عزوجل و يشهد لذلك الاحاديث المروية فى ان النايم بعرح روحه الى العرش و هذا مع تعلقه ببدنه و سرعته عوده اليه عند استيفاظه فارواح الموتى المجردة عن ابدانهم اولٰى بعروجها الى السماء و عودها الى القبر فى عين تلك الساعة و فى اٰخر الكتاب المذكور الروح عند اهل السنة والجماعة ذات قايمة بنفسها تصعد و تنزل و تتصل و تنفصل و تذهب و تجى و تتحرك و تسكن و على هٰذا اكثر من مائة دليل مقررة انتهى. مختصراً

حکیم ترمذی فرمودہ است کہ ارواح سیر میکند در عالم برزخ پس مبیند احوال دنیا را و کنہ و حقیقت آنرا نمیداند مگر خدائے تعالیٰ و شاھد ست بر آں احادیث مرویہ دریں امر کہ روح نایم تا بعرش عروج میکند باوجود تعلق ببدن و باز رجوع می نماید وقت بیدار شدن درانداك زمان پس ارواح موتی کہ از ابدان عنصری مجرّد شدہ اولیٰ ست کہ از قبر تا بہ آسمان عروج نماید و باز سوئ قبرخود رجوع کند در عین آں ساعت و نیز در کتاب شرح الصدور مرقوم است کہ ارواح نزد اھل سنت و جماعت ذات ست قائم بذاتہ کہ صعود میکند و نزول می نماید و متصل می شود و منفصل میگردد و میرود و می آید و حرکت میکند و سکون می نماید و بیشتر از صد دلیل بر ایں مضمون دارد ست۔ انتہی

الترجمة ملخصًا و فى شرح البرزخ فى باب مقرُّ الارواح اخرج الحكيم ترمذى عن سلمان الفارسى رضى الله عنه قال ان ارواح المومنين تذهب فى برزخ من الارض حيث شاء ت بين السماء والارض حتى يردَّها اللّٰه الٰى جسدها (شرح الصدور باب مقرُّ الارواح صفحه ۱۶۷، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت لبنان) قال رضى اللّٰه عنه دل الحديث على ان ارواح المومنين تنزل و تقبض قال الحافظ بن حجر فى فتاواه ارواح المومنين فى عليين و لكل روح بجسدها اتصال معنوى لا يشبه بالاتصال فى حيٰوة الدنيا بل اشبه شىء به حال النايم و ان كان اشد من النايم اتصالا و بهٰذا يجمع بين ما ورد من ان مقرها تحت او فى برزخ من الارض او عند فنيته القبور و مع ذٰلك فهى ماذون لها فى التصرف والسير انتهى.

حاصلش اینکہ حکیم محدث ترمذی روایت کردہ است از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ گفت ارواح مومناں در عالم برزخ میرود ہر جا کہ بخواہد میاں آسماں و زمیں تا آنکہ خدائے تعالیٰ رد میکند آں ارواح را سوئے ابدان آنہا مولف میگوید یعنی امام سیوطی کہ حدیث مذکور دلالت میکند برایں معنی کہ ارواح مومنین گذاشتہ میشود تا ہر جا کہ خواہد برود و بازرد کردہ میشود بجایہای خود گفت حافظ ابن حجر در فتاوئ خود کہ ارواح مومنین صالحین در علیین ہستند و

معهذا آنها را اتصالیست معنوی با اجساد آنها نه چناں
اتصال که در حالت حیات بود بلکه فی الجمله مشابهت به
حال نائم دارد اما در حقیقت آں اتصال قوی تر و کامل
ترست از حال نائم و بهمین تقریر یعنی اتصال معنوی روایات
که در باب مقر ارواح مروی ست مرتفع میشود چنانکه در
بعضی از روایات آمده که مقر ارواح زیر عرش ست یادر
طبقهٔ علیین است یا آنکه میان آسمان و زمین ست یا در
قبر ست یا در جوانب قبر ست و باوجود آں ماذون ست در
تصرفات و سیر مقامات انتہی۔

(پیچھے بیان کیے گئے چار مقدمات کا خلاصہ)

جبکہ چاروں مقدمات تمام ہوئے۔ اب جاننا چاہیے کہ ہرگاہ حرام کیا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیا علیہم السلام کے جسد مطہر کے کھانے کو اور عنایت کی اُن کو حیاتِ جسمانی دنیوی اور قدرت تصرفات کی۔ چنانچہ شبِ معراج کو مسجدِ اقصیٰ میں جمیع انبیا علیہم السلام کے ادائے نماز باذان وتکبیر بعد اُن کی رحلت کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی امتوں میں سے کئی ہزار بنی اسرائیل کا حج کو آنا بعد اُن کے انتقال کے حضرات انبیا علیہم السلام کی حیات دنیوی وتصرفات پر صراحۃً دلالت کرتی ہے جیسا کہ مقدمۂ اول کی احادیث سے معلوم ہوا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ادائے نماز وحج مقتضٰی جسد حی (یعنی زندہ) کو ہے جیسا کہ دنیا میں تھا چنانچہ "مدارج" میں حیات انبیا علیہم السلام کے بیان میں ہے:

"و ادلهٔ که بر حیات انبیا دلالت میکند مقتضائے آں حیات ابدانست چنانکه در دنیا بود باوجود استغنا از غذا و باوجود قوت نفوذ در عالم" انتہی۔ (مدارج النبوت فارسی جلد دوم، صفحہ:۴۴۹)

اور ہرگاہ کہ اُس نے ممتاز فرمایا آنحضرت ﷺ کو اُن فضائل وکرامات ومعجزات سے جو کسی نبی ورسول کو عنایت نہیں فرمائے ہیں حتیٰ کہ اُس نے اپنے نور سے آنحضرت ﷺ کو پیدا کیا اور آنحضرت ﷺ کے نور سے جمیع انبیا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا جیسا کہ مقدمۂ دوم کی آیات واحادیث اس پر ناطق ہیں اور ہرگاہ کہ مسجد اقصیٰ کا بذاتہا اپنے مکان سے نقل کر کے یا اُس کے متمثّل (ہونے) کا آں جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے حضور میں آنا حدیث شریف میں آیا ہے اور نقل کرنا کعبۂ معظّمہ کا بھی اپنی جگہ سے واسطے اصحابِ کشف وکرامت کے کتبِ معتبرہ سے ثابت ہے جیسا کہ مقدمۂ سوم میں مذکور ہوا۔ تو اس حال میں حضرت نبی المرسلین صاحب لولاک ﷺ کی تشریف آوری مجالسِ متبرکہ میں بسبب کمال عنایت و مہربانی کے اپنی امتِ مقبولہ پر ہرگز جائے تعجب نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیا علیہم السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو بعد اُن کی رحلت کے ہرگاہ کہ اس قدر قدرت تصرفات عطا کی ہے کہ متبرک مقاموں میں اُن کی تشریف آوری ہوتی ہے بلکہ مسجد اقصیٰ و کعبہ معظّمہ کو بھی قدرت حرکت عطا کی ہے تو یہ امور دلیلِ روشن اس کی ہے کہ حضرت افضل المرسلین ﷺ اور آپ کی امت کو کہ مصداق آیہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے ہیں بدرجۂ اولیٰ مقاماتِ متبرکہ میں تشریف آوری کی قدرت عطا فرمائی ہے۔

بیت:
خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات
انچه خوباں همه دارند تو تنها داری
جز خدا نه شناخت کس قدرِ تو زانکه
کس خدارا هم چو تو نشناخته

(حالت بیداری میں انبیاء کی زیارت)

اور علمائے علام وصوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے کلام سے بھی دیکھنا اربابِ قلوب کا انبیا کو حالتِ بیداری میں اور اُن سے استفادہ کرنا اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری مجالسِ متبرکہ

میں ثابت ہے۔

چنانچہ جلد اول ''مدارج'' کے باب پنجم (صفحہ ۱۳۰) میں آنحضرت ﷺ کو خواب و بیداری میں دیکھنے کے بیان میں جو عبارت کہ مذکور ہے اُس سے یہ خوب معلوم ہوتا ہے۔ خلاصہ ترجمہ اُس کا لکھا جاتا ہے۔

(حالت بیداری میں زیارتِ انبیاء وملائکہ (علیہم السلام) کا امام غزالی سے ثبوت)

''امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کتاب ''المنقذ من الضلال'' میں فرماتے ہیں کہ ''اربابِ قلوب حالت بیداری میں ملائکہ وارواح انبیا علیہم السلام کو دیکھتے ہیں اور اُن کی آوازیں سنتے ہیں اور اُن سے استفادہ کرتے ہیں۔''

(المنقذ من الضلال مشمولہ مجموعہ رسائلِ امام غزالی جلد سوم صفحہ ۴۴۴، مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ، کراچی)

(حضرت غوث پاک کو حالت بیداری میں آنحضرت کی زیارت)

بعد اس کے ''مدارج'' کے اسی بیان میں کتاب ''بہجۃ الاسرار'' سے منقول ہے کہ ''ایک دن حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلسِ وعظ میں قریب دس ہزار شخص کے حاضر تھے اور حضرت شیخ علی بن ہیتی اُس مجلس میں حضرت غوث رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کو غنودگی آئی پس اُس وقت حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ مجلس کو فرمایا خاموش رہو بجرد اس حکم کے سب حاضرین خاموش ہوئے اور آپ کرسی سے اُتر کر بڑے ادب سے حضرت شیخ علی کے سامنے کھڑے ہوئے اور اُن کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت شیخ جب بیدار ہوئے تو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا دیکھا تو نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں؟ شیخ نے عرض کیا ہاں پس غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس لیے تعظیماً کھڑا ہوا تھا اور یہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے تم کو کیا ارشاد کیا؟ حضرت شیخ علی نے کہا کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو ارشاد کیا آپ کی ملازمت کرنے کو پس حضرت نے حاضرین سے کہا کہ میں حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا

حالتِ خواب میں اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بیداری میں۔'' تمام ہوا خلاصہ ترجمہ

اور حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''شرح الصدور'' میں فرماتے ہیں:

و اما مشاهدة حضوره ﷺ فقد اخبرني الثقاة من اهل الصلاح انهم شاهدوه ﷺ مرار اقرأة المولد الشريف و عند ختم القران و بعض الاحاديث انتهى عبارة الرسالة مختصراً.

یعنی ''حضرت ﷺ کی حضوری کا مشاہدہ پس بیشک خبر دی مجھ کو ثقہ صالح لوگوں نے کہ اُنہوں نے مولد شریف پڑھتے وقت اور بوقت ختم قرآن اور بعضی احادیث کے پڑھتے وقت بارہا حضرت ﷺ کی زیارت کی ہے'' انتہی۔

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقاماتِ متبرکہ میں تشریف آوری کا ثبوت)

اور حضرت محدث دہلوی نے ''مدارج'' کی جلد دوم صفحہ ۴۴۹، میں حیات انبیاء کے بیان میں آں جناب کے جوازِ تشریف آوری کو مقامات متبرکہ میں لکھا ہے:

''بداں کہ در حیات انبیا علیہم السلام و ثبوت ایں صفت مرایشاں را و ترتب احکام و آثار بر آں ہیچ کس از علما را اختلافی نیست الیٰ قولہ پوشیدہ نماند کہ بعد از اثبات حیات حقیقی حسی دنیاوی اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے و قدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانیکہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہٖ یا بمثال خواہ بر آسمان یا بر زمین و خواہ در قبر شریف یا غیر وی صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال'' انتہی (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۵۰)

پس کتبِ معتبرہ مذکورہ کے مضامین سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ آں جناب ﷺ کی تشریف آوری مجالسِ متبرکہ میں ہوتی ہے اور بزرگانِ دین بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

(حضرت امام مالک نے شیخ ناصر الدین لقانی کی قبر میں پہنچ کر مدد کی)

اے عزیز! آنحضرت ﷺ کی امتوں میں بعض کو اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ عنایت فرمایا ہے کہ وہ بعد اپنی رحلت کے اپنے تابعین کی خبر لیتے ہیں اُن کی مصیبت کے وقت ان کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ جلد اول ''میزان کبریٰ'' کی ستائیسویں فصل میں عارف شعرانی قطب ربانی نے فرمایا ہے:

''لما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی رأه بعض الصالحین فی المنام فقال له ما فعل الله بك؟ فقال لما اجلسنی المکان فی القبر یسا لانی اتاهم الامام مالك فقال: مثل هذا یحتاج الی سوال فی ایمانه بالله و رسوله؟ تنحیا عنه فتنحیا عینی'' انتهی.

(المیزان الکبریٰ، فصل فی بیان جمله من الامثلة المحسوسة الخ، جزء اول صفحه ۶۵ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان)

یعنی ''جبکہ انتقال کیا شیخ میرے شیخ ناصر الدین لقانی نے، دیکھا ان کو بعض صالحین نے خواب میں پس کہا اُس نے شیخ ناصر الدین سے کہ کیا کِیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ؟ پس کہا شیخ نے جبکہ بٹھلایا مجھ کو دو فرشتوں نے قبر میں تا کہ پوچھیں مجھ سے، آئے اُن فرشتوں کے پاس حضرت امام مالک پس کہا حضرت امام مالک نے مثل ایسے شخص کے محتاج سوال کا ہے ساتھ ایمان باللہ و بالرسول کے کنارہ ہو جاؤ تم دونوں اس سے پس کنارہ ہو گئے۔ دونوں فرشتے مجھ سے'' انتہی۔

(مواہب رحمانی ترجمہ اردو میزان شعرانی جلد اول صفحہ ۱۷۰، مطبوعہ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور)

اب غور کرو حضرت عارف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ناصر الدین لقانی کی قبر میں بوقت سوال نکیرین کے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی حضوری کو جو لکھا ہے اگر حضرت امام

کی حضوری میں بعد اُن کے انتقال کے حسبِ شرع کلام ہوتا تو عارف شعرانی حضرت امام کی حضوری کو اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے عارف شعرانی کو باوصف تبحر و درجہ اجتہاد کے علوم دینی میں حضرت امام مالک کی حضوری میں شک و کلام نہ ہوا حیف صد حیف کہ کم استعداد اور بے علم لوگوں کو آں جناب سید المرسلین صاحبِ لولاک کی تشریف آوری میں مجلس میلاد شریف وغیرہ مجالس متبرکہ میں بحث و کلام ہوئے۔

مثنوی: داں کہ کارِ خدا او خاص خدا — نیست محصور در مدارک ما
اے بسا کار کاید از ابدال — کہ بود پیش عقل خلق مُحال
باشد از خالق قوی و قدر — کار شان خارقِ قوای بشر
ہر چہ فہم توازن بود قاصر — مشو آنرا از ابلہی منکر
تا نورزی طریق اہلِ کمال — کی شناسی حقیقتِ ایں حال
عزلت و صمت و جوع و کم خوابی — پیشہ کن تا مقام آں یابی

اب اگر کہا جائے کہ دیکھنا آں جناب فیض مآب کو حالتِ خواب و بیداری میں کشف ہے پس اس سے حضور آں جناب فیض مآب کا مجلس میلاد شریف وغیرہ مجالس متبرکہ میں نفس الامر میں لازم نہیں آتا ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ جو شخص مجلس میلاد شریف میں حالتِ خواب و بیداری میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا وہ فی الحقیقت آں حضرت ہی کی زیارت سے مشرف ہوا ہے کوئی شک و کلام اس میں نہیں ہے کیونکہ ''مشکوٰۃ شریف'' کے ''باب الرؤیا'' میں مذکور ہے:

قال رسول الله ﷺ من رأنی فقد رأ الحق متفق علیه و ایضاً قال رسول الله ﷺ من رأنی فی المنام فیسر انی فی الیقظة و لا یتمثل الشیطان لی متفق علیه.

ترجمہ: ''فرمایا حضرت رسول خدا ﷺ نے جس نے دیکھا مجھ کو پس تحقیق دیکھا حق یعنی سچا ہے خواب اُس کا کہ اُس نے مجھ کو دیکھا نہ غیر میرے کو۔'' انتہی

اور یہ بھی آیا ہے کہ ''فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے جس شخص نے دیکھا مجھ کو خواب میں

پس شتاب (یعنی جلدی) دیکھے گا مجھ کو جاگتے میں، اور نہیں بنتا شیطان میری صورت میں۔" انتہی
نقل کیا ان دونوں حدیثوں کو بخاری و مسلم نے۔"

اب بھائیو ذرا غور کرو کہ جب فرمایا آنحضرت نے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے بتحقیق اُس نے حق دیکھا ہے اور شیطان میری صورت بن نہیں سکتا یعنی شیطان اپنی صورت کو آنحضرت کی صورت پر بنا کر یا یہ کہہ کر میں حضرت ہوں نہ حالتِ خواب میں کسی کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ حالتِ بیداری میں اور یہ بھی بشارت آنحضرت نے دی ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا ہے وہ عنقریب بیداری میں بھی مجھ کو دیکھے گا تو اس ارشاد و بشارت سے خوب معلوم ہوا کہ مجلس میلاد شریف وغیرہ مجالسِ متبرکہ میں علمائے عارفین کا آنحضرت کو حالتِ خواب و بیداری میں دیکھنا حق اور صحیح ہے اور آں جناب ﷺ کی حضوری بھی مجالسِ متبرکہ میں صحیح ہے۔

یہاں خلاصہ ترجمہ عبارتِ "مدارج" کا کہ "دیدن آنحضرت ﷺ" کے بیان میں تحت حدیثِ مذکور ہے برائے فائدہ لکھا جاتا ہے۔

"یہ مجال نہیں شیطان کی کہ کسی کے خواب میں آئے اور اُس کے خیال میں ڈالے کہ میں آنحضرت ﷺ ہوں اگرچہ حق تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ جس صورت میں چاہے اپنے کو بنائے لیکن یہ قدرت عنایت نہیں کی ہے کہ وہ اپنے کو آنحضرت ﷺ کی صورت پر بنائے کیونکہ آنحضرت ﷺ مظہر ہدایت کے ہیں اور شیطان مظہر ضلالت کا۔ اور درمیان ہدایت اور ضلالت کے ضد ہے حتیٰ کہ شیطان بصورتِ پروردگار تعالیٰ و تقدس بن سکتا ہے اور جھوٹ باندھ سکتا ہے یعنی دیکھنے والے کو وسواس (وہم) میں ڈال سکتا ہے کہ صورت حق سبحانہ تعالیٰ و تقدس کی ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ خالق ہے۔ صفاتِ ہدایت و ضلالت کا اور تمام صفاتِ متضادہ کا اور یہ بھی ہے کہ دعویٰ الوہیت کا مخلوقات سے صریح البطلان ہے اور محل اشتباہ نہیں بخلاف دعوے نبوت کے۔ ایسا ہی علما نے کہا ہے اور کہا بعض علمائے شریعت نے کہ دیکھنا آنحضرت ﷺ کو خواب میں ساتھ حلیۂ مخصوصہ و صفاتِ معلومہ کے دیکھنا ذاتِ اقدس کا ہے فی الواقع، اور دیکھنا آپ کو بغیر حلیہ

مخصوصہ و صفاتِ معہودہ کے آنحضرت ﷺ کی مثال کا ہے اور حق وہی ہے جس پر کہ جمہور محدثین ہیں یعنی جس صورت میں آنحضرت کو کسی نے دیکھا ہے صحیح دیکھا ہے لیکن دیکھنا ساتھ صورتِ خاص کے اُتم و اکمل ہے اور تفاوت دیکھنے میں باعتبار حال آئینہ کے ہے یعنی جس کا آئینۂ خیال صاف تر اور نورِ اسلام سے منور تر ہے رُویت اُس کی (یعنی دیکھنا اُس کا) درست تر اور کامل تر ہے۔

شعر: ترا چنانکه توئی هر نظر کجا بیند   بقدر بینش خود هر کسے کند ادراك

یہاں اسی قدر لکھا گیا خوب تحقیق اس مقام کی "شرح مشکوٰۃ" میں ہے۔"

(ملخصاً از "مدارج النبوت" (اردو مترجم) جلد:۱، صفحہ:۱۷۶، ۱۷۷ مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور)

بعد اس کے "مدارج" میں ہے کہ

"آنحضرت ﷺ کو بعد انتقال کے حالتِ بیداری میں دیکھنے کے بارے میں علما کا خلاف ہے۔"

(مدارج النبوت (اردو مترجم) جلد:۱، صفحہ:۱۷۷ مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور)

پھر بعد اس کے حضرت محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

"بعض صالحین سے حکایت رُویت کی حالتِ بیداری میں آئی ہے۔ چنانچہ شیخ صفی الدین بن ابی المنصور نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے اور مواہب میں عبارت ابن جمرہ کی منقول ہے کہ کہا تحقیق مذکور ہے۔ علمائے سلف و خلف سے کہ تصدیق کی حدیث من رأنی فی المنام فیسرانی فی الیقظة کو کہ اُنہوں نے دیکھا آنحضرت کو خواب میں بعد اس کے وہ دیکھے آپ کو حالت بیداری میں اور جن مسئلوں میں تردد تھا اُن کو آنحضرت کے حضور میں عرض کیا۔ پس آں جناب نے اُن کو ہدایت فرمائی اور مسئلے اُن پر حل ہوئے۔"

(مدارج النبوت (اردو مترجم) جلد:۱، صفحہ:۱۷۸ مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور)

بعد اس کے حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

"دوامِ مراقبہ اور حضور اور حصول شوق اور غلبۂ محبت اور دیکھنا ساتھ چشمِ خیال کے اور تصور کرنا مثال کا وہ ایک مرتبہ ہے کہ اُس سے اربابِ طلب اور اصحابِ سلوک متمتع اور

محظوظ ہیں۔کلام رُویتِ آنحضرت میں ہوتا ہے باعتبار صورت ومثال کے۔جیسا جائز ہے
کہ خواب میں ذاتِ اقدس آنحضرت کا متصور و متمثّل ہوئے بے آمیزش تمثالِ شیطان کے،
ویسا ہی حالتِ بیداری میں بھی جائز ہے۔جیسا کہ حکایت ''بہجۃ الاسرار'' سے ظاہر ہوا۔اور
حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ''فرمایا آں جناب نے دیکھتا ہوں میں موسیٰ علیہ السلام کو کہ ساتھ
کئی ہزار بنی اسرائیل کے حج کو آئے'' اور حمل کرنا آں جناب کے اس حال کو اوپر خواب کے
یعنی یہ خیال کرنا کہ آں جناب اقدس نے خواب میں دیکھا ہے ظاہر معنی کے خلاف ہے'' انتہی

(مدارج النبوت (اردو مترجم) جلد:۱، صفحہ:۱۷۸ مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار زبیدہ سنٹر لاہور)

الحاصل ہر گاہ بعد رحلت حضرات انبیا علیہم السلام کے مقاماتِ متبرکہ میں اُن کی حضوری کی
اصل و دلیل احادیثِ مذکورہ ہوئیں اور اُن سے آں جناب سید المرسلین کی حضوری بھی
مستنبط ہوتی ہے۔اور علماء عارفین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال سے بھی آں جناب سید المرسلین کا حضور
(یعنی تشریف لانا) مجلسِ میلاد شریف وغیرہ مجالس متبرکہ میں ثابت ہے جیسا کہ مضامین
کتبِ معتبرہ مذکورہ سے خوب معلوم ہوا اور زیارت آں جناب فیض مآب کی حالت خواب و
بیداری میں واقعی و نفس الامر میں ہے وسوسۂ شیطانی کو اُس میں دخل نہیں۔یہ بھی مضمون
حدیثِ مذکورہ سے جانا گیا تو اب آں جناب سید عالم ﷺ کی مطلق حضوری کی چاروں
اقسام کو بھی جو سابق گزری ہیں جاننا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ حضور (یعنی تشریف لانا) آنجناب فیض مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا
عام ہے بحکمِ الٰہی، خواہ حضور آنجناب فیض مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) مع جسدِ مبارک ہو یا
حضور آنجناب فیض مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) بمثال۔جیسا کہ جلد دوم ''مدارج'' میں
حیاتِ انبیا (علیہم السلام) کے بیان میں مذکور ہے کہ

''حق تعالیٰ جسد شریف را حالتی و قدرتی بخشیدہ است کہ در ہر
مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہٖ یا بمثال'' الخ یا حضور آنجناب فیض مآب
(صلی اللہ علیہ وسلم) بروح مجرد (یعنی صرف روحِ مبارک کے ساتھ) ہو پس یہ بھی بقولِ
عارفین ثابت ہے اس لیے کہ اَرواح مومنین ہر گاہ کہ عالمِ برزخ میں درمیان آسمان و زمین

وطبقاتِ علیین کے جس جگہ چاہیں بحکمِ الٰہی سیر کرتے ہیں اور تصرفات کی قدرت بھی اُن کو
عنایت ہوئی ہے باوجود اس کے وہ اپنے ابدان سے تعلق بھی رکھتے ہیں جیسا کہ مقدمۂ
چہارم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام
سے ثابت ہوا۔تو اس حال میں آں جناب سید عالم ﷺ کی روح مقدس کو بدرجۂ کمال یہ
قدرتِ تصرفات حاصل ہے۔

(خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کی ۳ صورتیں)

دوسری دلیل اس کی یہ ہے کہ حدیثِ متفق علیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جس نے
آں حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور زیارت سے مشرف ہوا اُس نے درحقیقت
آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کوئی شک و شبہ اس میں نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ معنی درحقیقت
دیکھنے کے یہی ہیں کہ خاص ذاتِ اقدس کو آں جناب فیض مآب کے ہی دیکھا ہے۔پس یہ
تین صورتوں سے خالی نہیں ہے۔

اول: یہ کہ صاحبِ خواب کی روح درگاہ آں جناب رحمۃ للعالمین میں حاضر ہوئی
ہو۔**دوم**: یہ کہ آں جناب خود بذاتِ شریف تشریف فرما ہوئے ہوں اور صاحب خواب کو
سرفراز و ممتاز فرمایا ہو۔**سوم**: یہ کہ صاحبِ خواب اور آنحضرت ﷺ کے درمیان سے حجاب
دور ہو گیا ہو اور مسافت زمین کی کم ہو گئی ہو یعنی آنحضرت ﷺ اپنے مقام پر تشریف فرما رہیں
اور صاحبِ خواب بھی اپنی جگہ پر موجود رہے اور حجاب و بُعد بحکمِ الٰہی درمیان سے دور ہو جائے۔

پس حسبِ صورتِ اول جبکہ صاحبِ خواب کی روح کو اس قدر قدرت حاصل ہے
باوجود متصل ہونے ساتھ بدن کے اور تعلق رکھنے عالمِ فانی پُر کدورت و پُر کثافت سے کہ
زمانِ قلیل میں مقامِ بعید میں پہنچتی ہے تو اس حال میں آں جناب سید المرسلین ﷺ کی روح
مقدس کو کس قدر قدرت حاصل ہوگی غور کیا چاہیے۔یا حضور آں جناب فیض مآب کا بطے
ارض و رفعِ غیوبت و حجاب ہو یعنی آں حضرت ﷺ اپنے مقام پر تشریف فرما رہیں اور مجلس
بھی اپنی جگہ پر قائم رہے اور بُعد و حجاب (یعنی دوری اور پردہ) درمیان سے دور ہو جائے

اور آں جناب رحمۃ للعالمین کیفیاتِ مجلس کو ملاحظہ فرمائیں کیونکہ آں جناب فیض مآب بہ سبب نورِ رسالت کے اعمالِ امت سے مطلع ہیں۔

(حضور کے حاضر وناظر ہونے کا حضرت شاہ عبدالعزیز سے ثبوت)

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِيْدًا کی تفسیر میں لکھا ہے:

"و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع ست بنور نبوت بر رتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام ست پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمارا" انتہی۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی پارہ سیقول سورہ بقرہ جلد ۲ صفحہ: ۶۳۴ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

(ترجمہ: "اور تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ حضور اقدس نبوت کے نور کے سبب اپنے دین پر ہر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ حضور کے دین میں اس کا کتنا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس پردے کے سبب وہ ترقی سے رک گیا ہے وہ کون سا حجاب ہے تو حضور انور تم سب کے گناہوں کو پہچانتے ہیں اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے اچھے بُرے کاموں سے واقف ہیں اور تمہارے اخلاص اور نفاق پر مطلع ہیں")

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں)

اور جلد اول "مدارج" میں آنحضرت پر عرضِ اعمالِ امت کے بیان میں اس

طرح پر ہے:

"ان اللّٰہ ملائکۃً سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام یعنی مر خدائے را فرشتگانست کہ می گردند در زمین می رسانند مرا از امت من سلام۔"

اور اُسی جگہ بعد چند سطر کے مرقوم ہے:

"و روایت کردہ است ابن المبارک از سعید بن المسیّب کہ روزی نیست مگر آنکہ عرض کردہ میشود بر آں حضرت اعمال امت صبح و شام پس می شناسد آنحضرت ایشاں را بسیماء ایشاں و اعمال ایشاں و در بعضی روایات آمدہ است کہ عرض کردہ میشود برمن اعمال امت انچہ بدست می پوشم و انچہ نیک ست عرض میکنم بدرگاہ خدا و مرادبہ پوشیدن عرض نکردن خواہد بود گویا سنت الٰہی جاریست برآنکہ اعمال را بعد از عرض کردن ثبت می نمایند و انچہ عرض کردہ نمی شود محوو ساقط کردہ میشود از درجہ اعتبار فافہم و باللہ التوفیق اللہم صل علٰی سیدنا و مولانا سید المرسلین وسیلتنا فی الدارین رحمۃ للعالمین۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو امت کے اعمال سے خواہ بواسطۂ نور رسالت کے آگاہی ہوتی ہو یا بالواسطہ خبرِ مَلَائِك (یعنی فرشتوں) کے بہر حال انعقادِ مجلسِ میلاد شریف اور آنحضرت کے فضائل ومعجزات کہ مجلس میں بیان ہوتے ہیں اور بہ کثرت صلوٰۃ وسلام کہ حاضرینِ مجلس آپ پر بھیجتے ہیں تمام سے آگاہی ہوتی ہے کیونکہ یہ سب آنحضرت کی امت کے اعمال میں شامل ہیں پس بقدرتِ خالق عزّ وجل حجاب اُٹھ جاتا

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ
ترجمہ ... رسالہ تحفۃ الصالحین حرمت بیان شہادت سبطین کریمین اور حرمت ذکر
میلاد حضرت سید الثقلین کے بیان میں لکھا [illegible]
ہادی الثقلین
ترجمہ رسالہ دافع الاشرار عن سبط النبی المختار معروف بہ سوط الصالحین علی الطالحین تالیف جامع معقول
و منقول کاشف دقائق فروع و اصول مولانا مولوی محمد کریم اللہ الحنفی الدہلوی [illegible]
مطبع خاص محمدی میں مطبوع طبع تازہ ہوا

ہے اور آنحضرت حالاتِ مجلس کو مشاہد فرماتے ہیں۔ جیسا کہ بعد حصولِ معراج بوقتِ بیان احوال مسجد اقصیٰ کے آں جناب اقدس کے درمیان سے حجاب مُرتفع ہوا تھا اور آپ نے احوال اُس کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ جیسا کہ مشاہدہ و بیان احوالِ مسجدِ اقصیٰ کے احتمالات میں علما نے فرمایا ہے تفصیل اُس کی مقدمۂ سوم میں گذری ہے اور دوسری مثال مسجد مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر واقعہ سریہ موتہ سے کہ مدینہ منورہ سے ایک مہینے کے فاصلہ میں ہے بہ سببِ اُٹھنے حجاب کے احوالِ موتی سے خبر دینے آنحضرت کے اور یہ فرمانا کہ زید بن حارث نے علَم یعنی جھنڈا اُٹھایا اور شہید ہوئے، بعد اُس کے جعفر نے علَم اُٹھایا اور شہید ہوئے، بعد اُس کے ابنِ رواحہ نے علَم لیا اور شہید ہوئے اور چشمِ مبارک سے آنسو بہانا اور حضرت خالد سیف اللہ کے ہاتھ سے فتح ہونا جنگ کا الٰی آخر القصہ جو جلد دوم "مدارج" میں مذکور ہے۔ اے عزیز حضور (یعنی حاضری) کی چاروں اقسام کہ بفضلہٖ تعالٰی و تقدس بدلائل بیان ہوئی ہیں اِن میں سے آنحضرت ﷺ کی حضوری جس مقام میں جس طرح پر اللہ تعالٰی مناسب جانتا ہے ویسا ہی حکم فرماتا ہے اُس کو سب اختیار ہے جو چاہے کرے کسی کو اُس کے فعل وقدرت میں مجالِ دم زدن نہیں ہے۔

بیت: نہ در احکام اوست چون و چرا   نہ در افعال او چگونہ و چند

یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ.

تمت

خدا کے فضل سے کتاب حسنات مآب "**وسیلۃ المعاد**" بعد اخذ حق تالیف ماہ صفر المظفر ۱۳۰۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۸۸۵ء مطبع نامی لکھنؤ میں مطبع ہوئی۔

نام کتاب :	دافع الاشرار اردو ترجمہ و تلخیص بنام ھادی المضلین
مولف :	جامع المعقول والمنقول کاشف دقائق فروع واصول مولانا مولوی محمد کریم اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
طبع اول :	مطبع خاص محمدی
طبع دوم :	والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263
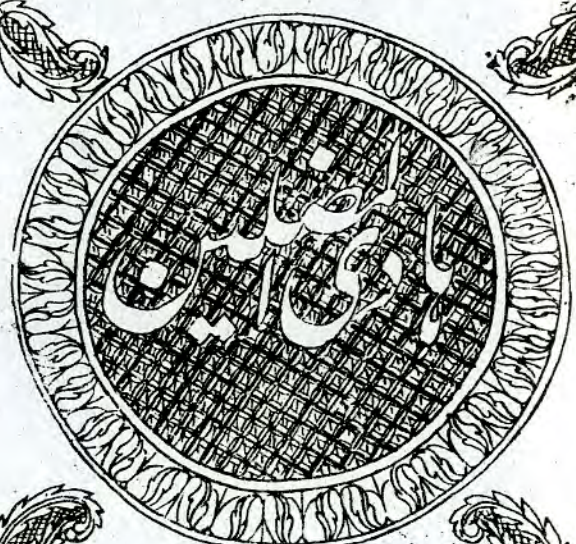
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(عرضِ مترجم)

حمد ہے اُس خدا کو کہ جس نے انبیاء کو دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ارسال کیا اور ثنا ہے اُس مولا کو کہ جس نے پیغمبروں کی تلقین سے اپنے بندوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور درودِ نا محدود اُس نبی محمود پر کہ جس کے احوال سننے سے تقویت دین کی ہوتی ہے اور اُس کی آل واصحاب پر کہ اُن کے حادثے (یعنی واقعات) دریافت کرنے سے زیادتی یقین کی ہوتی ہے **امابعد** حمد ونعت کے، عاصی پُر معاصی امیدوار مغفرتِ باری ناصر الدین قادری بخشے اللہ اُس کو اور اُس کے ماں باپ کو، بھائی مسلمانوں محبانِ رسول ﷺ اور دوست دارانِ آلِ بتول اور اصحابِ رسول یعنی اہلِ تسنن اور صاحبانِ حق سخن کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ مطلع ہونا احوال برکت اشتمال رسولِ مقبول ﷺ سے موجب سعادت اور سبب برکت کا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الْاَخْيَارِ.

یعنی ''وقت ذکر اولیاء اللہ کے رحمت نازل ہوتی ہے'' پس وقت ذکر سَیِّدُ الْاَنْبِیَاء کے رحمت نسبت اہل اللہ کے زیادہ تر اُترتی ہے فرمایا خدائے تعالیٰ نے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

یعنی ''کہہ دو تم اے محمد ﷺ اپنی امت سے یہ بات کہ اگر دوست رکھتے ہو تم خدا کو، تو میری راہ پر چلو اور میرے تابع ہو، تا کہ خدا تمہیں دوست رکھے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے نہایت مہربان۔''

اور ظاہر ہے کہ پیغمبر صاحب کا اتباع اور طریقِ اقتدا بغیر مطلع ہونے حالاتِ معجز آیات کے ممکن نہیں پس مطلع ہونا آپ کے حالاتِ ولادت اور وفات اور معراج وغیرہ پر سبب

ہے بندے کے مقبول اور محبوبِ خدا ہونے کا اور باعث ہے گناہوں کے بخشے جانے کا۔

و(وہابی حضرات کی طرف سے میلاد شریف وذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت)

حیف صد حیف باوجود حصول اس حسنات اور وصول ایسے خیرات کے ان دنوں میں بعض بعض عالم نام لایعنی کلام کو یعنی امت عبدالوہاب نجدی کو نسبت مولود شریف اور مولد منیف رسول مقبول کے اور شہادت فیض ہدایت مقتولین حضرات حسنین کے بداعتقادی پیدا ہوئی ہے اور صریح کہتے ہیں کہ بیان کرنا مولود نبی محمود کا اور شہادت حسنین مسعود کا حرام ہے۔ چنانچہ ایک رسالہ اس فرقۂ محدثہ نے یعنی گروہ وہابیہ اُلّو حلال گویاں (۱) نے اردو زبان میں بیچ حرمت مولود شریف سیدالکونین رسول الثقلین کے چھپوایا ہے اور اُس رسالے پر مُہر بعض مُردوں کی، بعض غائبوں کی، بعض بعض زندہ کی کر کے اُس رسالے کو ٹکہائی کر دیا یعنی ٹکے ٹکے بیچنا شروع کیا۔ بلاشک وشبہہ توہینِ عالمانِ عاملان کی عموماً اور اہانت اور تحقیر علمائے حرمین شریفین کی خصوصاً اُس رسالے سے صاف ظاہر ہے کہ اگلے علما کتابیں مولود کی تصنیف کر گئے ہیں اور علما حرمین شریفین کہ قدیم سے آج تک موجود پڑھتے آئے ہیں کسی حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی مذہب نے اُس کو حرام تو کجا مکروہ بھی نہیں کہا بلکہ مجلس مولود کو اُس قدر رواج دیا کہ حاجت بیان کی نہیں ہے کہ کوئی طبقہ طبقاتِ زمین سے نہیں کہ وہاں مسلمان ہوں اور مولود پڑھا نہ جاتا ہو۔

غرض کہ رسالہ اس فرقۂ محدثہ کا بالکل پوچ (بے ہودہ) اور خلاف احادیث اور اجماع کے ہے کس واسطے کہ حرمین شریفین اور اکثر بلادِ اسلام میں قدیم سے یہ عادت جاری ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف اور مجلس مولود منیف قرار دے کر اکثر علما و اہل اسلام کو مجتمع کر کے بیان مولود نبی مسعود کا کرتے ہیں اور کثرت سے درود پڑھتے ہیں اور طعام بطور دعوت کے کھلاتے ہیں یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات اور عظمت کا ہے اور سبب ہے ازدیادِ محبت (محبت زیادہ ہونے) کا ساتھ جناب فیض برکات سرور کائنات کے۔

(۱) پہلے دہلی کے بعضے وہابیوں نے اُلّو کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا تھا جب علماء اہلسنت نے پنجہ دار وگیر دراز کیا ٹیں ٹیں کرنے (یعنی چیخنے) لگے اور بڑی منہ زوریوں کے بعد اپنے اُس قولِ ناہنجار سے پھرے، یہ اُسی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ

(وہابیوں کے دادا پیر حضرت شاہ ولی اللہ سے میلاد شریف کا ثبوت)

بارھویں ربیع الاول کو مدینۂ منورہ میں یہ محفلِ متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکۂ معظمہ میں مکانِ ولادت آنحضرت ﷺ میں (ہوتی) ہے۔ (۲)

شاہ ولی اللہ پیرانِ پیر مولوی اسماعیل کے ہیں۔ اپنی کتاب "**فیوض الحرمین**" میں ارقام فرماتے ہیں کہ "میں حاضر ہوا اُس مجلس میں جو مکۂ معظمہ میں مکانِ مولد شریف میں تھی بارھویں ربیع الاول کو اور قصۂ ولادت شریف اور خوارقِ عاداتِ لطیف وقت ولادتِ منیف کے پڑھے جاتے تھے میں نے دیکھا کہ یکبار کی کچھ انوار اُس مجلس سے بلند ہوئے میں نے اُن انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ملائکہ کے۔ جو ایسی محفلِ متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور یہی انوارِ رحمت الٰہی کے اُترتے ہیں" انتہی۔ (فیوض الحرمین عربی۔ اردو صفحہ ۸۰، ۸۱ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب قرآن محل، کراچی، ایضاً، اردو ترجمہ صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی) سو مسلمانوں کو چاہئے کہ بمقتضائے محبت خاتم النبیین محبوب رب العالمین کے محفل مولود شریف کیا کریں اور اُس میں شریک ہوا کریں کہ موجب ہدایت اور سبب سعادت کا ہے۔ لہٰذا مرکز دائرہ علمائے معقولی ومرجع فضلائے منقولی عالم کتاب اللہ مبین سنت رسول اللہ مولانا مولوی محمد کریم اللہ صاحب دہلوی نے ایک رسالہ بزبان فارسی کے بیچ ردِ رسالۂ خیالہ وہابیہ اور جماعتِ ہوائیہ کے کمال زور شور سے لکھا ہے مگر بسبب عبارت فارسی کے فائدۂ تام بعوام متصور نہیں تھا اس واسطے اکثر احباب مخلصین اور اصحاب محبین نے اس ہیچمدان سے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ترجمہ اُس کا ایسا سلیس زبان میں کر دو کہ جیسے باشندۂ دہلی آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور ہم کلام ہوتے ہیں کہ تا کہ فائدہ رسالے کا عوام کو بھی ہو اور ہدایت پائیں اور محبت رسول مقبول کی حاصل کریں اس احقر العباد اصغر الافراد نے بہ سبب عدمِ مہارت ترجمہ اردو کے بہت انکار کیا اور بموجب اس مصرع کے

تصنیف را مصنف نکو کند بیانے

(۲) لیکن ۱۹۲۵ ہجری کے بعد ابن سعود وہابی نے انگریزوں سے مل کر حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا اور اس کا نام "حجاز مقدس" کی بجائے "سعودی عرب" رکھ دیا۔ (میثم قادری)

انواع انواع عذارت بیان کئے مگر کوئی عذر پیش نہ چلا آخر الامر بحکم فرمانِ واجب الاذعان
وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور بموجب مقولہ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ آزردنِ دلِ
دوستاں جہل ست ترجمہ کرنے پر راضی ہوا اور رسالہ مولانائے عالی قدر موصوف الصدر
سے طلب کر کے ابتدا سے اختتام تک دیکھا فی الحقیقۃ رسالۂ عجیب اور نسخۂ غریب نظر پڑا اور
کمال مدقّق پایا اور رتبہ فضل و کمال مصنف باکمال کا اُس رسالے سے اس قدر ظاہر ہے کہ
تحریر اور تقریر سے باہر ہے۔ آرے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

حق ہے کہ علم دریا ہے ہر شخص حوصلہ اُس کی سمائی کا نہیں رکھتا ہے۔

شعر: گرانج پر خود مرغ بودے فراخ   نماندے یك انجیر بر هیچ شاخ

فی الواقع آگے دلائلِ محکم اور براہینِ مستحکم رسالۂ مولانائے موصوف الصدر کے
دلیلِ منکرانِ ذلیل اور دعوی بے دلیل ہے۔ اب ترجمہ رسالۂ فارسی کا بطریق اختصار اور بہ
طور مشتی نمونہ از خروار بپاس چند احبابِ باصفا اور اصحاب باوفا کے لکھتا ہوں:
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم جاننا چاہیے کہ بیچ اس ایام ملالت
انجام کے بازار فرقۂ محدثہ کا بسبب افترا اور کِذب کے پُرگرم ہے اور ایجاد کرنا حدیث کا ان
پر ختم ہے رات دن ہذیانات ان کی زبان پر جاری ہیں اور سند کلام اللہ اور حدیثِ رسول اللہ
سے بیزاری ہے اور اب خاطر ان کی سند اسناد قرون ثلاثہ سے بھی فراری ہے۔ مگر قول
فاکہانی مالکی کا ان کے دل پر ساری [۳] ہے۔ ع

بہ بیں کہ از کہ بریدند و با کہ پیوستند

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(وہابیوں کی حدیث پاک سے پہچان:)

اب وہ زمانہ آیا جو حضرت نے حدیث میں فرمایا کہ "ہوں گے آخر زمانے میں
دَجّال اور کذّاب۔ بیان کریں گے وہ حدیثیں کہ نہ سُنی ہوں گی تم نے اور نہ پدران

(۳) سرایت کرنے والا ۱۲ منہ

تمہارے (یعنی تمہارے باپوں) نے۔ بچو تم اُن سے تا کہ نہ گمراہ کریں تم کو، اور نہ فتنے میں
ڈالیں تم کو۔" بالجملہ تمام ہذیانات اُن کے سے ایک یہ ہے کہ رسالہ "تحفۃ الصالحین" کہ فی
الحقیقۃ "تحفۃ الطالحین" ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے:

برعکس نہند نامِ زنگی کافور

اس سال میں یعنی ۱۲۸۱ ہجری میں درباب حرمت بیانِ ولادت فیض ہدایت
سرورِ کونین اور انکار بیانِ شہادتِ حسنین کے چھپوایا ہے کیا غضب ڈھایا ہے فی الحقیقۃ مکان
اپنا جہنم میں بنایا ہے۔

اَلْعَظْمَةُ لِلّٰهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ وَ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ.

کس قدر خلاف رسول ﷺ کا اس "تحفۃ الطالحین" میں درج ہے اور کتنی اسناد بے
بنیاد مندرج ہیں کہ بیان اُس کا تحریر سے باہر ہے، کس واسطے کہ سرورِ کائنات مفخرِ موجودات
نے آپ بنفس نفیس چند بار بیان شہادت کا زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا ہے، اور گریہ کیا
ہے اور صحابہ اور تابعین نے بھی اس بیانِ شہادت کو نقل کیا ہے مگر یہ فرقۂ محدثہ ایسی کھلی سنت کو
غیر سنت تصور کریں اور حرام لکھیں۔

(وہابیوں کے انبیاء علیہم السلام سے بشریت میں برابری کے دعویٰ کا رد:)

اور جسم پلید اپنا ساتھ ذاتِ معطر آنحضرت ﷺ کے بشریت اور عبدیت میں
مساوی جانیں فی الحقیقۃ ایسے دلائل تحقیر کے نسبت آنحضرت ﷺ کے درپردۂ عبدیت و
بشریت کے نکالنے چمار اور چوڑھوں کو دلیل مساوات انبیاء (انبیاء کی برابری) کی جتانی
ہے۔ سبحان اللّٰہ کیا جرأت ہے۔

ابیات: نسبتت یا سائر الانسان خطا باشد خطا   گوہر پاکیزہ جوہر را چہ نسبت بار خام [۴]
تنِ او کہ صافی تر از جانِ ماست   اگر شد بیك لحظه آمد رواست
خاك بر فرق آں کہ از سر جہل   فرق نکند زروی عسجد را

(۴) سنگ سخت ۱۲

یعنی ہم میں اور رسولِ مقبول میں باعتبار عبدیت اور بشریت کے بھی بہت فرق ہے جیسے کانسے (۵) اور سونے (۶) کا۔ غرض کہ یہ فرقہ یک زبان نہیں ہے، اب چاہیے کہ یہ کہنے لگیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید ہر دو شاہزادے تھے ایک شاہزادے کی فتح ہوئی دوسرے کی شکست۔ یا دونوں کو دنیا میں خدائے تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ اِن کی ذات سے کچھ بعید نہیں الحق اگر یہ فرقۂ محدثہ یعنی وہابیہ سانگ (نقل) بھان متی (شعبدہ بازی) اور بٹہ بازی (چالاکی) اور جعلسازی کا نہ کریں اور نئی بات بیان نہ کریں تو مَطْبَخن (باورچی خانہ) اور بریانی کجا۔ (یعنی وہابی اگر مداریوں کی طرح شعبدہ بازی، چالاکی اور جعلسازی نہ کریں تو ان کا گزارا نہیں)

شعر: خدا بچاوے ہمیں ایسے جعلسازوں سے   رکھے ہمیشہ حفاظت میں بٹہ بازوں سے

جائے خوف اور مقام غور کا ہے کہ اگلے علما اور زُہّاد (متقی) فقر و فاقے میں جانیں دیں اور خلافِ سنت رہیں (۷) اور یہ فرقۂ محدثہ (نیا پیدا ہونے والا فرقہ) باوجود تناول طعامِ لذیذہ کے اور پہننے جامۂ زرق برق (شان وشوکت والے کپڑے پہننے) اور فربہی اور بے علمی کے (باوجود بھی اپنے خیال میں) طریقِ سنت پر قائم رہیں۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خدا پناہ دے ایسے علمائے نام لایعنی کلام سے۔ کہ ہر مہینے بلکہ ہر جمعے کو بعضے منبر پر بیٹھ کر اور بعضے دیوانِ خاص ضلالت اختصاص میں اور بعضے مسجد میں ہاتھ نچا نچا کر اور بات چبا چبا کر بازیچۂ نو (نئے تماشے) اپنے تہیلۂ دل سے بروئے کار لاتے ہیں اور ارواحِ اولیا اور علمائے گذشتہ کو قبروں میں اور زندوں کو زمین میں رنجیدہ کرتے ہیں اور شفاعت کرنے والوں کو اپنا دشمن بناتے ہیں۔ آخرت سے نہیں ڈرتے چنانچہ درینولا واسطے ایذا رسانی ارواحین مقدسین یعنی حضرت رسول الثقلین اور جناب امام حسین کے رسالۂ مذکورہ چھپوایا۔ تمام خرافات اور بہتانات اور بے فہمی روایات سے اُس قدر رسالہ بھر دیا کہ مصداق آئی اُن

(۵) کانسا۔۱۲   (۶) سونا۔۱۲

(۷) یعنی اپنے زعمِ باطل کے موافق۔۱۲

پر یہ مثل "لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل" وعظ میں سوائے بسم اللّٰہ اور انا اعطیناک الکوثر کے تمام ہذیانات اور بالکل خرافات ہے۔

اِس واسطے اِس اَضْعف العِباد محمد کریم اللہ نے یہ رسالہ بیچ رد اس فرقۂ محدثہ ضالّہ کے اور واسطے رفع اور دفعِ شر اس گروہ کے لکھا تا کہ انتقام انبیا اور شہدا کا اور عوض (بدلہ) اُستادوں مثل مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا رشید الدین خان اور مولوی کاظم صاحب قدس اسرارھم اور بدلہ محبوں (یعنی پیاروں کا بدلہ) مثل حاجی حرمین شریفین مولوی حاجی قاسم صاحب اور مولوی عبداللہ مرحومین مغفورین کا اوپر صفحۂ روزگار کے (یعنی زمانہ میں) یادگار چھوڑے اور بدفہمی اس گروہ بے شکوہ کی اوپر ہر چھوٹے بڑے اہل علم اور صاحبِ فہم کے ظاہر کرے۔ کِذب اور بہتان اور شرارت اس فرقۂ محدثہ کی اُس قدر ہے کہ تحریر سے باہر ہے رُو برو جہلا اور حمقا اپنے کے بات بڑھا بڑھا کے کہتے ہیں کہ جناب سرور نے کبھی بابِ شہادت میں زبان مبارک سے ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔ اور دنیا میں کسی نے مذکور نہیں کیا۔ پس اس صورت میں اقوال اس فرقۂ محدثہ سے صاف ظاہر ہے کہ نور العینین رسول الثقلین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے۔ چنانچہ اپنے اپنے وعظ میں آگے جُہلاؤں کے دلائل در عدم ثبوت شہادت کے بیان کرتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک دلیل فرقۂ محدثہ کی یہ ہے کہ "اُس زمانے میں کوئی ثقہ زندہ نہ رہا تھا کہ وہ بیان شہادت کا کرتا اور جو کہ زندہ تھے خارجی مذہب تھے اس دلیل سے اصل شہادت کی گم ہوئی۔"

(وہابیوں کی طرف سے ذکرِ شہادتِ حسین کو منع کرنے کی وجوہات:)

بیان کرنا شہادت کا کجا اور غرض منع کرنے ذکر شہادت سے اس فرقۂ محدثہ کو یہ ہے کہ **"وقت بیان کرنے شہادت کے اکثر کرامات کہ جو سر مبارک سے ظہور میں آئی ہیں بیشک طرفِ ثانی (۸) بیان کرنے کے جیسے کلام اللہ پڑھنا زبان مبارک سے اور اسلام لانا یہودیوں کا اور بیان آنا ارواحِ طیبات آنحضرت ﷺ اور آدم علیہ السلام اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت آسیہ کا ضرور ہوگا۔ اور بیان کرنا کرامات اور ملفوظات اہل اللہ کا یہی ہماری**

(۸) یعنی فرقہ حقہ اہل سنت۔۱۲ منہ

چو ہے (یعنی بُرا لگتا ہے) مبادا کہ معتقد ہمارے کرامات اہل اللہ کی سن کر کچھ نرم دل ہو جائیں تو یہ محنت چالیس سال کی برباد جائے اور عمارت (ان کے مزعومہ) "قصرِ اسلام جدید" کی بالکل بنیاد سے ڈھے پڑے (یعنی گر جائے)۔ بہتر یہ ہے کہ اس قصہ پرغصہ کو اہل تسنن میں سے اُڑا دینا چاہیے" لیکن جو عنایتِ ایزدی ہمراہ اہلِ حق کے تھی اس فرقۂ محدثہ خلل انداز ایمان سے کچھ نہ ہوا اور انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا۔ جیسے کہ درباب معجزۂ قدم کے ہر چند انکار اور اعراض اس فرقۂ محدثہ نے کیا لیکن عقیدہ ہم مسلمانوں کا سر بال برابر بھی کم نہ ہوا کس واسطے کہ وہ امور واقعیہ اور راست ہیں۔ مثل چاند کے روشن ہیں چاند پر خاک ڈالنی خالی بے عقلی سے نہیں ہے یقین منتقم حقیقی سے یہ ہے کہ انجام ان کا بخیر نہ ہوگا اور اپنی قبروں میں فغاں وزاری بے حد کریں گے کوئی نہیں سُنے گا بحکم مثل مشہور "مرے مردود جن کے نہ فاتحہ نہ درود" بخلاف ہمارے پیشواؤں کے کہ واسطے ایصالِ ثواب اور تقسیم طعام اور شربت اور پڑھنے سورۂ فاتحہ اور درود کے ہمیشہ ترغیب دلاتے آئے اور قولِ منکرین کو رد کرتے آئے اب مرتب ہوا یہ رسالہ ساتھ دو فصل کے:

پہلی فصل: بیچ سنت ہونے بیانِ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ولادت رسول الثقلین عَلَیْهِ التَّحِیَّةُ مِنْ خَالِقِ الْعَالَمِیْنَ کے۔

فصل دوسری: بیچ ابطال واہیات اور اغلاط اس گروہِ ابتر کے اور بیچ بیان نہ سمجھنے قول "صواعق مُحرقہ" اور قولِ غزالی کے ہے اور نام اس رسالے کا دَافِعُ الاَشْرَارِ عن سِبْطِ النَّبِیِّ الْمُخْتَار وہم مسمّٰے سَوْطُ الصَّالِحِیْنَ عَلَی الطَّالِحِیْنَ رکھا گیا ہے۔ امید خدائے تعالیٰ سے ایسی ہے کہ مقبول ہر خاص اور عام کے ہووے۔ وَ مِنْهُ التَّوْفِیْقُ وَ بِیَدِهٖ اَزِمَّةُ التَّحْقِیْق۔

فصل اول

دربیان سنت ہونے ذکرِ شہادت نورالعین رسول الثقلین شاہزادۂ دارین حضرت حسنین کے اور بیان ولادت مصلی قبلتین علیه التحیة من خالق الکونین۔

(سنت کی تعریف)

فائدہ: جاننا چاہیے کہ سنت اُس فعل کو کہتے ہیں کہ ہمارے آنحضرت ﷺ نے کیا ہو یا فرمایا ہو یا جس فعل کو ملاحظہ کیا اور کچھ مانع نہ ہوئے وہ بھی سنت ہے۔

(ذکر شہادت سنت سے ثابت ہے)

پس بیان کرنا شہادت مقتولین محبوبِ دارین لختِ جگر سید الکونین حضرت حسنین کا سنت ہے کس واسطے کہ بیشک و بے شبہ و بلا خلاف احادیث مشکوٰۃ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آگے اصحاب کے بیان شہادت کا چند بار اور چند اوقات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور گریہ بھی کیا اور صورت غم آلود کرنا اور کربلا میں روحِ مقدس کا تشریف لانا، روایات ہدایت سِمات (یعنی ہدایت کی طرف لے جانے والی روایات) سے صاف ثابت ہے اور عمل اور تیقن (یقین) حدیث پر کرنا عین ہدایت ہے۔ فرمایا خدائے تعالیٰ نے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔ ترجمہ اس آیت شریف کا یہ ہے کہ "جس نے تابعداری کی قول اور فعل رسول مقبول ﷺ کی تحقیق تابعداری کی اللہ کی" اور عارف معارفِ حقیقی و مجازی سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمونِ فاخرہ کو اس طرح نظم میں منظوم فرمایا:

شعر: خلاف پیمبر کسی رہ گزید — که هرگز بمنزل نخواهد رسید

تمام اہلِ اسلام نے ان روایات فیض آیات کو دل سے تصدیق کیا۔ جائے حیف کی (یعنی افسوس کا مقام) ہے کہ ایسے بیانِ حق کو اور سنتِ برحق کو اس فرقۂ مُحدثہ نے حرام قرار دیا اور علمِ نقلی کو اپنی بے عقلی سے برباد کیا۔ کیا غضب اپنی جانوں پر ڈھایا، جُہلا کو گمراہ کیا مگر روٹی کپڑا کمایا۔ فرمایا رسول ﷺ نے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِیْ معنی اس حدیث کے یہ

ہیں کہ پیغمبرِ خدا آپ حقیقت اپنی پیدائش کی زبان مبارک سے یوں فرماتے ہیں کہ "سب عالم سے پہلے پیدا کیا اللہ نے نور میرا۔" ایک حدیث اور زبانِ فیض ترجمان سے فرمائی وُلِدْتُّ مِنْ نِكَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ یعنی "پیدا کیا گیا میں نکاح سے نہ زنا سے۔" چنانچہ ترجمہ اُس حدیث شریف کا حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے:

نظم: تو اصل وجود آمدی از نخست — دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

چوصیتش در افواہ دنیا فتاد — تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

نتیجہ اور حاصل اِن احادیثِ مذکورۂ بالا سے یہ نکلا کہ بیان شہادت اور ولادت کا قطعی سنت ہے۔ من بعد اب اگر کوئی بے سعادت پُر ضلالت گرفتارِ خنّاس تابع وسواس خالی از حواس اَشَرّ النّاس حرام یا مکروہ یا بدعت کہے تو وہ خود اہلِ بدعت اور بے ہدایت ہے۔ اور جو عبارت محبیانِ علما صورت فساد سیرت نے "صواعق مُحرِقہ" سے اور قولِ غزالی سے واسطے ثبوت دعویٰ اپنے کے رسالہ "تحفۃ الطالحین" میں نقل کی ہے اُس سے بھی ذکر شہادت کا بخوبی ثابت ہے۔ کس واسطے کہ جو امر سنت ہے وہ حرام اور بدعت نہیں ہے۔

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کی خبر دی)

"مشکوٰۃ شریف" میں آیا ہے کہ "ایک بی بی اُم الفضل نام خدمت آنحضرت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ رات ایک خواب دیکھا ہے میں نے۔ فرمایا کیا خواب دیکھا؟ اُم الفضل نے عرض کی کہ یہ دیکھا ہے کہ ایک ٹکڑا آپ کے بدن مبارک سے کٹ کر میری گود میں آن پڑا۔ فرمایا آنحضرت نے رَأَيْتِ خَيْرًا "اچھا خواب دیکھا تو نے۔" تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِي حَجْرِكِ۔ یعنی "فاطمہ جگر گوشہ میری حاملہ ہے ساتھ ایک لڑکے کے کہ وہ پارہ گوشت میرا ہے۔ جس وقت پیدا ہوگا تیری گود میں دیا جائے گا اور تو دایہ اُس کی ہوگی۔" چنانچہ ویسا ہی ہوا۔"

حضور ﷺ نے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دی اور آنسو بہائے

اُم الفضل کہتی ہیں حاضر ہوئی میں ایک دن بیچ خدمت رسولِ مقبول ﷺ کے اور

امام حسین کو میں نے آنحضرت کی گودی میں دیا پس ناگاہ دونوں چشموں مبارک سے اشک جاری ہوئے عرض کی میں نے یا نبی اللہ باپ اور ماں میرے آپ پر قربان آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا آپ نے خبر دی مجھ کو جبریل نے اِنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ ابْنِيْ هٰذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ معنی اس حدیثِ شریف کے یہ ہیں کہ "تحقیق قریب ہے کہ امت میری قتل کرے حسین کو اور دی مجھ کو ایک سرخ مٹی۔"

(اس حدیث سے ثابت ہونے والے سات (۷) فوائد)

اس حدیث سے چند فوائدِ جلیلہ مستفاد ہوئے۔

(۱) ایک بیان کرنا حال شہادتِ قرۃ العین رسول الثقلین (یعنی رسول الثقلین کی آنکھوں کی ٹھنڈک) حضرت حسین کا۔ (۲) دوسرا گریہ کرنا۔ (۳) تیسرے یہ کہ غلام لغت میں "کودک" کو کہتے ہیں یعنی لڑکے کو۔ پس نام رکھنا غلام حسین کا اور غلام رسول اور غلامِ نبی اور غلام حسن اور غلام محی الدین اور غلام قطب الدین اولیٰ تر ہوا، نہ (کہ) شرک۔ (۴) چوتھا رونا بدرجۂ اتم (۵) پانچویں رونا دافع صبر اور ثواب کا نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کس واسطے گریہ کرتے۔ (۶) چھٹے گریہ اور اندوہ (غم زدہ ہونا) موجب عتاب کا نہیں ہے ہاں منہ پیٹنا اور کپڑے پھاڑنے اور نوچنا خواہ منہ کا خواہ سینے کا، شریعت نے منع کیا ہے اور حرام ہے اور رسم کفار کی ہے۔ اور جو کہ لفظ "شیون" اور "نوحہ" کا رسالہ "تحفۃ الطالحین" میں درج ہے محض کلمۂ ابلہ فریبی اور دغابازی کا ہے۔ (۷) ساتویں بیان کرنا شہادت کا حکم خالق کائنات سے ثابت ہوا کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ یعنی "خبر لایا پاس میرے جبرئیل" پس ہر گاہ کہ خدائے تعالیٰ نے بواسطہ جبرئیل کے پیغمبرِ خدا کو شہادت کی خبر دی ہو پھر حرام کہنا چہ معنی دارد؟ سنت کو حرام کہنا دین کا نیا نکالنا ہے اور مکان اپنا ہمسایۂ دشمنان اللہ اور رسول کے بنانا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا یا اللہ آمین آمین آمین۔

(شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابن عباس کی روایت)

روایت ہے ابن عباس سے کہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دن وقت دوپہر کے میں نے پیغمبر خدا کو اس حال سے خواب میں دیکھا کہ موئے مبارک پراگندہ اور غبار آلودہ ہیں اور ایک شیشہ خون کا بھرا دست مبارک میں ہے۔ عرض کیا میں نے کہ باپ اور ماں میرے تجھ پر قربان اور یا رسول اللہ یہ شیشہ کیسا ہے؟ فرمایا کہ یہ خون حسین کا ہے کہ میں نے اس کو سمیٹا ہے۔ فرمایا ابن عباس نے کہ جب ہم نے ایام اور اوقات شمار کیے تو وہی وقت تھا شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا'' اس حدیث نے بھی چند فائدے بخشے (۱) ازآں جملہ ایک یہ ہے کہ ملاحظے اور مشاہدۂ خونِ حسین سے پیغمبر خدا بحالت خود نہ رہے بلکہ دگرگوں ہوئے (۲) دوسرے آلودہ اور ژولیدہ ہونا موئے مبارک کا (۳) تیسرے پوچھنا ابن عباس کا شہادت کو، پس اگر کوئی بموجب حکم اس حدیث کے استفسار یہ کرے کہ کون سے دن بیان شہادت کا ہوگا۔ لا باس بہ یعنی ''جا (جگہ) اندیشے کی نہیں ہے'' بلکہ سنت ہے (۴) چوتھے اطلاع بخشا آنحضرت ﷺ کا اوپر حال شہادت کے (۵) پانچویں یاد رکھنا اس حال کا کہ کون سے وقت بیان شہادت کا ہوگا (۶) چھٹے یہ کہ گریہ (رونا) اور اندوہ (غم) رافع ثواب (یعنی ثواب ختم کرنے) کا (سبب) نہیں ہے۔

(ام المومنین حضرت ام سلمہ کا شہادت حضرت امام حسین پر رونے کا ثبوت)

اور ایسے ہی بیچ مصائب اقربا کے دگرگوں ہونا (یعنی پریشان ہونا) حرام نہیں، بموجب اس حدیث شریف کے وَعَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فِي الْمَنَامِ عَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ تُرَابٌ قُلْتُ مَالَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا۔ یہ حدیث ''مشکوٰۃ'' کی ہے اور ترجمہ اس حدیث کا یہ ہے کہ ''بی بی سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حاضر ہوئی میں پاس ام سلمہ کے کہ بی بی (یعنی زوجہ مطہرہ) آنحضرت ﷺ کی ہیں۔ اُس حال میں کہ گریہ اور بُکا کر رہی تھیں (یعنی آواز کے ساتھ رو رہی تھیں) میں نے پوچھا

سبب رونے کا کیا ہے؟ فرمایا ام سلمہ بی بی آنحضرت ﷺ کی نے کہ پیغمبر خدا کو میں نے خواب میں دیکھا ہے اس شکل سے کہ سر اور ریش مبارک خاک آلودہ ہے۔ عرض کی میں نے کہ یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ حاضر ہوا میں مقتل حسین پر ابھی۔''

(اس حدیث سے ثابت ہونے والے ۵ فوائد)

اس حدیث سے چند فوائد مستفاد ہوئے۔ (۱) ایک بیان شہادت کا کرنا۔ (۲) دوسرے غم آلود ہونا۔ (۳) تیسرے اوپر حال شہادت کے رونا۔ (۴) چوتھے روح مبارک کا اُس جگہ تشریف لانا۔ (۵) پانچویں ثبوت ارواح کا آنا۔ پس اب منکرین ناحق گزین کو چاہیے کہ بموجب فیض ہدایت وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کے خدا سے ڈریں اور رسولِ مقبول سے شرمائیں اور بے غیرتی کو کار نہ فرمائیں اور حرام کہنے بیانِ شہادت اور انکار آنے ارواح سے توبہ کریں اور ایسے کلام لایعنی سے باز آئیں اور بفحوائے کلامِ الملوك ملوك الكلام یعنی آگے حدیثِ خیر الانام کے سند دوسری سے اغماض کریں اور دلائل عقلی اپنے کو کہ عین بے عقلی ہے آگے ان احادیثِ نقلی کے بالائے طاق رکھیں اور جیسے اُلّو حلال کہنے اور ولا الضالین سے پڑھنے ''ضاد فارسی'' سے منفعل ہوئے، ویسے حرام کہنے اور لکھنے بیانِ شہادت اور حِلّت بھنگ اور چرس اور افیون سے بھی رجوع کریں برملا کہتا ہوں کہ دنیا چند روزہ ہے اور بے شک حرام بھنگ اور بُوزہ[9] ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ احادیث بیان شہادت فیض ہدایت قرۃ العین رسول الثقلین سید الشہدا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ''مشکوٰۃ'' اور ''صحیح بخاری'' وغیرہ میں بہت ہیں بسبب خوف طوالتِ کلام کے رسالۂ ہذا میں مندرج نہیں ہوئیں کس واسطے کہ بیان شہادت کا اگلی کتب علمائے محققین اور فضلائے مدققین مثل ''ما ثبت من السنة'' تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی میں اور

(۹) ایک قسم کی شراب (ہے) جو چنے، جو اور چاول وغیرہ کے شیرے سے بنتی ہے۔
(فیروز اللغات، صفحہ: ۲۳۵، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور) (میثم قادری)

"مناقب السادات" تصنیف قاضی شہاب الدین دولت آبادی میں اور "سر الشہادتین" مولانا
مقبولِ بارگاہِ عزیز مولوی شاہ عبدالعزیز میں بہ کمال تشریح اور توضیح اور فصاحت اور بلاغت کے
مرقوم ہے وعلاوہ اِن کتبِ مسطورہ کے کتبِ سیَر میں بھی بیان شہادت مشروحاً لکھا ہوا ہے اور
علمائے کبار دہلی مثل مولانائے موصوف الصدر عالی قدر اور مولوی کاظم صاحب اور مولانا رشید
الدین خان صاحب اور مولانا حاجی حرمین شریفین محمد حاجی قاسم صاحب اور مولوی حسن علی
صاحب اور مولوی سلامۃ اللہ صاحب "شارح سر الشہادتین" اور مولوی فریدالدین صاحب
خاص جامع مسجد میں اور مولوی حاجی محمد اسحاق پیر اور اُستاد اس فرقۂ محدثہ کے ہر سال قلعے میں
پیشِ بادشاہ بیان کرتے آئے ہیں۔ عیاں را چہ بیان [۱۰] **العاقل تکفیه الاشارة** [۱۱] اب
منکرین ناحق گزیں کو آگے سند احادیث شریف کے اور کتبِ علمائے سلف اور علمائے خلف کے
کیا جائے دم زدن کی ہے اور جو منکرین نے قولِ غزالی اور "صواعق" سے حرمت شہادت کی
لکھی محض تہمت ہے انشاء اللہ فصل ثانی میں بیان کیا جائے گا۔

(محفل میلاد شریف کے جواز کا بیان)

فائدہ: اب بیان ثبوت مولود شریف کا ہوتا ہے۔

بگوشِ ہوش سنا چاہیے کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے "مدارج النبوۃ" میں اس طرح لکھا
ہے کہ "اول مخلوقات اور واسطۂ صدورِ کائنات اور باعث پیدائش عالم اور سبب وجودِ آدم، نور
آنحضرت ﷺ کا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ
دوسرے فرمایا آنحضرت ﷺ نے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ تیسرے
فرمایا: نَحْنُ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ چوتھے اخبار میں آیا ہے کہ جب ظہور ہوا نورِ محمد ﷺ کا تو
آپ کے نور سے نکلے انوار انبیاء علیہم السلام کے۔ حکم فرمایا پروردگارِ عالم نے آنحضرت کو کہ دیکھ
طرف نور انبیا کے، جب حضرت نے اُن کے نوروں کو ملاحظہ اور مشاہدہ کیا تو اُس وقت
حضرت کے نور نے سب کے نوروں کو ڈھانپ لیا اور اُس وقت انبیا نے عرض کی کہ اے

(۱۰) یعنی "بالکل واضح ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔" (میثم قادری)
(۱۱) یعنی "عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔" (میثم قادری)

پروردگار ہمارے یہ کون ہے کہ جس کے نور نے ہمارے نوروں کو چھپا لیا۔ یعنی نور اُس کا
ہمارے نوروں پر غالب آیا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ نور محمد بن عبداللہ ہے اگر ایمان لاؤ تم
اُس پر تو عطا کروں میں تم کو نبوت۔ عرض کی انبیا نے کہ ایمان لائے ہم اے رب ساتھ محمد
ﷺ کے پس فرمایا **رب العزۃ جل جلالہٗ** نے گواہ ہوا میں تمہارا، اور معنی کریمہ اِذْ اَخَذَ
اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَةٍ کے یہی ہیں اور حضرت علی **کرم اللہ وجهه**
سے روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وُلِدْتُّ مِنْ نِکَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ" اور اخبار
میں آیا ہے کہ جس رات کو نورِ محمدی نے بیچ شکم حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے قرار پایا تو اُس رات
تمام عالم نورِ مقدس سے منور ہوا اور تمام ملائکہ اور زمین اور زمان خوشی میں آئے اور تمام طبقات
آسمان اور زمین میں یہ بشارت پہنچ گئی تھی کہ آج کی رات نورِ محمد ﷺ نے بیچ رحم آمنہ کے قرار
پایا۔ اِس واسطے عمل اہلِ مکہ کا مقرر ہے کہ شبِ ولادت کو موضع ولادت شریف کی زیارت کرتے
ہیں اور مولود نبی محمود کا ساتھ تمام آداب کے پڑھتے ہیں یعنی شب بارھویں ربیع الاول کو"

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ولادت کے دن روزہ رکھتے تھے)

اور حدیث میں آیا ہے کہ "آنحضرت ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے سبب اُس
کا اصحاب نے پوچھا۔ فرمایا کہ یہ دن میری ولادت کا ہے اور اسی روز نازل ہوئی مجھ پر
وحی۔" روایت کیا اس کو "مسلم" نے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ "(حضرت سیدہ) آمنہ
(رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں کہ جس وقت آنحضرت ﷺ میرے بطن سے باہر تشریف لائے دیکھا میں
نے ایک اثر بزرگ یعنی عجائب اور غرائب مشاہدے میں آئے۔"

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی کرنے پر ابولہب کے عذاب میں کمی)

اور جس وقت کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ متولد ہوئے۔ ابولہب کو ثُوَیبہ لونڈی نے
بشارت ولادتِ آنحضرت کی پہنچائی۔ ابولہب نے بمجرد سننے اس خبر بشارت اثر کے ثُوَیبہ کو آزاد
کیا اور حکم کیا کہ تُو دودھ آنحضرت کو پلا اور بہ سبب خوشی کرنے تولدِ آنحضرت کے حق تعالیٰ نے
عذاب ابولہب سے تخفیف فرمایا اور دن پیر کے عذاب اُس سے اٹھایا چنانچہ حدیث میں آیا ہے

اب جائے خوشی اور سرور کی ہے اہلِ موالید کو کہ دن مولود کے بیان مولود نبی مسعود کا سُن کر خوشی کرتے ہیں اور کثرت سے درود پڑھتے ہیں اور مساکین اور غُربا اور علما کو طعام کھلاتے ہیں۔

(حضرت ابن عباس کا میلاد شریف پڑھنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر خوش ہونا)

اور بیان مولود شریف کا اصحاب سے بھی ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی مولود میرا سُنے شفاعت اُس کی مجھ پر واجب ہے۔ جیسا کہ بیچ ''تنویر فی مولد البشیر'' کے آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَ يَحْمَدُوْكَ وَ اِذَا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِيْ.

معنی اس حدیث کے سنو کہ بیچ ''تنویر فی مولد البشیر'' کے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابن عباس بیان کرتے تھے ایک دن اپنے گھر میں حالاتِ ولادت آنحضرت ﷺ کے، سامنے ایک قوم کے اور وہ قوم آپ کے بیان مولود شریف سے خوشی کرتی تھی اور حمد کرتی تھی کہ ناگاہ گذرا آنحضرت ﷺ کا اُس جگہ ہوا۔ فرمایا واجب ہوئی مجھ پر شفاعت تمہاری۔''

(حضرت عامر انصاری صحابی کا میلاد شریف پڑھنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر خوش ہونا)

اور اسی کتاب میں دوسری حدیث شریف بیان مولود شریف کی یہ ہے:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِلٰى بَيْتِ عَامِرِ الْاَنْصَارِيِّ يُعَلِّمُ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبْنَائِهٖ وَ عَشِيْرَتِهٖ وَ يَقُوْلُ هٰذَا الْيَوْمُ هٰذَا الْيَوْمُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ عَلَيْكَ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَالْمَلَائِكَةُ

يَسْتَغْفِرُوْنَ.

(ترجمہ) ''ابی الدرداء صحابی کہتے ہیں کہ گیا میں ساتھ نبی ﷺ کے، گھر عامر انصاری کے۔ وہ سکھارہے تھے وقائع (واقعات) ولادت آنحضرت کے اپنے بیٹوں اور کنبے کو۔ اور کہتے تھے کہ یہ دن ہے، یہ دن ہے پیدائشِ آنحضرت ﷺ کا۔ فرمایا نبی ﷺ نے کھولے اللہ نے اوپر تیرے دروازے رحمت کے اور واسطے تمہارے استغفار کرتے ہیں ملائکہ۔''

جاننا چاہیے کہ جس صورت میں مولود شریف احادیث اور اصحاب اور تابعین اور علما سے مع قیدوں کے صاف ثابت ہو جائے من بعد (اس کے بعد سے) حرام یا مکروہ کہنا چہ معنی دارد؟ اور خود خدائے تعالیٰ نے مولود موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا اپنے کلام میں فرمایا ہے اور بیان مولود ہمارے حضرت کا صاحبِ ''سیرتِ شامی'' اور ''جزری'' اور ''تلمسانی'' اور ''ماوردی'' اور ''نووی'' اور ''عسقلانی'' اور ''شیخ عبدالحق دہلوی'' نے لکھا ہے یہ محجبیانِ بدنصیبان ان سب محدثین کو حرامی کہتے ہیں اور اپنی عاقبت گندی کرتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ وَ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ۔

بلکہ اجماع اہل سنت کا اوپر انعقاد محفل مولود شریف کے ہے اور کسی حنفی اور حنبلی اور شافعی اور مالکی مذہب نے اُس کو حرام تو کجا مکروہ بھی نہیں کہا ہے سوائے ''فاکہانی مالکی'' کے کہ حالتِ پیری میں (یعنی بڑھاپے کی حالت میں) بہ سبب ضُعفِ دماغ اور سخافتِ عقل (کم عقلی) کے بیان مولود شریف میں کچھ اُس نے دَم مارا ہے۔ بالفرض اگر خلل دماغ بھی نہ ہو پس اس بے چارے کو سوائے تابعداری اجماع کے کیا چارہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ۔ یہ سفہا اور حمقائے چند بہ سبب جاہلی اپنی کے سند فاکہانی کی لائے ہیں اور اِن حمقا نے یہ بھی نہ جانا کجا خلاف اور کجا اختلاف اور خلاف کو کیا مجال کہ مقابل اختلاف کے ہوئے اور جلال الدین سیوطی اور محدثین نے جواب دندان شکن فاکہانی کا وہ دیا ہے کہ جب اُن کتابوں کو دیکھیے تو معلوم ہوئے اور کس قدر راوپر نادانی فاکہانی کے کلام اور اعتراض کیے ہیں اور اصل مولود شریف کی احادیث سے ثابت کی ہے۔

(حرمین شریفین کے اشراف اہل سنت کے افعال ہمارے لیے دلیل ہیں)

اوراہلِ حرمین اموراتِ دینی میں بموجب حکم ائمہ کے قابلِ سند کے ہیں گو وہابیہ اُن کو کافر سمجھیں اور ہدایت کو ضلالت نام رکھیں ''ہدایہ'' میں آیا ہے:

یَجُوْزُ لِلْفَجْرِ فِی النِّصْفِ الْاٰخِیْرِ مِنْ اللَّیْلِ لِتَوَارُثِ اَھْلِ الْحَرَمَیْنِ.

(الہدایہ اولین، باب الاذان جلد:۱، صفحہ:۹۰ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

یعنی ''جائز ہے اذان دینا واسطے نمازِ فجر کے بیچ نصف شب اخیر کے واسطے مقرر کرنے اہلِ حرمین کے'' ابو یوسف اور شافعی نے اُس کو جائز رکھا ہے اور ''تفسیر الرحمۃ'' میں حافظ محمد بن مقدسی زید بن ثابت سے روایت کرتا ہے۔ قَالَ اِذَا رَاَیْتَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَجْمَعُوْا عَلٰی شَیْءٍ فَاَعْلَمْ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ. ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ ''جس وقت کہ دیکھے تُو اہلِ مدینہ کو، کہ جمع ہوئے اوپر ایک شے کے۔ پس جان تُو کہ وہ سنت ہے'' بموجب اس مقولے کے اور بموجب مصرع ہذا کے وجود ظہور بدعت کا اہلِ حرمین سے بالکل مفقود ہے۔

؎ چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

اور مراد اہلِ حرمین سے اشرافِ مکّہ مبارکہ اور شرفائے مدینہ منورہ ہیں نہ عوام الناس۔

فصل دوسری: بیچ بیان افترا بندی اور جعل سازی اور بے عقلی اور بدفہمی اور لاعلمی مجیبان اور مُہر کنانِ رسالہ ''تحفۃ الطالحین'' کے:

جاننا چاہیے کہ استفتائے شہادت مندرجۂ رسالہ مذکور کا تراشہ ہوا مہتر اس فرقۂ محدثہ کا ہے کہ ہر سال ایک دو مسئلے طبیعت سے گھڑتا ہے اور باقی کہتران اس فرقۂ محدثہ کے نجاسب برادران اور نعل خواران سے ہیں اور سوال شہادت کو نسبت اہلِ پورب کے کرنا محض بہتان ہے بحکم دو شاہد عادل کے۔

اول: یہ کہ مجیب بے تمیز نے آخر فتوے کے مُہر ''مولوی محبوب علی'' اور ''محمد حسین'' کی اور ''صدیق ولایتی'' کی ثبت کی ہے محض جعل سازی ہے، کس واسطے کہ مولوی محبوب علی پہلے ایک برس چھپنے اس استفتائے شہادت کے جہان سے رخصت ہوئے اور قبر کو آباد کیا۔ اور محمد حسین اور صدیق تلمیذ مجیبِ بے تمیز کے کہ بعضے وہابی اُن کو بسبب لامذہبی کے زندیق نام رکھتے تھے بجہت خوف اہلِ حق کے چھ چھ مہینے پہلے تیار ہونے رسالہ ''تحفۃ الطالحین'' کے کسی طرف چل دے پس اس صورت میں مُہر ان صاحبوں کی ہونی چہ معنی دارد۔

شاہد دوم: یہ ہے کہ نقل کرنا عبارتِ غزالی کا اور نہ سمجھنا اُس عبارت کا ھکذا عبارتہ ''یَحْرُمُ عَلَی الْوَاعِظِ عَنْ رَوَایَۃِ قَتْلِ الْحُسَیْنَ وَالْحَسَنِ وَمَا جَرٰی بَیْنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَالتَّخَاصُمِ فَاِنَّہٗ مُھَیِّجٌ اِلٰی بُغْضِ الصَّحَابَۃِ وَالطَّعْنِ فِیْھِمْ.'' یہ دلیل بیچ حق منکر کے زہرِ ہلاہل ہے زیرا کہ کلمہ فَاِنَّہٗ میں ضمیر واحد ہے راجع کرنا ضمیر فَاِنَّہٗ کا طرف روایت قتل حسین کے عین حرام کس واسطے کہ قصۂ کربلا میں کوئی صحابی رسول مقبول ﷺ کا ہمراہ عبداللہ بن زیاد بدنہاد خارجی کے نہ تھا جیسا کہ قریب آئے گا یہ بیان بیچ جواب غزالی کے اور باوجود جاننے مسائل کے مسئلہ حرمت شہادت کو قولِ غزالی سے من بعد سوال کرنا ان حمقا سُفہا سے البتہ تحصیلِ حاصل اور استعلام معلوم کا ہے اضعف عباداللہ محمد کریم اللہ اعتراض کرتا ہے اوپر قولِ مہتر (یعنی بڑے قول) منکرین شہادت کے کہ کس قدر وہ مہتر فخر اپنا کرتا ہے۔

قولہ ''چہ میفرمایند علمائے دین'' سبحان اللہ آپ ہی سائل آپ ہی مسئول عنہ۔

؎ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

کہتا ہوں میں کہ لکھنا مجیب کا اپنے تئیں علما سے مع کوتاہ گردنوں، تنگ پیشانی کے بہت نازیبا ہے اور سمجھنا اپنے تئیں قابل استفتا کے نہایت بے جا ہے اور جاننا اور گننا اپنے تئیں بکا مسلمان خارج از تقویٰ ہے، کس واسطے کہ یہ بے چارے اُوپر سمجھنے معنی لا الہ الا اللہ کے بھی قادر نہیں ہیں۔ یہ جاہلان کیا جانیں قصر الموصوف علی الصفۃ کیا ہے اور برعکس کیا ہے اور قصر اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ کا کس قبیل سے ہے اور امر کُوْنُوْا

قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ کا اوپر کس منوال کے اور امر فَاصْطَادُوْا اوپر کس چیز کے مشتمل ہے
فصاحت کیا ہے بلاغت کیا ہے اور لازم کیا ہے اور موضوع قرآن اور حدیث کا کیا ہے اور
اشارۂ نص اور اقتضائے نص کیا ہے۔ اس واسطے معنی كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے نہ سمجھے اور
اسلام کو سلام کیا اور فی الحقیقہ بعض انکار۔ اس قدر بھی نہیں جانتا کہ ''میزان'' اور ''صَرف
میر'' کون سے فن میں ہے اور باوجود اس بے علمی کے وہابی بن بیٹھے ہیں۔ غرض کہ روٹی کپڑا
پیدا کرتے ہیں مگر اہلِ علم اِن جاہلوں کو اپنے دروازے سے مثل سگانِ بازاری (بازاری
کتوں کی طرح) نکالتے ہیں اور علمائے حرمین شریفین کہ اِن جاہلوں کو نام سنتے ہی دَبَّابی کا
نعلین حرمین سے محروم نہیں چھوڑتے ہیں اور سند حدیث کی کسی محدث سے نہیں رکھتے اور
کتب تحصیلی کا اصلاً نام تک نہیں جانتے مگر بعض اس فرقۂ محدثہ نے بصدقۂ گور حضرت شیخ
عبدالحق دہلوی کے یعنی اُن کے ترجمے سے شب و روز استعانت کر کے واسطے یادداشت اور
وعظ کہنے کے ترجمۂ مشکوٰۃ وغیرہ بیان کرتے ہیں اور صدہا تناقض اور تخالف اپنے ترجمے میں
درمیان لاتے ہیں اور پڑھنا اور پڑھانا ''صحیح بخاری'' کا کہاں اور یہ نادان کہاں، یہ
بیچارے اپنے لکھے ہوئے کو بھی اصلاً نہیں سمجھتے کہ عبارتِ غزالی سے بیان شہادت کا لذاتہٖ
حرام ہے یا لغیرہٖ؟ اور بعض جاہل اس فرقۂ محدثہ کا اوپر منبر کے بیٹھ کر وہ غل مچاتا ہے۔ جیسے
کوئی مرثیہ کو ان الاپتا ہے اور علمائے متقدمین کو عموماً اور مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا کاظم
صاحب کو خصوصاً تبرّا برملا (سرِ عام لعن طعن) کرتا ہے اور اقوال و افعال علمائے سلف کو ٹچ
ٹی (یعنی لمبی داڑھی) اور پردۂ سنت کے بدعت برملا کہتا ہے اور بعضے وہابیہ اپنے دیوانِ
خاص ضلالت اختصاص میں، بعض مسجدوں میں، بے ساز و برگ یہی راگ گاتے ہیں اور
اپنی امت کو ورغلا کر علمائے سلف اور فضلائے خلف کو بدعتی کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں آپ
کافر ہوتے ہیں العظمة لِلّٰه۔

گر ہمیں مکتب ست و ایں ملا — کارِ طفلاں خراب خواهد شد

(جوابِ دلائل منکرین)

اب جواب ہر عبارت بے متانت مندرجہ رسالہ ''تحفۃ الطالحین'' کا بیان ہوتا ہے۔
اب سننا چاہیے دلائل منکرینِ شہادت کے، اوّل دلیلِ ذلیل منکرین ناحق گزیں کی بیچ باب
حرمت شہادت فیض ہدایت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خلاف قرونِ ثلاثہ کے اور ائمہ اربعہ کے
یہ ہے کہ ''صراطِ مستقیم'' میں مولوی اسمٰعیل نے لکھا ہے کہ

''چوں حسین علیہ السلام بمرتبہ شہادت فائز شدند داخل جنت
گشتند پس محل سرور ست نہ غم۔''

معنی اس عبارت فارسی کے یہ ہیں کہ ''جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مرتبۂ شہادت کو پہنچے
داخلِ جنت ہوئے پس جائے خوشی کی ہے نہ غم کی'' کہتا ہوں میں ایسی دلیل بازاری سے
بے فہمی اور بے عبوری کتب احادیثِ شریفہ اور مطالبِ شرعیہ کی قولِ قائل سے صاف معلوم
ہوتی ہے طعن اور طنز اوپر قول اور فعل آنحضرت ﷺ کے آتی ہے کہ جس وقت خبر شہادت کی
آنحضرت کو جبرائیل نے دی ہے تو اُس وقت آنحضرت ﷺ بہت روئے اور بہت مغموم
ہوئے اور نہ خوشی کی ہے پس رونا اور مغموم ہونا اوپر حال شہادت جناب حسین رضی اللہ عنہ کے
موجب رحمت کا ہے اور سبب سنت کا ہے اور خوش ہونا قتلِ حسین پر بیشک و شبہہ طریقۂ
خوارج ہے فرمایا رسول ﷺ نے:

اَلْبُكَآءُ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالصُّرَاخُ مِنَ الشَّيْطَانِ.

یعنی ''جو غم کہ دل سے ہو یا آنکھ سے ہو وہ راحت ہے اور بے تحاشا غل مچانا بشرط
عالمِ اختیاری کے کار شیطان ہے''
اور رونا اوپر وفات سید المرسلین خاتم النبیین کے حدیث اُم ایمن سے سنت ہے کہ
وہ بی بی زوجۂ مطہرہ آپ بھی روئی ہیں اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھی رُلایا ہے۔
اور دوسری دلیل اُن کی یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے ''صراطِ مستقیم'' میں لکھا ہے کہ
''اگر اقربائے شما در چنیں مصائب مبتلا شدہ باشند و

کسی آں مصائب را پیش شما بیان کند آں مصائب را جائز لمیذ امرند۔"

کہتا ہوں میں کہ مقولہ شہیدِ فرضی کا ساتھ شہیدِ حقیقی کے کچھ مناسبت نہیں رکھتا ہے بلکہ واہیات سے ہے کس واسطے کہ ذکر مصیبت کسی کا ساتھ دلیری اور بہادری اور استقلال اور اجلال اور اظہارِ ظلمِ اعدا اور حال کرامت اشما کے کرنا بلاشبہہ اُس کو فخر خاندان کا تصور کرتے ہیں اور ناخوش اُس ذکر سے نہیں ہوتے ہیں جیسا قصہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ملاحظہ کرنا چاہیے باوجودیکہ ذکر زنا کا کرنا موجب کمال اندوہ اور اہانت کا ہے چونکہ خدائے تعالیٰ نے طہارت اُن کی فرمائی البتہ موجب عزت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا ہوا تمام واعظین اس قصے کو برملا مشروحاً تفاسیر سے بیان کرتے ہیں اور کوئی مسلمان اُس بیان سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ کَمَا وَجَدْنَا مِنْ اَنْفُسِنَا۔

(رسالہ "تحفہ الصالحین" کے وہابی مولف کا اپنے امام اسماعیل دہلوی سے اختلاف)

وائے اُوپر اُس فہم بعید کے اور شہادتِ شہید کے، جاننا چاہیے کہ باب استفتائے شہادت میں سائل اور مجیب ذاتِ واحد ہے نہ غیر، علاوہ اس مکر وفریب کے مجیب بے نصیب نے بہ سبب بغض اہلِ عبا کے صنعت تحریف کو وہ کارفرمایا ہے کہ تحریر وتقریر سے باہر ہے کس واسطے کہ جو عبارت "صراط مستقیم" کی کہ فی الجملہ مفید بیان شہادت کے ہے اس کو مثل شیرِ مادر (ماں کے دودھ کی طرح) ہضم کر گیا بے شک شہید فرضی "صراط مستقیم" میں قائل اس امر کا ہے کہ بیانِ شہادت فی نفسہ درست ہے مگر درصورت لاحق ہونے عوارضِ نامشروع کے مقر بہ کراہت ہے اور مُحِبیان شکست نصیب نے ناحق شہید فرضی کو بدنام کیا اور قولِ کراہت کو بہ حُرمت بدل کیا پس نہایت غضب کیا کس واسطے کہ "صراطِ مستقیم" میں بیچ صفحہ ۱۵۸ کے یہ عبارت ہے کہ

ذکر قصۂ شہادت است بشرح و بسط عقد مجلس کردہ بایں قصد کہ مردم آں را بشنوند تا سفہا نمایند و حسرت ہا فراہم

آرند گریہ و زاری کنند ہر چند در نظر ظاہری خللے دراں ظاہر نمیشود اما فی الحقیقۃ ایں ہم مذموم و مکروہ ست انتہی۔

(صراط مستقیم فارسی، باب دوم ہدایت ثانیہ صفحہ:۶۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور)

ہم مسلمان قدیم حیران ہیں کہ شہید فرضی بیانِ شہادت کو مکروہ کہتا ہے اور مُحِبیان معتقد شہید کے حرام لکھتے ہیں اس صورت میں یہ نادان چند مصداق اس مثل مشہور کے ہوئے "کبھی ناؤ بیچ گاڑی کے اور کبھی گاڑی بیچ ناؤ کے۔"

"قولہ: جواب در صورت مرقومہ راجح در قصۂ کربلا امتناع و حرمت است چنانکہ مصنف "صواعق محرقہ" و مولوی محمد اسمٰعیل شہید مرحوم افادہ فرمودہ اندو نیز جناب ولی اللہ محدث دہلوی در قول جمیل ارشاد نمودہ عبارتہ ھکذا رُوِیْنَا فِیْ سُنَنِ ابْنِ مَاجَۃَ وَغَیْرِہٖ اِنَّ الْقَصَصَ لَمْ تَکُنْ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ"

اقول: کہتا ہوں میں کہ یہ قول بے طول لائق مضحکہ طفلان کے ہے اور ایسی نافہمی اور بے عقلی پر تمام اہلِ علم ہنستے ہیں اور آنکہ تعجب سے دیکھتے ہیں۔

(ذکر شہادت کو حرام کہنے والے وہابیوں کی بے وقوفیاں)

(۱) اول جواب یہ ہے کہ مُحِبیان حرمت کو ترجیح دیتے ہیں باوجودیکہ بیان شہادت کا سنت ہے چنانچہ بالا گذرا پس فعلِ مسنون کو حرام کہنا ہمسایۂ ابوجہل کا ہونا ہے۔ (۲) دوسرے یہ ہے کہ باوجود جہالت کے ترجیح حرام کو دیتے ہیں اس صورت میں ایسے مُحِبیانِ شکست نصیب کی نصد کدال (زمین کھودنے والے نوکدار اوزار) سے کھلوانی چاہیے کس واسطے کہ کوئی سند حرمتِ شہادت کی ائمہ اربعہ اور مجتہدین سے نہیں لائے۔ (۳) اور تیسرے یہ کہ مُحِبیان وغیرہ کا قول اور دعویٰ ہر مسئلے میں یہ تھا کہ جو بات کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے وہ درست ہے اور باقی واہیات۔ باوجود دعویٰ سنت کے باب حرمتِ بیانِ شہادتِ حضرت حسین کے کوئی دلیل قرونِ ثلاثہ سے نہیں لکھی سعدی نے راست فرمایا۔

ع این مدعیان در طلبش بے خبر انند

یا شاید ان کے مذہب میں عبارت قرونِ ثلاثہ سے مولوی اسمٰعیل اور صاحبِ قول جمیل اور صاحب صواعق ہو غرض کہ یہ عالم صورت جہالت سیرت کو علم سے کیا کار (کام) اور بیان حق سے کیا سروکار۔

(۴) چوتھے یہ ہے کہ دعویٰ حرمتِ شہادت کا خاص اور دلیل عام ہے **وھو قولہ ان القصص لم تکن** کس واسطے کہ نہ وقوع ہونا کسی قصص کا بیچ زمانۂ رسول ﷺ یا صحابہ کے مستلزم حرمت کا نہیں ہے کیونکہ وہ قصہ جائز ہے کہ مکروہ ہو یا مباح۔ پس یہ دلیل مُثْبِتْ مدعاے مجیب کی نہ ہوئی علاوہ اس کے نادانوں نے یہ بھی نہ جانا کہ الف لام اوپر **اَنَّ القصص** کے جنسی ہے یا استغراقی۔ اگر جنسی ہے تو یہ معنی ہوں گے یعنی جنس قصے کی حرام ہے اور اگر استغراقی ہے تو یہ معنی ہیں کہ ہر فرد قصے کی حرام ہے اور اس جگہ **الف لام** نہ جنسی ہے نہ استغراقی و الّا لزوم کذب کا نسبت قصۂ یوسف علیہ السلام وغیرہ کے آتا ہے پس لابد عہدی ہو گا پس اس صورت میں مطلوب اہلِ سنت کا ظاہر ہے یعنی قصۂ کاذبہ بیچ اُس زمانے کے نہ تھا بخلاف قِصّۂ شہادت کے کس واسطے کہ وہ قبیل جھوٹ سے نہیں ہے علاوہ نہ جاننے اقسام **الف لام** کے اِن طفلانِ دبستانی نے یہ بھی نہ دیکھا کہ آخر اس عبارت کے لفظ اِنَّہٗ مذموم و اِنَّھَا **محمودۃٌ** کا ہے باوجودیکہ یہ عبارت باعتبار اختلافِ ضمائر کے قابل نقل کے نہ تھی کس واسطے کہ مرجع واحد ہے اور ہر دو ضمیریں مختلف ہیں (۵) پانچویں وہ کہ سند لانا مجیب کا واسطے تائید قولِ حرمت اپنے کے قول مولوی اسمٰعیل سے عین حماقت ہے کس واسطے کہ مولوی مذکور بہ سبب لاحق ہونے امورِ نامشروع کے مقر کراہت کا ہے نہ حرمت کا۔ کہتا ہوں میں کہ یہ نقل "صراطِ مستقیم" کی دلالت کرتی ہے اور پرکمال نادانی اور ہیچمدانی مجیبان کے۔ کِس واسطے کہ قصر جدید وہابیت کا کہ تیس پینتیس برس کا عرصہ ہوا کہ حلوان کا ہن سے مرتفع ہوا تھا مثل سر نمرود کے پاسے ڈھا (گر) پڑا۔

(امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تضاد بیانیاں)

حرمت اور حلت متبدل ہوئی یعنی حلال حرام اور حرام حلال ہوا کس واسطے کہ نزدیک مولوی اسماعیل کے فاتحہ اور درود اور عرس اور یوم اور سال اور سُننا اموات کا (مردوں کا سننا) اور

آنا ارواح کا اور ہونا فیض کا ارواح سے اور حاصل ہونا نسبت کا خاندانِ قادریہ اور چشتیہ سے اور طریقے ذکر پاس انفاس و مراقبہ وغیرہ کو باوجود بدعت ہونے اِن خاندانوں اور اذکار کے بحکم کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ اور بحکم عدم ثبوت قرون ثلاثہ کے شہید نے "صراطِ مستقیم" میں مثل فرض اور واجب کے لکھا ہے اور کتاب "ایضاع الحق" میں اِنہیں امور کو بدعتِ حقیقیہ نام رکھا ہے اور یہ صورت صاف اجتماع نقیضین کی ہے پس ظاہر اور باہر ہے کہ مصنف "صراطِ مستقیم" کا بصفت بدعت اور کفر کے موصوف اور بیچ سلسلۂ اہلِ تقویٰ اور اہلِ ولایت کے معدود ہو گا۔

(امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی تضاد بیانیوں پر اس کے عقیدت مندوں سے زبردست سوال)

اب اہلِ سنت اس عقدۂ مالاینحل سے استفتا کرتے ہیں اس امت سے کہ کیا فرماتے ہیں گروہ محدثۂ وہابیہ بیچ اس صورت کے کہ اگر سماعتِ اموات اور فاتحہ اور درود اور آنا ارواح کا اور پڑھنا پنج آیت اور تعین کرنا یوم اور سال اور سلسلۂ قادریہ وغیرہ کا جائز ہے تو اس سے صاف لازم آتا ہے کفر فرقۂ محدثۂ وہابیہ کا بحکم "تقویۃ الایمان" اور "ایضاع الحق" وغیرہ کے۔ اور اگر یہی امور مذکور حرام ہوں تو اس صورت میں بھی کفر فرقۂ وہابیہ کا بحکم "صراط مستقیم" کے لازم اور ثابت ہے۔ پس اب چاہیے کہ خود منصف ہو کر جواب اس مسئلے کا لکھیں فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِی کو ملحوظِ خاطر رکھیں یہ ادنیٰ تعارض ہے اہلِ سنت کا اوپر اس جماعتِ وہابیہ کے، اس واسطے کہ مصنف "صراطِ مستقیم" کو یہ فرقۂ محدثہ مسلّم الثبوت اور اپنا پیشوائے اوّل جانتا ہے۔

(وہابیوں کی مستند کتب میں درج تضاد بیانیوں کا بیان)

مگر ناظرین رسالۂ ہذا کو چاہیے کہ اول "صراطِ مستقیم" اور "تقویۃ الایمان" اور "ایضاع الحق" اور "کلمۃ الحق" اور "سراج القلوب" اور "مأتہ المسائل" اور "اربعین" اور "راہِ سنت" اور "تنویر الحق" اور "توفیر الحق" اور "جواہر منظومہ" اور "ہجو خواجہ قطب الدین

بختیار کاکی ’’قدس سرہٗ وغیرہ بغور مطالعہ کریں جب معلوم ہوگا کہ کس قدر اس فرقۂ محدثہ نے کس کس طرح کے شگوفے اِن کتابوں میں کِھلائے ہیں اور کیا کیا کارستانیاں اپنی اُس میں خرچ کی ہیں اور دعویٰ اتباعِ سنت اس قوم کا بھی بوجہ وجیہ منکشف ہوجائے۔ (ان کے امام) لکھتے ہیں ہاتھ باندھنا شرک، مورچھل شرک، شامیانہ شرک، کشف دغابازی، استخارہ حرام، نیوتہ (یعنی شادی میں طلب کرنا) اور مائیان (یعنی شادی کی ایک رسم جس میں دولہا دلہن کو شادی سے کچھ دن پہلے زرد کپڑے پہنا کر گھر میں بٹھا دیتے ہیں) حلال، ایصال ثواب اور عرس ایک کتاب میں حلال، دوسری کتاب میں حرام۔ اور تصور شیخ کا بیچ ’’قول جمیل‘‘ کے جائز اور طواف قبر بیچ کتاب ’’انتباہ‘‘ کے روا (درست) اور ’’مأۃ المسائل‘‘ میں حرام۔ (مأۃ مسائل ترجمہ بنام امداد السائل صفحہ ۷۷ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے/۷/۱ اعظم نگر لیاقت آباد، کراچی) اور ’’صراطِ مستقیم‘‘ کے صفحہ تیئسویں میں اس نہج پر ہے:

’’چوں امواج جذب و کشف رحمانی نفس کاملۂ ابی طالب را اور قعرِ لجج بحارِ احدیت فرو میکشد زمزمۂ انا الحق وَ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَ اللہ ازاں سر میرند‘‘

اور بعد دو چار سطر کے یہ لکھتے ہیں:

’’زنہار بریں معاملہ تعجب ننمائی‘‘

اس مقولے سے معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مصنف ’’صراطِ مستقیم‘‘ نے شاید کہ یہ مسئلۂ مذکور عالمِ رویا میں یعنی خواب میں آنحضرت ﷺ سے یا اصحاب سے یا تابعین سے بگوش ہوش سُنا ہوگا ورنہ معاملہ نہ صحاح سِتّہ میں نہ غیر صحاح میں ہے اور اسی کتاب میں بیچ صفحہ ۱۳۷ کے یہ عبارت ہے:

’’اگر کسی اتباع پیغمبر ﷺ منظور داشتہ در شب برأت در مقبرۂ مجمع صلحا نمودہ ادعیۂ وافرہ کند او را بمخالفت پیغمبر ﷺ ملام کردن نمیرسد‘‘ اور یہاں تک کہا ’’جماعت نفل مکروہ نیست و اگر تداعی باشد مکروہ است و خواندن

سورۂ بقید روز جمعہ و زیارت قبر والدین وارد شدہ......
پس ہر عبادت کہ از مسلماں ادا شود و ثواب آں بروح کسی از گذشتگاں برساند و طریق رسانیدن آن دعائے خیر بجناب الٰہیست الخ...... پس در خوبی ایں امر از امور مرسومہ فاتحہ و اعراس و نذر و نیاز اموات شك و شبہہ نیست۔‘‘

(صراطِ مستقیم فارسی صفحہ ۵۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

اور بیچ صفحہ ۱۶۶ کے ’’صراطِ مستقیم‘‘ میں لکھا ہے:

’’عبارتہ ھکذا نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل۔‘‘

یہاں تک کہا:

’’موقوف بر طعام نگزار داگر میسر باشد بہترست والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا ست‘‘

اور بیچ صفحہ ۲۷۵ کے یہ لکھا ہے:

’’اول طالب را باید کہ باوضو دو زانو بطور نما بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریقہ۔ یعنی ’’حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری و حضرت خواجۂ قطب الدین بختیار کاکی وغیرھما خواند۔‘‘ انتہی

اور بیچ ’’مأۃ المسائل‘‘ تصنیف حاجی محمد اسحاق کے یہ لکھا ہے کہ ’’فاتحہ مرسومہ اصلے ندارد‘‘

(مأۃ مسائل اردو ترجمہ بہ نام امداد السائل صفحہ ۸۷، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے/۷/۱، اعظم نگر لیاقت آباد کراچی)

اور بیچ ’’تفسیر عزیزی‘‘ ناناصاحب مولوی اسحاق کے یہ ہے:

’’و آثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ و تلاوت قرآن چوں دراں بقعہ کہ مدفن اوست واقع شود بسہولت نافع میشود۔‘‘

اور مولوی ولی اللہ والد ماجد میاں شاہ عبدالعزیز اور جد امجد مولوی اسمٰعیل کے بیچ
عرسوں مشائخ کے یوں فرماتے ہیں:

"حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں والزام
فاتحه و صدقه دادن" الخ

جناب بانی دین در آفاق مولوی محمد اسحاق بیچ "مائۃ المسائل" کے رد شہیدِ مزعوم کا
اس طرح فرماتے ہیں:

"مقرر کردن یوم عرس ثبوت آں از حضرت ﷺ و خلفائے
راشدین و ائمه اربعه نرسیده۔"

اب ہم لوگ سُنی پیر و علمائے سلف (علمائے سلف کی پیروی کرنے والے ان)
کے ایسے کلاموں متناقض (متضاد تحریروں) سے کمال حیران اور متحیر ہیں اور کمال تفکر میں مبتلا
ہیں کہ آیا شہید کو جھوٹا جانیں یا تکذیب مہاجر کی کریں یا ابطال مولوی شاہ عبدالعزیز اور
مولوی ولی اللہ کا کریں آخر کار ہدایتِ الٰہی رہنما ہوئی اس بات پر کہ تکذیب مولوی ولی اللہ کی
مُحال ہے کہ وہ اہلِ سنت سے ہیں اور متبع علما اور فضلا اور اولیائے سلف کے ہیں اور میاں
صاحب نے "تفسیر عزیزی" میں زبان سے اور کتاب سے اور مولوی ولی اللہ صاحب نے بیچ
"انتباہ" اور "انفاس العارفین" کے ان دو صاحبوں وہابیہ مذہب کو عاق کیا اور رد کیا ہے۔

(فاتحہ اور عرس کا جواز کتبِ فقہ سے)

اب جواز فاتحہ اور درود اور عُرس اور دعا کا کلامِ فقہا سے سنو اور دریافت کرو
(۱) کہ بیچ "خزانۃ الروایات" کے کہ مشہور تر کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹے بڑے کو بہم پہنچ
سکتی ہے عبارت اُس کی یہ ہے:

اماچون مسلمی بگورستان بگذرد اهل گورستان منتظر
میباشند بخواندن فاتحه و درود الخ۔

(۲) اور بیچ "خلاصۃ الفقہ" کے ہے کہ

"یوم عرس پیغمبر ﷺ کے خلیفه اول صد شتر بروح پرفتوح
ﷺ هدیه داد و پنج قرص نان ابوهریره فاتحه کرده" انتهی۔

(۳) اور "شرح عقائد":

وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ و صدقتهم ای صدقة الاحیاء
عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات.

(۴) اور کتاب "عینی شرح ہدایہ":

وَ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی هٰذَآ اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ یَجْتَمِعُوْنَ کُلَّ عَصْرٍ وَّ
زَمَانٍ وَّ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ یُهْدُوْنَ ثَوَابَهٗ لِمَوْتَاهُمْ وَلَا یُنْکِرُ
ذٰلِکَ مُنْکِرٌ فَکَانَ اِجْمَاعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.

(نواب قطب الدین دہلوی کا اپنے استاد شاہ اسحٰق دہلوی سے ٹکراؤ)

اور "اربعین" میں مولوی محمد اسحٰق نے ہیأتِ مجموعی کو یعنی جمع ہونے قُرا اور حُفاظ کو
مکروہ لکھا ہے۔ (مسائل اربعین ترجمہ بنام خصائل مسلمین صفحہ ۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم تعلیم القرآن مدینہ مارکیٹ
راجہ بازار راولپنڈی) اور قطبِ وہابیہ نے باوجود ادعائے خلافت مصنف "مائۃ المسائل" کے بیچ
صفحہ ۶۸ "تحفۃ الزوجین" مطبوعہ مطبع عبدالرحمان میں خلاف اور اُستاد اپنے کے برعکس لکھا
ہے اور قائل جواز فاتحہ اور درود کا ہے اور یہ عبارت لکھی ہے "فاتحہ درود ایسی جا پڑھنی چاہیے
کہ پاک ہو نجاستِ ظاہری اور باطنی سے" انتہی۔

(تحفۃ الزوجین صفحہ ۴۹، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲۸۵ ہجری بمطابق ۱۸۷۲ عیسوی)

سبحان اللہ فاتحہ اور درود اور اجماع کرنا قبر پر نزدیک مولوی اسماعیل کے جائز ہے
اور نزدیک یک مہاجر کے غیر جائز اور نزدیک نائب اور خلیفہ مہاجر کے جائز خدا جانے اس فریق
نے کیا زرگری باہم قرار دی ہے عجیب یہ ہے بدعت آپ نکالیں اور بدنام سنیوں کو کریں۔

(قبر پر قرآن خوانی کا ملا علی قاری سے ثبوت)

اور ملا علی قاری "شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں:

وَ كَذَا فِي شَرْحِ الصُّدُوْرِ اَخْرَجَ الْخَلَّالُ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ كَانَ الْاَنْصَارُ اِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اِخْتَلَفُوْا اِلٰى قَبْرِهٖ وَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ.

ترجمہ اس حدیث کا یہ ہے کہ ''بیچ کتاب شرح الصدور کے خلاّل نے سفیان سے یوں روایت کی ہے کہ جب کوئی مرجاتا تھا قوم انصار کا تو وہ اوپر میت اپنی کے آمد ورفت کرتے تھے اور قرآن خوانی کرتے۔''

اس حدیث سے حکم ہیأتِ مجموعی اور ختم قرآن کا اظہر من الشمس ہے۔

(علماء کا اجماع ہے کہ دعا سے میت کو فائدہ ہوتا ہے)

اور بیچ ''اذکار'' کے امام نووی نے کہا ہے:

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اَنَّ الدُّعَاءَ لِلْاَمْوَاتِ يَنْفَعُهُمْ.

اور ''بیچ مشکوٰۃ'' کے ہے:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ قَالَ اللّٰهُ تعالٰی: وَاسْتَغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ و قال اللّٰه تعالٰی: اَلَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ.

اب صاف صاف ظاہر ہوا کہ جمیع وہابیان مخالف قرآن وحدیث اور اجماع کے ہیں۔ پس اس صورت میں اہلِ سنت کو اس قوم سے اجتناب لازم بلکہ الزم ہے اور احتراز اِن نان طلبان سے مسلمانوں پر فرض ہے کس واسطے کہ یہ فرقۂ وہابیہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں اور خلاف اجماع کے کرتے ہیں اب امید خدائے تعالیٰ سے قوی ہے کہ بعد دریافت اور تحقیق کرنے اس مسئلے کے کوئی اہلِ اسلام پیر وعلمائے سلف کا اوپر قول ان نامرادوں کے اور اوپر کلام ان بداعتقادوں کے اعتماد نہ کرے گا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

(سید احمد بریلوی کا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہم کلام ہونا: نعوذ باللہ)

اور ''صراطِ مستقیم'' میں عجائب اور غرائب اُس قدر لکھا ہے کہ بیان اُس کا تحریر قلم سے باہر ہے اور اس ہذیانات کے لکھنے کو دل راغب نہیں ہوتا ہے مگر لاچار واسطے ناظرین رسالۂ ہذا کے ایک لطیفہ ''صراطِ مستقیم'' کا اس رسالے میں درج ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل شہید فرضی ''صراط مستقیم'' میں یوں ''فرماتے'' ہیں کہ

روزے حضرت حق جل و علا دست راست ایشاں را (یعنی دست راست سید احمد صاحب) را بدست قدرت خاص خود گرفته و چیزے را از امور قدسیه که بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کرده فرمود که ترا ایں چنیں داده ام و چیز هائے دیگر خواهم داد تاآنکه شخصے بجناب حضرت استدعائے بیعت نمود حضرت دراں ایام علی العموم اخذ بیعت نمیکردند بناءً علیه ملتمس آں شخص راهم قبول نفرمودند آں شخص بیش از بیش الحاح کرده که حضرت ایشاں بآں شخص فرمودند که یك دو روز توقف باید کرد بعد ازاں هر چه مناسب وقت خواهد شد هماں بعمل خواهد آمد باز حضرت ایشاں بنا بر استفسار استیذان بجناب حضرت حق متوجه شدند و عرض نمودند که بندۂ از بندگان تو استدعا میکند که بیعت بمن نماید و تو دست مرا گرفتۂ و هر که دریں عالم دست کسی را میگیرد پاس دستگیری همیشه میکند و اوصاف ترا باخلاق مخلوقات هیچ نسبتے نیست پس دراں چه منظور ست ازاں طرف حکم شد که هر که بر دست تو بیعت خواهد کر دگوں گولکو

لکھا باشند ہر یك را کفایت خواھم کرد القصه امثال این
وقائع و اشباہ این معاملات صدھا درپیش آمد" انتہیٰ

(صراطِ مستقیم فارسی صفحہ ۱۶۴، و ۱۶۵، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور)

(ترجمہ: "ایک دن حضرت حق جل و علیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور اور چیزیں بھی عطا کریں گے تا آنکہ ایک شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی اور چونکہ آپ ان ایام میں علی العموم بیعت نہیں لیا کرتے تھے اس لیے اس شخص کی درخواست کو قبول نہ فرمایا جب اس شخص نے نہایت الحاح اور اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہیے بعد ازاں جو کچھ مناسب وقت ہوگا، اس پر عمل کیا جائے گا پھر آپ اجازت اور استفسار کے لیے جنابِ حق میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ بندگانِ درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کی پاس کرتا ہے اور حضرت حق کے اوصاف کو اخلاقِ مخلوقات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھا ہی کیوں نہ ہو ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے القصہ اس قسم کے وقائع اور ایسے معاملات سینکڑوں پیش آئے۔"

(صراطِ مستقیم مترجم صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲ مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام اردو بازار، لاہور)

یہ عبارت فارسی "صراطِ مستقیم" کی ہم نے نقل کی ہے واسطے ایک نکتۂ لطیف کے، وہ یہ نکتہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے اپنے پیر کو فضیلت اور ترجیح اوپر آنحضرت ﷺ کے دی ہے

کس واسطے کہ آنحضرت ﷺ کو تمام عمر میں نسبت ہمکلامی کی خدا سے بیچ شب معراج کے میسر آئی اور بیچ رُویت آنحضرت ﷺ کے اختلاف صحابہ کا ہے بخلاف میر صاحب پیر شہید فرضی مذکور کے بشہادت شہید کے یہ معاملات صدہا درپیش آئے۔ زہے نصیب مولوی اسمٰعیل کے کہ پیر ایسا ملا کہ چند درجہ نبی پر فوق رکھتا ہے۔

فَلَا تُنْکِرُوْا وَلَا تَنْسَوْا یَا اَھْلَ الْبَاطِلِ ھٰذَا الْفَضْلَ مِنَ الشَّھِیْدِ.

اور میر صاحب کو علاوہ خاندان مجددیہ اور غوثیہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ کے خاندانِ محمدیہ بھی عطا ہوا لہٰذا خلفا میر صاحب کے وقت بیعت کے فرماتے ہیں کہ "ہم نے تجھ کو مرید کیا خاندانِ محمدیہ مجددیہ اور غوثیہ وغیرہ کے۔" اتنے کمالات مجتمع ہونا یہ بھی ادنیٰ خاصۂ کمالاتِ نبوت سے ہے۔

(مولوی اسماعیل دہلوی کا اپنے پیر کے متعلق بدترین غلو)

اور یہ بھی "صراطِ مستقیم" میں ہے:

"عنایت رحمانی و تربیت یزدانی بلاواسطۂ احدے متکفل حال ایشاں شد" انتہیٰ۔

(صراطِ مستقیم فارسی صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

(ترجمہ: "عنایاتِ رحمانی اور تربیت ربانی بلاواسطہ آپ کے حال کو متکفل (کفایت کرنے والی) ہوئی۔")

(صراطِ مستقیم مترجم صفحہ ۲۲۱ مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام اردو بازار کراچی)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نام اس خاندان کا خدائیہ ہووے۔ نہ محمدیہ۔ کس واسطے کہ یہ خاندان بلاواسطۂ غیر کے میر صاحب کو عطا ہوا نہ بتوسط پیغمبر ﷺ کے پس اس صورت میں غلطی مصنف کی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ نام خدائیہ رکھتے نہ محمدیہ۔

قوله اَمَّا الْاٰفَاتُ الَّتِیْ تَعْتَرِیْ الْوُعَّاظَ فِیْ زَمَانِنَا.

(وہابیوں کی ایک اور تحریف)

کہتا ہوں میں محبیانِ مذکور نے وہ طُرفہ تحریف اس عبارت میں کی ہے کہ رونگٹے بدن پر کھڑے ہوتے ہیں اور روافض ایسی تحریف سے حذر کرتے (پناہ مانگتے) ہیں کس واسطے کہ عبارت قول جمیل کی بعد انه مذموم انها محمودة کے یہ ہے۔ **فالقصص ان یذکر الحکایة النادر و یبالغ فی فضائل الاعمال و غیرهما بما لیس بحق۔** خلاصہ معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ "جو قصے مذمومہ اور مقبوحہ ہوں اور وہ قصے کہ اصلاً سچے نہ ہوں" یہ حضرات منکرین اس عبارت "قول الجمیل" کو مثل شیرِ مادر کے غٹ غٹ کر کے پی گئے اور ہضم بھی کر گئے اور عبارت اما الآفات کی بعد دو تین ورق کے آتی ہے اُس عبارت کو واسطے ثبوت دعویٰ اپنے کے بے محل چپکایا اگر حق ملحوظ ہوتا تو یہ اشارہ کرتے۔ اِلٰی اَنْ قَالَ۔ اور لفظ امّا کا کہ بیچ عبارت اما الآفات کے ہے درست نہیں بنتا ہے مگر جس وقت کہ اول حقیقت مذمومات کی معلوم ہووے کس واسطے کہ لفظ اَمَّا کا واسطے تفصیل مَا اَجْمَلَهٗ کے ہے اور غرض تحریف سے اِن محبوں بے تمیزوں کی یہ ہے کہ حق باطل اور راست عاطل ہوئے اور تفرقہ مسلمانوں میں پڑے۔

قوله فمنها عدم تمیزهم بین الموضوعات وغیرها بل غالب کلامهم الموضوعات المحرفات و ذکرهم الصلوات والدعوات التی عدها المحدثون من الموضوعات و منها قصصهم کربلا والوفات.

کہتا ہوں میں ذکر کرنا قول صاحب جمیل اور اَمَّا لآفات کا الخ بیچ حق منکروں کے سم قاتل اور زہرِ ہلاہل ہے۔ بہت وجھوں سے **اول:** یہ کہ ثبوت حرمتِ شہادت کا کچھ اس عبارت سے علاقہ نہیں رکھتا ہے کس واسطے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز اور مولوی رشید الدین خان مرحوم اور مرزا حسن علی اور مولوی کاظم وغیرہ امتیاز موضوعات کی زیادہ از حد رکھتے تھے بلکہ باب موضوعات میں اِن علما کو ادراک کامل حاصل تھے چنانچہ منکرین بھی اس بات پر قائل ہیں۔

(حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا ہر سال محرم میں ذکرِ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس منعقد کرنا)

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ فرض کیا ہم نے کہ بیان شہادت میں آفت وحرمت مساوی ہووے تو مولانا شاہ عبدالعزیز نے حکم صاحب "قول جمیل" کا صاف رد کیا ہے کس واسطے کہ مُحرم میں بیانِ شہادت کا فرمایا کرتے تھے چنانچہ عبارت خط مولانا سے کہ بنام علی محمد خان صاحب رئیس مراد آباد کے لکھا تھا اُس سے صاف بیان شہادت کا کھلا ہوا ہے عبارته هكذا اور "تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد میشود مجلس ذکر وفات شریف و مجلس ذکر شہادت" الخ

(ترجمہ: "سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسین")

(فتاویٰ عزیزی اردو مترجم صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

(وہابیوں کو چاہیے کہ شاہ ولی اللہ کے حکم کے موافق قبروں کا طواف بھی کیا کریں)

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولوی ولی اللہ صاحب طواف قبر کا جائز فرماتے ہیں۔ اب چاہیے کہ تمام وہابی ہر روز طواف قبور پدر و مادر اپنے کا کیا کریں کہ حکم اُن کے مجتہد کا ہے اور یقین ہے کہ منکرین تاریکی شب مین مثل شب روان (۸) کے خفیہ طواف قبور کا عمل میں لاتے ہیں کس واسطے کہ یہ فرمان اُن کے پیر کا ہے اور مولوی ولی اللہ صاحب بیچ "انتباہ" کے بیچ کشف احوالِ قبور کے یوں فرماتے ہیں:

عبارته هكذا "چوں بمقبره در آید دو گانۂ بروح آن بزرگوار ادا کند اگر سورۂ فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص و الا نه در هر دو رکعت پنج پنج بار اخلاص بخواند بعده قبله را پشت داده بنشیند و یکبار

(۸) "شب رو" چور کو کہتے ہیں جو راتوں کو چوری کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

آیۃ الکرسی و بعضے سورت ھا کہ در وقت زیارت میخوانند چنانچہ سورۂ مُلک و غیر ذلک بعدہ قل گوید پس از فاتحہ یازدہ بار سورۂ اخلاص بہ خواند و ختم کند و تکبیر بہ خواند و آغاز از راست بکند بعدہٗ ھفت کرت طواف کند و دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست بعدہٗ طرف پایان رخسارہ نہد و بیاید روے میت بنشیند و بگوید یا رب بست و یکبار بعدہ اول طرف آسمان بگوید یا روح در دل ضرب کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یا بداین ذکر بکند **انشاء اللّٰہ تعالٰی** کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید۔"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء فارسی اردو صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴ مطبوعہ ادارہ ضیاء السنۃ جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان)

اور مولوی ولی اللہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ظہورِ وجودِ نبی کا بعد سید المرسلین کے نہیں ہے۔" پس اب فرقۂ محدثہ وہابیہ پر لازم اور فرض ہے کہ اتباع اور اقتدا اپنے پیر کی کریں اور طواف قبر کا اور فاتحہ کرنا اور درود اور حفظ عرسوں مشائخ کا درست جانیں اور خلق کو گمراہ نہ کریں اور اقرار اس کا بھی کریں کہ کوئی نبی بعد حضرت کے نہیں ہے اور بموجب قول صاحب "صراطِ مستقیم" کے **وابتغوا الوسیلة الی المرشد** اول یہ مریدان اتباع دادا پیر کی کریں بعد اختیار اور قبول کرنے ان جمیع مسائل کے انکار اور حرمت شہادت حضرت حسین کا فرمادیں تاکہ مثل مشہور "خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت" کے نہ ہوں اور الٹی گنگا نہ بہائیں۔

قولہ: موجب "آفات پر آفات از ارتکاب امور مُنہی عنہا مانند نوحہ و شیون و ماتم و شور و گریہ۔"

اقول: کہتا ہوں میں کہ بیچ اس عبارت کے تحریف درتحریف فرقۂ محدثہ سے واقع ہوئی ہے کہ کس واسطے کہ ہم سنیوں کا یہ طریقہ نہیں ہے چنانچہ تصریح اور تشریح اس کی مذکور بالا ہو چکی ہے ہاں گریہ باعث رقیق القلبی کا ہے البتہ اہل تسنن سے ظہور میں آتا ہے بہ سبب

اتباع سنت کے۔ کس واسطے کہ پیغمبر ﷺ وقت بیان شہادت کے روئے ہیں پس جو گروہ امر سنت کو خرافات جانے بے شک وہ جماعتِ پُر حماقت، نافرجام اور ناسرانجام ہے۔

(حضرت امام حسین کی شہادت پر رونے کا احادیث سے ثبوت)

اب دلائل رونے کے اوپر شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے مندرجۂ رسالہ ہذا ہوتے ہیں:

اول حدیث:

اخرج البیہقی عن علی بن مُسہر قال حدثنی جَدَّتی قَالَتْ کُنْتُ ایام قَتْلِ الحسین جاریةً شابّةً فکانت السماء ایامًا تبکی.

(ترجمہ) "روایت کی بیہقی نے علی بن مُسہر سے، کہا ابن مسہر نے حدیث کی مجھ کو میری دادی نے کہا تھی میں وقت شہادت حسین کے جوان لڑکی۔ پھر آسمان چند روز اُن پر رویا تھا۔"

حدیث دوم:

اخرج ابونعیم فی دلائل عن ام سلمة قالت الجِنُّ تبکی علی الحسین و تنوح عَلَیْهِ.

دوسری حدیث کا ترجمہ: "روایت ہے حضرت ام سلمہ بی بی سرور کائنات ﷺ سے کہا روئے جن حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر۔"

(حضرت ابراہیم کی وفات پر حضور ﷺ کا آنسو بہانا)

اور حدیث "مشکوٰۃ" کی:

عن انسٍ قال دخلنا علیه بعد ذلك و ابراهیم یجُوْدُ بنفسه فجعَلَتْ علینا رسولِ اللّٰه ﷺ تَذْرفان فال عبدالرحمٰن بن عوف و اَنتُ یا رسول اللّٰه فقال یا ابن عوف اِنّھا رحمة ثم

اتبعها فقال ان العَینَ تَدْمَعُ والقلبُ یحزن ولا نقول الا ما
یرضی ربنا و انا بفراقك یا ابراهیم محزونون ثم قال انه
مهما کان من العین و من القلب فمن الله عزوجل و من
الرحمة وما کان من الید و من اللسان فمن الشیطان.

ترجمہ حدیث تیسری کا: ''مشکوٰۃ میں روایت ہے انس سے، کہا داخل ہوئے ہم
پاس رسول ﷺ کے، بعد اس کے اور ابراہیم جان کندن میں تھے پھر
روئیں دونوں آنکھیں رسول ﷺ کی بشدت، پھر پوچھا عبدالرحمٰن بن
عوف نے آپ روتے ہیں اے رسول اللہ۔ فرمایا اے ابن عوف رونا
رحمت ہے پھر اور روئے پھر فرمایا تحقیق آنکھیں روتی ہیں اور دل بے
قرار ہوتا ہے لیکن نہ کہیں گے ہم جس سے حق تعالیٰ راضی نہ ہو اور ہم
اے ابراہیم تیری جدائی سے البتہ غمگین ہوئے پھر فرمایا رونا آنکھوں
سے اور غم کرنا دل سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ غم کہ
ہاتھ اور زبان سے ہو وہ جانب شیطان سے ہے۔''

(اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنسو بہانا)

و عن ابی هریرة قال زار النبی ﷺ قبر اُمّه فبکی و ابکی
من حوله.

ترجمہ حدیث چوتھی کا: ''روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا زیارت کی پیغمبرِ خدا نے
اپنی والدہ کی قبر کی۔ پھر آپ بھی روئے اور بہتوں کو رُلایا۔''

اب حق تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ من بعد کوئی شخص نسبت حرمت کی اوپر رونے
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نہ کرے گا کس واسطے کہ رونا احادیث سے ثابت ہو چکا۔ مخالف
احادیث کا برابر فرعون کے ہے۔ بلکہ زیادہ اُس سے اور داخل زمرۂ اہل سَبِّ پیغمبر ﷺ کے
ہوگا۔ پس جس صورت میں گریہ اور حُزنِ پیغمبر ﷺ اور ام سلمہ وغیرہ کا بلاشبہ حدیث سے

ثابت ہوا۔ اب یقین خدا سے ہے کہ من بعد کوئی مسلمانوں سے یہ کلمہ نہ کہے گا کہ شہید ہونا
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موجب گریہ اور غم کا نہیں ہے اور جو کوئی باوجود اس سند کے پھر بے
حیائی سے یہ کہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کا موجب خوشی کا ہے نہ باعث غم کا، تو اس صورت میں
قائلِ خوشی کو مصداق مصرع ہذا کا جانیں۔

ع مخالف نبی کا ہے دشمن خدا کا

قوله: ''ازیں سبب بیان ایں قصه باوجود فرطِ محبت باهل
بیت ثبوت در قرون ثلاثه نبود'' الخ۔

اقول: کہتا ہوں میں یہ قول منکرینِ شہادت کا بہت پوچ اور واہی ہے کس واسطے کہ اگر
مراد ان منکرین کی اس عبارت سے یہ ہے کہ بیان حال شہادت کا قرونِ ثلاثہ میں مطلق نہ
تھا تو یہ محض پُر غلط ہے اس دلیل سے کہ جو بیان شہادت کا قرون ثلاثہ میں نہیں تھا تو یہ بیان
شہادت کا ہم تک کیونکر پہنچا اور صاحب ''مواہب'' اور شیخ عبدالحق اور مولانا شاہ عبدالعزیز
وغیرہ نے کہاں سے اپنی کتابوں میں لکھا؟ اور اگر اس عبارت سے یہ معنی مذکورہ بالا مراد نہیں
ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ کسی نے خاص روز عاشورہ کو بیان نہیں کیا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر
اجتہادی تمہارا مستلزم حرمت بیان شہادت کا نہیں ہوتا ہے وِالّا اس دلیل سے لازم آئے
حرمت تعین مذہب ائمہ اربعہ اور حرمت دہ دردہ حوض کی اور لازم آئے حرمت ''خاندانِ
محمدیہ اور مجددیہ'' کی۔ اور حرام ہونا نماز کا عقب امام نوکر کے اور لازم آئے حرمت بنانے
مسجد سہ بُرجہ اور دو مینار اور مُصلّائے سنگِ مرمری کی اور لازم آئے حرمت ''ہدایہ'' اور حرمت
تصنیف کتبِ احادیث کی۔ اور لازم آئے حرمت بنائے مکبّر اور حرمت اسم خدا کی کہ لفظ
فارسی کا ہے بلکہ حرام کہنا اس کلمے کا شہادت حرام ہے ''قول غزالی'' اور ''صراطِ مستقیم'' سے
کیا اچھی حرمت تعین کی اپنی عقل ناقص سے نکالی کہ دین کو برباد کیا۔

قوله: نقلا قال الشیخ شهاب الدین ابن حجر التمیمی
المکی فی الصواعق المحرقة اعلم انّ اُصیبَ به الحسینُ
رضی الله عنه فی عاشورا انما هو هو الشهادة الدالةُ عن

مزید خطرة و رفعة درجته عند ربه والحاقه بدرجات
اهل بیت الطاهرین فمن ذکر ذلك الیوم مصائبه لا ینبغی
ان لا یشتغل الا بالاسترجاع.

(ترجمہ) ''کہا صواعق محرقہ میں جان تُو وہ مصائب کہ پہنچیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عاشورہ کے دن وہ دلالت کرتی ہیں اوپر مرتبے اور درجے اُن کے کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے۔ پھر جو کوئی اُن کا قصہ شہادت کا بیان کرے رونا پیٹنا نہ کرے ہاں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے۔''

(امام ابن حجر کے قول سے محفل ذکرِ شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ منعقد کرنے کا ثبوت)

اقول: کہتا ہوں میں کہ کیا حماقت منکرین کی ہے کہ دلیل حرمت شہادت کی وہ لائے جو مفید اہلِ تسنن کے ہے اور نہیں جانتے کہ اس دلیل سے یہ مثل اس پر راست آئے کہ جب گیدڑ کی شامت آئے طرف شہر کے بھاگے۔ کس واسطے کہ صاحبِ صواعق بہ آوازِ بلند بیچ حق ان بے ہوشاں کے فرماتا ہے کہ اگر کوئی اہلِ سنت ذکرِ شہادت روزِ عاشورہ کو بیان کرے البتہ بیچ اُس روز اور اُس وقت کے ساتھ ذکر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے مشغول ہو جیسے کہ ہم اہل سنت بعد بیان شہادت اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہیں اور ایصال ثواب شیرینی وغیرہ مع کلمہ درود اور فاتحہ کرتے ہیں۔ نہ مثل وہابیوں اور خارجیوں کے خوشحالی اور شادی کرتے ہیں پس قول صاحبِ ''صواعق'' بیچ حق ہمارے کے راست اور درست ہے نہ بیچ حق منکرین کے سبحان اللّٰہ بازار جاہلوں کا کس قدر گرم ہے العظمة للّٰه اور ذکرِ اولیا اور تعریف اور توصیف علمائے حق سے نہایت حسد کرتے ہیں اور ہجو اُنہوں کی چھپواتے ہیں اور اپنی محفلوں میں پڑھواتے ہیں اور جاہلوں کو اولیا کی طرف سے ورغلاتے ہیں چنانچہ ازاں جملہ ایک ہجو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک ہجو مولوی رشید الدین خان کی اور ایک ہجو اس فقیر کی ہے جاننا چاہیے کہ وہابی جو ذکرِ شہادت اور مولود

اور فاتحہ اور درود اور تعین یوم وغیرہ کو حرام کہتے ہیں غرض اُن کی اُس کہنے سے یہ ہے کہ جمیع اہلِ سلف اور خلف خواہ غوث، خواہ قطب، خواہ علما ان سب کو بدعتی جانیں اور نام اولیا سے مثل ہمارے نام کے بیزار ہیں۔

(وہابی دعویٰ اتباعِ سنت کا کرتے ہیں لیکن صاحبِ سنت کے ذکرِ میلاد کے منکر ہیں)

خاصہ اس فرقۂ محدثہ کا یہ ہے کہ در پردۂ سنت ذکرِ ریاضت اور عبادتِ اولیا سے اُس قدر تنفر کرتے ہیں کہ تحریر سے باہر ہے اولیا تو کجا خاص ذکرِ پیغمبر ﷺ کو مکروہ جانتے ہیں پھر دعویٰ اتباعِ سنت کا کرتے ہیں کوئی اہلِ فہم وقت اِدعائے سنت کے اس گروہ محدثہ سے نہیں کہتا کہ دعویٰ اتباع سنت کا کرتے ہو اور ذکر صاحبِ سنت کو مکروہ کہتے جاتے ہو اور شفاعت سے منکر ہو اور ایصالِ ثواب کو بدعت فرماتے ہو، کھانا فاتحہ کا نگل جاتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی۔ سبحان اللّٰہ قول کچھ، فعل کچھ، غرض کہ کُل وہابی مثل گندم نما اور جو فروش کے ہیں خدا کسی مسلمان کو ان کے دام میں نہ پھنسائے بڑے مکّار غدّار ہیں۔ رسالہ ''تحفة الطالحین'' میں نام ''غزالی'' اور ''صواعق'' اور ''شیخ عبدالحق'' کا بدنام کرتے ہیں۔ آخرت اپنی گندی کرتے ہیں کس واسطے کہ وہ تو سب کے سب اپنی اپنی کتابوں مین بیان شہادت اور مولود اور اذکار اور درود اور سماعت اموات اور فیض ارواح اور استعانت کا لکھتے ہیں یہ گروہِ محدثہ سبب بے حیائی اور فریب کے نام ان بزرگوں کا بیچ رسالے اپنے کے ناحق داخل کرتے ہیں اور در باطن اُن کے دشمن ہیں۔ کس واسطے کہ نہ سب رسالہ ہندی اِن کے خلاف علمائے اہل سلف کے ہیں اور کرامت اولیاء اللہ سے بہ دل منکر اور زبان سے مقر (اقرار کرتے) ہیں۔ **قولہ**: ''امام غزالی در بعضے تصانیف خود بیان شہادت قصہ کربلا از منہیات شمردہ''

اقول: کہتا ہوں میں یہ سند لانی منکرین کی باب حرمت شہادت میں بہت بے جا ہے بہ چند وجہ۔

۱- وجہ اول یہ ہے کہ یہ عبارت غزالی کی بدون تصرف کے نہیں ہے مجیب نے صرف تہمت غزالی پر کی ہے کس واسطے کہ حوالہ کسی کتاب کا نہ کیا ترکِ افترا ان مفتریوں کی تمام ہوئی۔

۲- وجہ دوسری یہ کہ فرض کیا ہم نے کہ یہ افترا نہیں ہے لیکن غزالی نے بیچ اس بات کے کوئی سند امام اپنے کی یا غیر امام سے نقل نہیں کی پس لائق اعتبار کے نہیں ہے۔

۳- وجہ تیسری یہ ہے کہ ''کیمیائے سعادت'' میں غزالی فرماتے ہیں:

''مقام سوم در سماع حرکت و رقص و جامه دریدن و زید بن حارثه ؓ را گفت که تو برادر مولاے مائی و از شادی رقص کرد پس کسی کو میکوید که این حرام ست خطا میکند''۔

پس اب مجیب کو چاہیے بحکم غزالی کے مجلس سماع میں حاضر ہوئے اور رقص کرے اور وجد میں آئے اور بعضے مزامیر سنے کس واسطے کہ مجیب نے غزالی کو مستند اپنا جان کر اُس عبارت متصرفہ کو دلیل قول اپنے کی لایا۔

۴- وجہ چہارم وہ کہ مجیب عبارت غزالی کی بیچ سوال کے یہ لایا ہے:

فَاِنَّهٗ مُهَيِّجٌ اِلٰی بَعْضِ الصَّحَابَةِ وَالطَّعْنِ فِيْهِمْ.

محض غلط ہے کس واسطے کہ یہ قول درمیان قتل حسین ؓ اور بعض صحابہ کے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ہے کجا قتل حسین کجا بعض صحابہ خدانخواستہ کیا کوئی اصحاب سے ہمراہ لشکر یزید کے تھا کہ ذکر شہادت کا باعث بُغضِ اصحاب کا ہوگا؟ کیا کسی نے اچھا کہا ہے:

؎ عالم نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے

۵- پانچویں یہ کہ علمائے عالیشان اور ائمہ عالی مکان نے بیچ کتب اپنی کے ذکر شہادت اور ولادت کا بکمال زور شور کے کیا ہے تو اس صورت میں قولِ غزالی لائق سماعت اور اعتبار کے نہیں ہے۔ **قولہ:** ''اهانت اهل بیت باشد۔'' **اقول:** کہتا ہوں میں یہ خیال خام بدانجام ہے کس واسطے کہ وقت شہادت کے ایسی جُرأت حضرت حسین ؓ نے اور اُن کے اصحاب نے کی ہے کہ اوپر صفحۂ روزگار کے نقش کالحجر (پتھر پر

نقش کی طرح) ہے اور حال صبر اور توکل کا باوجود قتل اولاد کے وہ ہے کہ مصداق وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ہوئے اور ایسے وقت مصدر خلاف کتاب اللہ اور مظہر ترک سنت رسول اللہ کے نہ ہونا کس قدر مقبول خدا اور رسول کے ہوتا ہے اور یہ نافہم اتنا بھی نہیں جانتے کہ بیانِ شہادت میں کیا قباحت ہے بلکہ عین ہدایت ہے کس واسطے کہ جمیع اقوال اور افعال حضرت حسین کے عین سنت ہیں پس ایسے اقوال اور افعال کا بیان کرنا خالی عبادت سے نہیں ہے اور جو کرامتیں کہ سر مبارک سے بعد شہادت کے ظہور میں آئی ہیں وہ روزِ عاشورہ کو اُس قدر بیان ہوتی ہیں کہ دل خارجیان اور متعصّبانِ بداعتقاد کا شق (پھٹا ہوا) ہوتا ہے اور وہ یہ کرامتیں ہیں کہ کلام کرنا سر مبارک کا اور اسلام لانا یہودیوں کا اور آنا ارواحوں کا واسطے زیارت سر مبارک کے اور بالفرضِ مُحال بحکم مصرعہ ہذا کے

؎ برعکس نهند نام زنگی کافور

یہ مذکور شہادت اہانت سہی مگر اس صورت میں مُنکرین کو چاہیے کہ پھر تفسیر ''سورۂ اعراف'' کو مطالعہ کریں کہ حضرت موسیٰ ؑ نے توریت زمین پر پھینکی اور ریش (داڑھی) ہارون نبی ؑ کی کھینچی اور علاوہ اس کے کفارِ عرب نے درعینِ نماز آنحضرت سے بے ادبی کی اور کفار نالائقوں نے اوپر سر ابوبکر ؓ کے نعلین ماریں اور ریش (داڑھی) نوچی اور کہا ابوبکر نے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ اور پانی مانگنا آنحضرت ﷺ کا اہلِ طائف سے اور نہ دینا پانی کا اور حال توڑنا دندان شریف کا دن احد کے، اور خاک آلود ہونا جنابِ سرور ﷺ کا اور چلے صحابہ کا، جیسے کہ بیچ صحاح ستہ کے ہے وائے اوپر ان نان طلبوں اور بدفہموں اور دشمنانِ خدا کے کہ بیانِ شہادت کو اہانت قرار دیتے ہیں اور اہانت کے پردے میں دشمنی اہلِ بیت سے کرتے ہیں باوجود اس گمراہی کے پھر دعویٰ اتباعِ سنت کا کرتے ہیں خدا بچائے مسلمانوں منافق صفت اور عالم صورت جہالت سیرت سے۔

قولہ: ''سوال مجلس متعارف یعنی مجلس مولود که در شهرها مے شود جائز و مستحب یا بدعت و مکروه جواب انعقاد محفلی یعنی محفل مولود که درین شهر ها میشود

بدعت و مکروہ ست کدامی دلیل از دلائل شرعیہ یعنی کتاب و سنت و اجماع و قیاس ثبوت ایں قائم نیست و ہر امرے کہ چنیں باشد آں بدعتِ سئیہ و نامشروع و ادنیٰ درجہ بدعت سیّئہ و غیر مشروع مکروہ ست۔"

اقول: کہتا ہوں میں یہ امر مستحسن یعنی بیان مولود نبی مسعود ﷺ کا تمام محدثین اور سائر فقہا مثل امام نووی شارح صحیح مسلم وجلال الدین سیوطی اور صاحب سیرت شامی اور تلمسانی اور عسقلانی اور ماوردی اور ابوالخیر سخاوی اور علامہ طغرل اور جلال الدین اور علامہ ظہیر الدین وغیر ھم اور تمامی اہلِ حرمین سے ثابت ہے بدعت اور مکروہ کہنا عین حماقت اور عین عداوت ہے اور کوئی منکر اس امرِ مستحسن کا حضرت کے وقت سے اس زمانے تک بجز فاکہانی اور وہابیوں کے پیدا نہیں ہوا۔ پس ان تمامی محدثین کو مرتکبِ بدعت اور حرام کا کہنا، اور پھر صحاح ستہ کو صحیح اور درست جاننا عاقبت اپنی خراب کرنی ہے خدا جانے خوف کہاں گیا اور حیا کہاں گئی نہ منکرین کو خوف عذابِ قبر کا، نہ ڈر وبالِ محشر کا، سبحان اللّٰہ افیون اور چرس اور اُلّو حلال اور بیان تعریف رسول ﷺ نامشروع اور بدعتِ سئیہ اور مکروہ۔

استغفر اللّٰہ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ و **قولہ**: تاج الدین الفاکہانی فی رسالۃ لا اعلم لھذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنۃٍ ولا ینقل عملہ عن احدٍ من العلماء الائمۃ الدین ھم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل ھو بدعۃ احدثھا البطالون لشھوۃ نفس اعتنی بھا الاکالون.

(تاج الدین فاکہانی کے دلائل کا امام سیوطی کی طرف سے مدلل رد)

اقول: کہتا ہوں میں کہ ثابت کرنا حرمت مولود کا قول فاکہانی سے بہت بے جا ہے اب جواب فاکہانی کا سنیں کہ کیا جواب فرمایا ہے قدوۂ علماء المحدثین حافظ اجل شیخ جلال الدین سیوطی نے (جس کو نقل کیا ہے صاحب سیرتِ شامی نے) بیچ "سُبل الہدیٰ" کے:

قال لا اعلم فیقال علیہ نفی العلم لا یلزم نفی الوجود و قد استخرج لہ الامام ابوالفضل ابن حجر اصلا من السنۃ و استخرجنا ھنا اصلا ثانیا و قولہ بل ھو بدعۃ احدثھا البطّالون یقال علیہ انما احدثہ مَلِکٌ عادل عالم قولہ ولا مندوبًا یقال علیہ ان المندوب تارۃ یکون بالنص و تاۃ بالقیاس ھذا و ان لم یرو فیہ نص ففیہ القیاس علی الاصلین و قولہ لا جائز ان یکون مباحًا کلام غیر مستقیم لان البدعۃ لم ینحصر فی الحرام والمکروہ بل قد یکون ایضاً مباحۃً و مندوبۃً و واجبۃ الخ

پس دیکھا تم نے اے نان طلبو! حال شیخ اپنے کا اور سُنا تم نے جواب محدثین کا من بعد۔ اوپر قولِ مردود کے ایمان لانا اور اجماع کو ترک کرنا اور مدح اور ثناءِ رسولِ مقبول سے نسیان کو کام فرمانا اور ایصال ثواب آنحضرت سے رُوگردانی کرنی اور مناع للخیر ہونا ہے اب اقوالِ محدثین والاتمکین کے اوپر اثبات محفلوں مولود شریف کے سنو۔ اگر توفیق رفیق ہووے توبہ کرو تم و اِلّا فردا سوائے افسوس افسوس کے کلمہ دوسرا اوپر زبان کے نہ ہوگا بیچ "مدخل" کے ہے:

(محفلِ میلاد شریف کا ثبوت علماء سلف کے کلام سے)

الشھر العظیم الذی فضلہ اللّٰہ تعالٰی و فضلنا اللّٰہ بھذا النبی الکریم الذی من اللّٰہ علینا بہ بسید الاولین والآخرین الٰی اَن قال ثم صوم الاثنین ذلك یوم وُلِدَ فیہ الخ.

وہابیوں نے بجائے اقرار کے انکار کو "مدخل" سے نقل کیا اور تحریف کو کام فرمایا اور بیچ "سیرت شامی" کے:

قال الحافظ ابوالخیر السخاوی ثم لازال اھل الاسلام فی

سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فى شهر مولودة ﷺ و يعملون ابو لائم قال ابو الجزرى شيخ القراء و من خواصه امان فى ذلك العام قال الحافظ عماد الدين فى تاريخه كان يعمل المولد الشريف فى ربيع الاول و يحتفل.

قسطلانی بیچ ''مواہب لدنیہ'' کے فرماتے ہیں:

قال ابن الجوزى فاذا كان هذا ابولهب الكافر الذى نزل القران الخ

جلال الدین سیوطی بیچ ''فتاویٰ'' کے ارشاد کرتے ہیں:

انما احدثه ملك عادل عالم كامل ماهر قصد به القرب الى الله تعالٰى و حضر عنده فيه العلماء من غير نكير منهم فكان اجماعًا و قد اثنى عليه الائمه منهم الحافظ ابو شامه الخ.

اور علامہ ابن طُغربَل نے بیچ اور ''در المنتظم'' کے فرمایا:

و قد عمل محبّون النبى ﷺ فرحًا بمولده الولائم الخ و كذا قال جمال الدين الهمدانى والمنصور البشار و ناصر الدين المبارك.

اور شیخ جمال الدین عبدالرحمان اور امام ظہیر الدین نے کہا:

انه بدعة حسنة اذا قصد به جميع الصالحين والصلٰوة على النبى ﷺ و اطعام الطعام للفقراء والمساكين الخ

اور بہت سندیں معتبر رسالہ فارسی مین باب مولود میں مولوی صاحب نے مندرج کی میں اس مترجم نے بسبب طوالت کلام کے نہیں لکھیں جس کسی کو شوق تحقیقات اس سے زیادہ کا ہو رسالہ فارسی مولوی صاحب طلب کرے جب قلعی منکرین کی بوجہ احسن کھل جائے معلوم نہیں کہ کیا بنا (وجہ) ان وہابیوں کو پیش آئی کہ باوجودیکہ حاجی اسحاق اپنی کتاب ''مائۃ

المسائل'' بیچ سوال و جواب پندرھویں میں لکھتے ہیں:

''قیاس عرس بر مولود شریف غیر صحیح ست زیرا که در مولود ذکر ولادت خیر البشر و آں موجب سرور ست و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور که خالی از بدعات و منکرات باشد آمده'' انتہے عبارتہ۔

پس نیک ہونا اور مستحب ہونا مولود شریف اور محفل منیف کا ائمہ دین سے اور تمامی محدثین اور تمام فقہاے با تمکین سے مع تعین یوم اور تعین ماہ ربیع الاول اور تاثیرات کے ثابت ہوا۔ اب وُحُوش سیرت (یعنی جنگلی جانوروں جیسوں) کو جادُم ہلانے (خوشامد کرنے) کی نہیں ہے اور جادم زدن (نہیں مجال کچھ کہنے) کی کجا مگر جو شخص کہ ایمان سے ہاتھ دھولے جو چاہے سو کہے۔

(امام ابن جوزی کا قول کہ محفل میلاد شریف منعقد کر کے منکروں کا دل جلانا چاہیے)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ''محافل مولود کرو اور کھانا کھلاؤ اور سرور حد سے زیادہ کرو تا کہ دل کافروں کا جلے۔'' سبحان اللہ اس زمانے میں دل مومنانِ عبدالوہاب کا ساتھ خوشی ولادت کے جلتا ہے اور رشک کرتا ہے۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا شَیْءٌ عُجَاب۔ العظمة لِلّٰه

بعضے پیغمبر ﷺ کی ہجو کرتے ہیں اور وہابی مدح اور بیانِ معجزات سے مانع ہوتے ہیں اور ساتھ بیان حرمتِ مولود شریف کے پیش آتے ہیں البتہ یہ امت عبدالوہاب نجدی کی بھی ہم زبان اُن کے ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

(وہابی رسالہ کی تصدیق کرنے والے وہابی مولوی کی تضاد بیانی)

اب ختم ہوا یہ رسالہ اوپر ایک لطیفے کے کہ بعض مہر کناں اور نذر دہندگان دشمن حسین سے کہتا ہے اور قول اُس کا فوق اس نقش کے ہے۔

۱۲۷۸
حسبنا الله
حفیظ الله بس

وہ یہ ہے کہ ”جو حضرت مجیب نے ارقام فرمایا ہے جواب باصواب اور مضمون لاجواب ہے اور محافل مولود وغیرہ اسی قبیل سے ہے جیسے کہ تذکرہ اہلِ بیت کا موسم خاص میں بیان کرنا مکروہ اور نامناسب ہے۔“

لکھتا ہوں میں **سبحان اللہ** اس مہر کرنے والے نے کس قدر لیاقت بلکہ حماقت کو کام فرمایا ہے کہ تحریر سے باہر ہے اول یہ کہ رسالہ ”تحفۃ الطالحین“ زبان فارسی میں ہے اور جناب عبارت ہندی میں لکھتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ لکھتے ہیں جواب باصواب اور مضمون لاجواب ہے یعنی بلاشبہہ ذکر شہادت حرام ہے اور یہی بیان مولود بدعت سیئہ بعد لکھتے ہیں کہ ”تذکرہ اہلِ بیت کا موسم خاص میں بیان کرنا مکروہ و نامناسب ہے“ اول **حرام** فرمایا ہے من بعد (اسکے بعد اسے) **مکروہ و نامناسب** ارشاد فرماتے ہیں شاید کہ وحی آئی ہو۔

تیسرے یہ کہ فرماتے ہیں تذکرہ اہلِ بیت کا موسم خاص میں اس قید سے مکروہ بھی منسوخ کیا۔ کس واسطے کہ یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے کہ تذکرہ اہلِ بیت بشرط عدمِ موسم خاص جائز ہے یقین واثق ہے کہ بلاشبہہ حضرت جبرئیل نے بصورت دحیہ کلبی آکر الہام کیا ہو **الحمد للہ** کہ دعوے ثبوت مع معجزات جناب کے تمام ہوا اور ہیچ اس کے کسی طرح کچھ تردد اور کوئی تامل نہ رہا اور بھی دعویٰ مجیب کا ساتھ شہادت جواب باصواب حضرت کے اختتام ہوا۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ.

تمت

مجلس میلاد شریف کا قرآن پاک سے ثبوت
اور منکرین کا عجز و گریز و سکوت

مؤلف

حضرت مولانا مولوی طیب صدیقی قادری برکاتی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

نام کتاب : مجلس میلاد شریف کا قرآن پاک سے ثبوت اور منکرین کا عجز وگریز وسکوت

مولف : حضرت علامہ مولانا محمد طیب صدیقی قادری برکاتی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : ہفتہ وار الفقیہہ امرتسر، جون ۱۹۳۳ء

طبع دوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

مجلس میلاد شریف کا قرآن پاک سے ثبوت اور منکرین کا عجز وگریز وسکوت

از قلم: غیظ المنافقین حضرت مولانا مولوی محمد طیب صاحب
صدیقی قادری برکاتی نوری داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

مکرمی ومحترمی جناب مولانا حکیم معراج الدین صاحب مدیر اخبار پُر بہار ''الفقیہ'' حفظہٗ ربہٗ تعالٰی من شر کل غبی و غوی و سفیہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ، بحمدہ تعالٰی بخیریت اور آپ حضراتِ اہل سنت کے لیے طالب خیریت ہوں۔ آپ کے مبارک اخبار مورخہ ۲ صفر مظفر ۱۳۵۲ھ میں یہ مژدۂ ایمان افروز دیکھا کہ ربیع الاول شریف میں ''الفقیہ'' کا میلاد نمبر باذنہٖ تعالٰی شائع ہوگا اس سے بڑی مسرت وفرحت ہوئی۔ فی الواقع اخبار ''الفقیہ'' ہندوستان کے اہلِ سنت کا واحد اخبار ہے اور اپنے زمانۂ ابتدا سے اب تک اخبار مذکور نے باوجود سنیوں کی سرد مہری کے جو کچھ مذہب اہل سنت کی نصرت وحمایت اور بے دینانِ ہند کے اباطیل وکفریات کی اماتت کی ہے وہ سب سنیوں کی طرف سے باعثِ مشکوری اور اللہ ورسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان شاء اللّٰہ تعالٰی سببِ ماجوری ہے اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں اخبارِ مذکور کو ہمیشہ اسی طرح جاری رکھے اور ہم سب سُنّیوں کو اس کے اجرا میں سعی بلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اس وقت ایک مضمون بابت میلاد شریف روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اس مضمون کو تمام وکمال میلاد نمبر میں شائع کر کے

شکریہ کا موقع دیں گے۔ (فقیر محمد طیب صدیقی)

برادرانِ اہل سنت السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

اخبار پُر بہار گوہر بار الفقیہ مورخہ ۲ صفر ۱۳۵۲ھ میں بہ ماہ ربیع الاول شریف ''میلاد نمبر'' کی اشاعت کا مژدہ دیکھا اس وقت دیوبندیوں کے حکیم الامۃ وہابیوں کے مجدد الملۃ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی گمراہ کن کتاب ''سیف یمانی بر فرقۂ رضا خانی'' کا دندان شکن ردّ مسمّٰی بنام تاریخی ''ارشاد الاخیار'' (۱۳۴۹ھ) میرے پیشِ نظر ہے اس میں سے صرف اس قدر مضمون جو میلاد شریف کے متعلق ہے لکھ کر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ سُنّی بھائی دعا فرمائیں کہ بعونہٖ تعالیٰ مبارک کتاب جلد چھپ کر شائع اور اہلِ سنت کے لیے نافع اور گمراہی و بے دینی کی دافع اور اساسِ وہابیت و دیوبندیت کی قالع و قامع ہو۔ آمین

تنبیہ: کبرائے وہابیہ کی عبارتِ کفریہ لفظ **''ظلام''** سے شروع ہوگی اور اکابرِ اہلِ سنت نے جو اس کا رد فرمایا اس کا عنوان **''حسام''** ہوگا۔ قال التھانوی کے بعد ''سیف یمانی'' کی عبارت ذکر کی جائے گی اور اقول سے اس کا رد ہوگا۔ و باللہ التوفیق۔

ظلام:

رشید احمد گنگوہی نے اپنے ''فتاویٰ گنگوہیہ'' (یعنی فتاویٰ رشیدیہ) حصہ اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی کے صفحہ ۴۸ پر لکھا:

''عقدِ مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔''

اسی ''فتاویٰ گنگوہیہ'' حصہ دوم مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند کے صفحہ ۱۳۱ پر لکھا:

''محفلِ میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف گزاف اور روایاتِ موضوعہ و کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔

الجواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔''

اسی حصہ دوم کے صفحہ ۹۲ پر لکھا:

''انعقادِ مجلسِ میلاد بدونِ قیام بروایاتِ صحیح درست ہے یا نہیں؟

الجواب: انعقادِ مجلسِ مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امرِ مندوب کے واسطے منع ہے۔''

اسی ''فتاویٰ گنگوہیہ'' کے حصۂ سوم مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد کے صفحہ ۱۴۳ پر لکھا ہے:

''جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیمِ شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔''

یہی گنگوہی ''براہینِ قاطعہ'' مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ کے صفحہ ۱۴۸ پر لکھتا ہے:

''یہ مجلسِ میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورتِ جواز اس کی نہیں ہوسکتی۔''

حسام:

پیارے سنی بھائیو! اے محمد رسول اللہ ﷺ کے نامِ اقدس پر فدائیو! تاجدار مدینہ ﷺ کے ذکر مبارک سے گنگوہی کی عداوت تو دیکھو کس طرح منہ بھر کر مجلسِ میلاد مبارک کو ناجائز و ممنوع و منکر و بدعت کہہ رہا ہے۔ صاف کہا کہ مجلسِ میلاد میں کوئی نامشروع یعنی ناجائز بات نہ ہو وہ بھی جائز نہیں صاف کہا کہ جس مجلس میلاد میں صحیح روایتیں پڑھی جائیں اور کسی قسم کا کوئی لاف و گزاف نہ ہو وہ بھی ناجائز ہے۔ صاف کہا کہ جس مجلسِ میلاد میں قیام بھی نہ ہو اور فقط صحیح روایتیں پڑھی جائیں وہ بھی ناجائز ہے۔ صاف کہا کہ جس مجلسِ میلاد میں صرف قرآن عظیم کی آیاتِ کریمہ پڑھی جائیں وہ بھی ناجائز ہے۔ صاف کہا کہ ہر حال میں مجلسِ میلاد ناجائز ہے۔ صاف کہا کہ کوئی مجلسِ میلاد کسی طرح سے بھی جائز نہیں ہو

سکتی۔ صاف کہا کہ مجلسِ میلاد بدعت اور منکر یعنی گناہ ہے۔ اور شرعاً کسی صورت سے بھی جائز نہیں ہوسکتی اور ان گالیوں کا خبیث حیلہ تداعی کو بناتا ہے یعنی مجلسِ میلاد میں مسلمانوں کو دعوت دے کر بُلایا جاتا ہے اس لیے مجلسِ مبارک بھی ناجائز ہے اور اس میں شرکت بھی ناجائز۔ **دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تداعی جائز۔ طالب علموں کو پگڑی باندھنے کے جلسے میں لوگوں کو بلانا جائز، مدرسوں کے نام سے بھیک مانگنے کے لیے جلسوں میں لوگوں کو دعوت دینا جائز۔ تھانوی کے وعظ میں شریک ہونے کے لیے اشتہار چھاپ کر ڈھنڈورا پیٹ کر لوگوں کو بلانا جائز مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے ذکرِ میلاد سننے کے لیے مسلمانوں کو دعوت دے کر بلانا حرام وناجائز یعنی عداوت تو سرکارِ دوعالم ﷺ سے ہے یہیں بدعت سوجھتی ہے** منکر نظر آتا ہے۔ اپنے لیے منکر معروف بن جاتا ہے۔ حرام حلال ہو جاتا ہے بدعت سنت نظر آنے لگتی ہے۔

ع حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

قال التھانوی:

''نفسِ ذکرِ ولادت جو درجۂ اطلاق میں ہے ہمارے نزدیک امرِ مستحسن ہے اور عقد یا انعقاد جس کے مفہوم میں تداعی وغیرہ وغیرہ اہتمامات وتخصیصات بھی داخل ہیں اور جو درجۂ تقیید میں ہے۔ ہمارے نزدیک ممنوع اور نادرست ہے۔''

اقول:

تھانوی صاحب! آپ کی اس ''نفیس'' تحقیق کو دیکھ کر تو واقعی عقلائے زمانہ دنگ ہو جائیں گے کیا مطلق کا وجود بغیر تقیید کے ممکن بھی ہے۔ مطلق جب موجود ہوگا تو مقید ہی کے ضمن میں ہو کر پایا جائے گا۔ نفسِ ذکرِ ولادت کو آپ مسلمانوں کے ڈر سے مستحسن بتا رہے ہیں اس کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا اس میں تداعی کی قید ہو یا ترکِ تداعی کی قید ہو یا تداعی اور ترکِ تداعی دونوں سے معرا ہو۔ تیسری صورت تو بوجہ ارتفاعِ نقیضین محال۔

اور پہلی صورت کو آپ حرام کرا چکے اگر دوسری صورت ہو تو مطلق کی تقیید آپ نے بھی کر دی تداعی کی نہ سہی مگر ترکِ تداعی کی قید تو آپ نے بڑھا دی۔ کہئے مطلق کو مقید کیا یا نہیں اور آپ کے دھرم میں مطلق کو مقید کر دینے سے حرام ہو جاتا ہے تو یہ دوسری صورت بھی آپ کے نزدیک حرام ہو گئی اب بولئے آپ کے نزدیک نفسِ ذکرِ ولادت (حرام) ٹھہرا یا نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اور وہ مستحسن کہنا فریب اور تقیہ اور مسلمانوں کو دھوکے دینا ہوا یا نہیں۔

(۲) تھانوی صاحب! ہم مجلسِ میلاد شریف کے جواز میں ایک جملہ مختصرہ عرض کریں جو موافقین کے لیے باعث طمانیت اور مخالفین کے لیے باذنہٖ تعالیٰ سببِ ہدایت ہو۔ محفلِ میلاد صرف اس کا نام ہے کہ مسلمانوں کو بُلا کر حضور اقدس ﷺ کے فضائلِ جمیلہ و مراتبِ جلیلہ انہیں سُنائے جائیں اور حضور کی ولادتِ مقدسہ کا ذکر کیا جائے یہ تو حقیقت ہے اس مجلسِ کریم کی۔ اب قرآن کریم سے اس کے جواز کا ثبوت لیجئے۔ فرماتا ہے جل و علا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (الآیۃ)

ترجمہ: یعنی ''بیشک ضرور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جبکہ ان میں ایک عظمت والا رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔''

اس آیتِ کریمہ نے صاف فرما دیا کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادتِ مقدسہ ایک ایسی نعمتِ جلیلہ ہے جس کا اللہ عزوجل مسلمانوں پر احسان جتاتا ہے اور کیوں نہ ہو آدم و عالم، کرسی و عرشِ اعظم، لوحِ محفوظ و قلم سب حضور ہی کی ولادتِ پاک کا صدقہ اور طفیل ہے۔ حضور کی ولادتِ مبارکہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور نہ ہوتی تو کچھ پیدا ہی نہ فرماتا۔ فرمادیا گیا:

لولاك لما خلقت الدنيا.

یعنی ''اے محبوب اگر تم کو پیدا نہ کرتا تو جہان ہی کو نہ بناتا۔''

اور خدا کی نعمت کا ذکر اور چرچا کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب و مرغوب و مطلوب ہے۔

فرماتا ہے عز و علا:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.

یعنی ''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

اور فرماتا ہے **تبارك تعالیٰ:**

فاذکروا آلاء الله لعلکم تفلحون.

یعنی ''اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

تو بحمدہٖ تعالیٰ قرآنِ عظیم ہی سے ثابت ہوگیا کہ حضور کی ولادتِ باسعادت کا ذکر اور چرچا کرنا عین مطلوبِ الٰہی ہے۔ **و للّٰہ الحمد۔**

اب اس کے ساتھ مسلمانوں کے عرف میں بعض امور اور زائد ہوتے ہیں۔ مثلاً چند آدمیوں کا آوازیں ملا کر نعتِ اقدس حضور سید عالم ﷺ پڑھنا۔ تو یہ بھی انہیں آیاتِ مذکورہ سے ثابت ہے جس قدر زائد آدمی مل کر نعت شریف پڑھیں گے اسی قدر زائد دور تک آواز پہنچے گی۔ اسی قدر زائد قرب و جوار کے لوگ اللہ عزوجل کی نعمت یعنی حضور اقدس ﷺ کی ولادت کا بیان اور ذکر سنیں گے اسی قدر زائد اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل ہوگی کہ ''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔'' حدیث شریف سے بھی چند آدمیوں کا آوازیں ملا کر نعتِ اقدس کے شعر پڑھنا اور حضور اقدس ﷺ کا خوش ہوکر ان کے لیے دعا فرمانا ثابت ہے جس کو استاذِ معظم شیرِ بیشۂ سنت ناصر الاسلام مولانا مولوی حافظ قاری مفتی شاہ ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب قادری رضوی لکھنوی **مدظلہم العالی** نے اپنے رسالۂ مبارکہ **''القلادة الطيبة المرصعه على نحور الاسئلة السبعه''** میں نقل فرمایا ہے۔

(۲) یا عمدہ فرش بچھانا (۳) روشنی (۴) اور گلدستوں (۵) اور مختلف قسم کی جائز آرائشوں، شامیانوں وغیرہ سے مجلسِ کریم کو کو آراستہ کرنا، تو یہ سب امورِ زینت ہیں اور فرماتا ہے **عز جلالہٗ:**

قل من حرم زينة الله التی اخرج لعباده.

یعنی ''اے محبوب تم فرماؤ اللہ کی زینت کو حرام کرنے والا کون جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا فرمائی۔''

نیز یہ امورِ فرحت و سرور ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل بفضل الله و رحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون.

یعنی ''اے محبوب تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر مسلمانوں کو چاہیے کہ خوشیاں منائیں یہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔''

ابھی معلوم ہو چکا کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادتِ مقدسہ اللہ عزوجل کی بہت بڑی رحمتِ جلیلہ اور مسلمانوں پر اُس کا فضلِ عظیم ہے تو اس پر یہ خوشیاں منانا حسبِ فرمانِ قرآن پاک جائز و مستحب ہے اور انہیں امورِ فرحت و سرور میں (۶) خوشبو لگانا (۷) گلاب پاشی کرنا (۸) پھولوں کی نچھاور کرنا بھی داخل اور اسی آیتِ کریمہ سے اس کا جواز و استحسان بھی حاصل (۹) یا شیرینی تقسیم کرنا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ برّ و احسان ہے فرماتا ہے جل جلالہٗ: **و تعاونوا على البر و التقوىٰ.**

یعنی ''نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

اور فرماتا ہے جل ذکرہٗ:

و احسنو ان الله يحب المحسنين.

یعنی ''تم ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں احسان کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

گزشتہ آیتِ زینت میں ہے:

والطيبت من الرزاق.

یعنی ''اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں اپنے بندوں کے کھانے کے لیے پیدا فرمائیں ان کا حرام کرنے والا کون۔''

(۱۰) یا تداعی کرنا یعنی مسلمانوں کو خدا اور رسول **جل جلالہٗ و صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم** کا ذکر سننے کے لیے بُلانا تو یہ بھی مستحسن اور مطلوبِ قرآن ہے۔ فرماتا ہے **جل شانہٗ:**

و من احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین.

یعنی ''اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں۔''

(۱۱) یا منبر بچھانا، (۱۲) قیام کرنا، (۱۳) نام اقدس سُن کر آنکھوں سے لگا کر درود شریف پڑھنا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ امورِ تعظیم ہیں۔ منبر و قیام میں تو ظاہر اور انگوٹھے چومنا یہ بھی اسی قبیل سے ہے جیسے حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور اگر قریب نہ جا سکے تو عصا سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس عصا ہی کو چوم لینا، یونہی مسلمان چاہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نامِ پاک جو اس کے منہ سے نکلا ہے اس کو چومے آنکھوں سے لگائے مگر ایسا کرنا اس کے لیے ناممکن ہے تو انگوٹھوں ہی کو اپنے لبوں سے لگا کر آنکھوں سے لگا لیتا ہے تو یہ امورامورِ تعظیم و توقیر ہیں۔ اور فرماتا ہے عزوجل:

و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب.

یعنی ''جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔''

اور فرماتا ہے تبارك و تعالیٰ:

و من یعظم حرمت اللہ فھو خیر لہٗ عند ربه.

یعنی ''جو شخص اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے'' اور فرماتا ہے عزوجل شانه:

و تعزروہ و توقروہ.

یعنی ''ہمارے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔''

تعظیمِ نبوی کا حکم عام ہے سوا ان باتوں کے جن کی ممانعت کی تصریح شریعتِ مطہرہ میں آ چکی ہے جیسے سجدۂ تعظیمی تعظیم کے باقی تمام طریقے اسی صیغۂ عامہ **تعزروہ و توقروہ** کے حکم میں داخل اور اسی سے ان کا جواز و استحباب حاصل۔

(۱۴) یا دن مقرر کرنا تو فرماتا ہے جل بُرھانہ:

و ذکرھم بایّٰم اللہ.

یعنی ''اے موسیٰ تم اپنی امت کو اللہ کے دن یاد دلا دو۔''

دن تو سب اللہ ہی کے ہیں مگر اس آیتِ کریمہ میں ان دنوں کو بالخصوص اپنا دن فرمایا جن میں اللہ عزوجل کی کوئی خاص نشانی ظاہر ہوئی ہو یا اس کی رحمت خاص طریقے پر نازل ہوئی ہو۔ اور حضور اقدس ﷺ اپنے رب قدوس جل جلالہٗ کے نشانِ اعظم ہیں حضور کی ولادتِ مبارکہ اللہ عزوجل کی منت جمیلہ و رحمتِ جلیلہ ہے۔

(۱۵) یا روزِ ولادت باسعادت کو عید میلاد منانا۔ تو فرماتا ہے عز سلطانهٗ:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنْکَ.

یعنی ''اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب کہا عیسیٰ ابن مریم علیه و علیها الصلوٰۃ و السلام نے کہ اے اللہ اے ہمارے رب تُو ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما جو ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے عید اور میری نشانی ہو۔''

جو آسمان سے خوان اترنے کا دن عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے اگلوں پچھلوں کے لیے عید ہو گیا تو تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کے لیے وہ مقدس دن کیونکر عید نہ ہو گا جس میں خدائے قدوس جل جلالہٗ کا خلیفۂ اعظم و محبوب اکرم جلوہ فرما ہوا جس کے دستِ رحمت میں اس کے رب کریم جل جلالہٗ نے اپنی رحمت کے تمام خوان اور اپنے کرم کے سب خزانے سپرد فرما دیئے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیه و علٰی آله و اصحابه و بارك وسلم۔

(۱۶) یا صلوٰۃ و سلام پڑھنا تو ان کا چاہنے والا تبارك و تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

یعنی ''بیشک اللہ اور اس کے تمام فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی حضور پر صلوٰۃ و سلام عرض کرو۔''

تھانوی صاحب! دیکھئے مجلسِ میلاد شریف کی ہیئتِ کذائیہ کے تمام اجزا کو بعونہٖ تعالیٰ ہم نے قرآن کریم کے نصوصِ کریمہ سے ثابت کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے

''مکتوبات''، ''مدخل'' وغیرہ کی جو عبارتیں میلادِ مبارک کو ناجائز وحرام کرانے کے لیے پیش کی ہیں وہ ان نصوصِ قرآنیہ کے مخالف ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو الحمد للہ کہ وہ نہ ہم کو کچھ مضر نہ آپ کو کچھ مفید اور اگر آپ ان عبارات کو ان آیاتِ کریمہ کے مخالف جانتے ہیں تو ہمیں ان کے جواب کی کچھ حاجت نہیں۔ جس گنگوہی کی حمایت میں آپ نے ان عبارتوں کو پیش کیا وہ پہلے ہی ان سب اور ان جیسی ہزاروں کا جواب خود ہی دے گیا ہے۔ سنیئے ''براہینِ قاطعہ'' صفحہ ۱۶۵ پر لکھا ہے:

''اگر کروڑوں علماء بھی فتویٰ دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابلِ اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم وعقل ہو تو ظاہر ہے پس

قول سبط ابن الجوزی / علامہ ابن الحاج کا	کا کہ	یحضرہ عند فی المولد اعیان العلماء والصوفیة / فھو بدعة بنفس نیة فقط لان ذلك زیادة فی الدین

بمقابلہ نص کے ہرگز ملتفت نہیں۔''

(براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتا ہے:

''جو ایک دو عالم موافق نصوصِ شرعیہ کے فرما دے اور اس کی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلافِ نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر ومنصور اور عند اللہ مقبول ہوویں گے۔''

(براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

پھر لکھتا ہے:

''طائفہ قلیلہ اگر چہ رجلِ واحد بھی ہو وہ علی الحق اور اس کے مخالف تمام دنیا بھی ہو تو مردود ہے اور یہاں خود مُبرہَن ہو لیا کہ یہ مجلسِ مروج (میلاد شریف)

ادلۂ اربعہ شرعیہ کے خلاف / احکامِ خدا و رسول کے مطابق	ہے اور	ادلۂ اربعہ / آیاتِ کریمہ	سے	بدعت / جائز و مستحسن

ہونا اس کا ثابت ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال''

دیکھئے تھانوی صاحب! آپ کا گنگوہی خود ہی آپ کی پیش کردہ عبارت کو بتی دکھا گیا۔ جب گنگوہی مخالفتِ نصوص کے بہانہ سے علامہ سبط ابن الجوزی وملا علی قاری وعلامہ ابو الخیر سخاوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کو مخالفِ حق اور گمراہ کہہ گیا تو میلاد شریف کو جائز کہنے والوں کے لیے آپ کی پیش کردہ عبارتوں کو اگر آپ انہیں ان نصوصِ قرآنیہ کا مخالف قرار دیں تسلیم نہ کرنے میں کون سا عذر ہو سکتا ہے۔ و للہ الحجة السامیة۔

۳- تھانوی صاحب! افسوس کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں آپ نے خیانت کی ہے ان کی پوری عبارت یہ ہے:

''در بابِ مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفسِ قرآن خواندن بصوتِ حَسَن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییرِ حروفِ قرآن ست و التزامِ رعایتِ مقاماتِ نغمہ و تردیدِ صوت بآں طریقِ الحان باتصفیق مناسب آں کہ در شعر نیز غیر مباح ست اگر بہ نہجے خوانند کہ تحریفے در کلماتِ قرآنی دافع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق گردد و آں را ہم بغرضِ صحیح تجویز نمایند چہ مانع ست مخدوما بخاطرِ فقیر مے رسد ناسدِّ ایں باب مطلق نکند بوالہوساں ممنوع نمی گردند اگر اندکے تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قلیلہ یفضی الی کثیرہ قول مشہور ست''

(ترجمہ) یعنی ''میلاد خوانی کے بارے میں لکھا گیا تھا محض اچھی آواز کے ساتھ قرآنِ عظیم پڑھنے میں اور حضور اقدس ﷺ کی نعتِ شریف یا اور

بزرگانِ دین کی تعریف میں قصیدے پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ ناجائز تو یہ ہے کہ قرآنِ عظیم کے حروف میں تحریف و تغییر کر دی جائے اور راگ کے مقامات کی رعایت کا التزام کیا جائے اور آواز کو گانے کے طریقے سے اُتار اچڑھایا جائے اور اس کے ساتھ تالیاں بجائی جائیں جو شعر میں بھی ناجائز ہے (نہ کہ معاذ اللہ تلاوتِ کلامِ الٰہی میں) اگر اس طرح میلاد شریف پڑھیں کہ کلماتِ قرآنیہ میں کوئی تحریف واقع نہ ہو اور قصائدِ نعت و منقبت پڑھنے میں راگ کی رعایت اور تالی بجانا نہ ہو اور اس کو غرضِ صحیح کے لیے جائز کہا جائے تو کوئی مانع نہیں۔

میرے محترم! فقیر کے دل میں تو یہ آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلقاً بند نہ کیا جائے گا اہلِ ہوس باز نہیں آسکتے تھوڑے کو جائز کہنا بہت سے تک پہنچا دے گا۔ قلیله یفضی الی کثیره یعنی اس کا تھوڑا اس کے بہت تک لے جاتا ہے۔''

تھانوی صاحب! انصاف سے ملاحظہ فرمایئے (مگر افسوس انصاف تو دین و ایمان کے ساتھ پہلے ہی گنگوہی دھرم پر قربان کر چکے ہیں) دیکھئے مجدد صاحب رضی اللہ عنہ اس عبارت میں تداعی و تعیین و قیامِ تعظیمی و تداعی و زینت و شیرینی و اظہارِ فرحت و سرور وغیرہ کسی امر کو ناجائز و بدعت و حرام نہیں کہا وہ صرف قرآنِ عظیم کی تحریف و تغییر اور گا گا کر اس کی تلاوت اور تالیاں بجانے کو ممنوع و ناجائز فرما رہے ہیں بلکہ اس پوری عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں ایسی مجلسیں ملاحظہ فرمائی ہوں گی جن میں قرآنِ پاک، تحریف و تغییر کر کے معاذ اللہ گا گا کر قواعدِ موسیقی کی رعایت کے ساتھ پڑھا جاتا ہوگا۔ اور نعتِ شریف کے اشعار میں تالیاں بجائی جاتی ہوں گی۔ اس کو انہوں نے منع فرمایا اور سَدًّا لِبَابِ الْفِتْنَہ یہ بھی فرما دیا کہ ان مفاسد سے جو مجلس خالی ہو وہ بے شک جائز ہے

مگر اس وقت اگر اجازت دی جائے گی تو اہلِ ہوس کو پھر اسی بہانہ سے اسی تحریفِ قرآن اور تَغَنّی اور تَصْفِیق کا موقع ملے گا اس لیے مطلقاً روک دینا چاہیے یہ حکم خاص ان کے زمانہ میں تھا اب کہ یہ مفاسد بحمدہٖ تعالیٰ قطعاً بند ہو گئے کہیں بھی مجلس میلاد شریف میں قرآن پاک کو گا گا کر تحریف و تغییر کر کے قواعدِ موسیقی کی رعایت کے ساتھ نہیں پڑھا جاتا۔ نعت شریف کے اشعار میں تالیاں نہیں بجائی جاتیں۔ لہٰذا اب خود مجدد صاحب کے قول سے میلاد شریف یقیناً جائز و مستحسن ثابت ہوا۔ پھر سُن لیجیے جو میلاد شریف تحریف و تغییرِ قرآن اور قواعدِ موسیقی کی رعایت کے ساتھ تلاوت اور تلاوتِ قرآنِ عظیم یا اشعارِ نعت میں تالیاں بجانا ان مفاسد سے پاک ہو وہ مجلس مجدد صاحب کے نزدیک یقیناً جائز ہے۔ اگرچہ اس میں تعیین و تداعی اور زینت و قیامِ تعظیمی و تقسیمِ شیرینی و اظہارِ فرحت و سرور وغیرہ سب کچھ ہو کیونکہ مجدد صاحب نے ان امور میں سے کسی بات کو ہرگز ناجائز نہیں کہا۔

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا مجدد صاحب کی عبارت کو آپ کے مدعاء باطل سے ویسا ہی تعلق ہے جیسا ایمان و اسلام کو مصنف ''حفظ الایمان'' سے۔ شرم کیجیے، بھولے بھالے مسلمانوں، سیدھے سادھے سنیوں کو دھوکے نہ دیجیے بزرگانِ دین کی عبارتوں میں شرمناک خیانتیں کر کے، ان پر افترا گڑھ کر، جھوٹے بہتان باندھ کر، لعنتِ الٰہی کے جام نہ پیجیے۔ اللہ ایمان دے، حیا بخشے، شرم عطا فرمائے اور اگر اس کو یہ منظور نہ ہو تو مسلمانوں کو آپ کے فتنہ سے بچائے۔

۳- اس کے بعد آپ نے مجلس میلاد شریف کو ناجائز و بدعت و حرام کرانے کے لیے پانچ عبارتیں اور پیش کی ہیں جب مکتوبات جیسی و مُتَدَاوَل (یعنی مرّوج) کتاب میں آپ کی منچلی طبیعت شرمناک خیانت سے باز نہ رہی ہو تو ان عبارتوں میں معلوم نہیں کیا کیا قطع بُرید کی ہوگی۔ مگر ہم آپ ہی کی مان لیتے ہیں کہ بفرضِ غلط یہ عبارتیں ان منقول عنہا کتابوں میں بعینہا اسی طرح ہیں تو گنگوہی ان کا جواب پہلے ہی دے گیا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ

''براھینِ قاطعہ'' صفحہ ۱۶۲ پر لکھتا ہے:

''اور پر تو مؤلف/تھانوی نے شاہ ولی اللہ/مجدد صاحب تک کے اقوال سے اثبات جواز/ممانعت مجلسِ مولود مروج کا چاہا تھا سو وہ تو اس کے مدعا کا مُثبِت ہرگز نہ ہوا جیسا واضح ہو لیا اب علماء عرب کے اقوال سے قیام/ممانعت میلاد کا اثبات کرتا ہے اور یہ علماء مندرجہ معاصر جناب مولانا احمد علی صاحب/شاہ سلامت اللہ صاحب کان پوری کے ہیں نہ ان کو مولانا ممدوح پر تقدمِ زمانی ہے نہ سبقِ علمی ھو رجال و نحن رجال کا مضمون ہے اور نہ یہ وجہ حاصل کہ سوائے ایک مولانا احمد علی صاحب/شاہ سلامت اللہ رحمہ اللہ کے سب کا اتفاق استحسان اس قیام/ممانعت میلاد شریف پر بالخصوص ہو کیونکہ ہزارہا علما اس عصر کے محض منکر اس قیام/مجوز و مثبت میلاد شریف کے ہیں پس ان علمائے مذکورہ کے اقوال کی حجت ہونے کی مؤلف/تھانوی کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وہ عرب کے ہیں۔ اس واسطے مؤلف (تھانوی) ان کو پیش کرتا ہے سو یہ باطل ہے جس کو حق تعالیٰ علم دیوے وہی عالم معتمد ہے خواہ ہند و عجم میں ہو خواہ عرب میں۔''

(براہینِ قاطعہ صفحہ ۲۶۶، ۲۷۷ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

تھانوی صاحب آپ نے دیکھا جو عبارتیں میلاد مبارک کو آپ نے حرام کرنے کے لیے پیش کیں گنگوہی نے سب رد کر دیں۔

و کفی اللّٰہ المؤمنین القتال و الحمد للّٰہ ذی العزۃ و الجلال.

علامہ ابن الحاج و قاضی شہاب الدین **رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیھما** کی عبارتوں کے متعلق ابھی اور بھی پُر لطف و مزہ دار مباحث باقی ہیں جو جانِ وہابیت پر برقِ الٰہی ہیں لیکن چونکہ ہم کو مختصر کرنا منظور ہے لہٰذا اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

۴۔ تھانوی صاحب! آپ کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی کا ان کے ملفوظات ''شمائم امدادیہ'' مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ کے صفحہ ۲۹ پر ایک واقعہ درج ہے کہ

''جب مثنوی شریف ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارضِ غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے۔ نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیرِ کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیامِ مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس سردارِ دو عالم و عالمیان روحی **فداہ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم** کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو اس میں کیا گناہ ہوا۔''

(شمائم امدادیہ صفحہ ۶۸ مطبوعہ کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ، ایضاً، امداد المشتاق صفحہ: ۹۱، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار، لاہور)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۷ پر حاجی صاحب کہتے ہیں کہ

''مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔''

(شمائم امدادیہ حصہ دوم صفحہ ۴۷ مطبوعہ کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ، ایضاً صفحہ ۵۳، ۵۲ مطبوعہ اسلامی کتب

خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار، لاہور)

دیکھئے ان عبارتوں میں حاجی صاحب نے نیازِ اولیاء کو بھی جائز بتایا۔ قیامِ میلاد شریف کو بھی جائز فرمایا۔ حرمین شریفین میں اس وقت جس طرح تداعی و تعیین کے میلاد شریف ہوتا تھا۔ اس کو بھی مستحسن ٹھہرایا۔ کیوں تھانوی صاحب! آپ نے علامہ ابن الحاج و قاضی شہاب الدین کی جو عبارتیں میلاد شریف کو بدعت و ضلالت ٹھہرانے کے لیے صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر نقل کی ہیں ان کی رو سے آپ کے پیر صاحب بدعتی، گمراہ، جہنمی ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

تھانوی صاحب! مسلمانوں کو یوں دھوکے نہ دیجئے کہ ان امور کو واجب و ضروری سمجھا جاتا ہے حاشا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو ان باتوں میں سے کسی ایک بات کو بھی فرض و واجب یا ضروری سمجھے۔ بہت جگہ دن کو میلاد شریف ہوتا ہے اگر چراغاں کرنے کو ضروری سمجھا جاتا تو کبھی دن کو محفلِ کریم منعقد نہ کی جاتی، بہت جگہ شیرینی بھی نہیں تقسیم ہوتی، بہت محافلِ طیبہ میں شامیانہ نہیں ہوتا، بہرحال مجلسِ میلاد کریم کے متعلق جس قدر امور کا جواز و استحسان نصوصِ قرآنیہ سے ثابت کیا گیا۔ بعض مجالسِ کریم ایسی بھی ملیں گی جو ان تمام امور سے یکسر خالی ہوں گی۔ مثلاً بعض غریب مسلمان جو استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ اپنے گھروں میں میلاد شریف پڑھ لیتے ہیں وہاں نہ تداعی ہوتی ہے نہ گلدستے، نہ شامیانے، نہ شیرینی، نہ گلاب پاشی، نہ پھولوں کی نچھاور، البتہ قیامِ تعظیمی اور صلاۃ وسلام ہر محفل میں ضرور ہے اس لیے کہ میلاد شریف میں قیام نہ کرنا مرتدینِ دیوبند کا شعار ہو گیا ہے اور کفار کے شعار سے اجتناب کرنا واجب و لازم ہے۔ حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

(ترجمہ) یعنی "جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔"

تو اب اس زمانہ میں قیامِ تعظیمی کرنا (اس لحاظ سے) واجب ہے۔

ذٰلك لتعلموا ان الله لا يهدى كيد الخائنين.

۵- مزہ دار لطیفہ

امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی اپنی "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی کے صفحہ ۸ پر لکھتا ہے:

"پیغمبرِ خدا کے وقت میں اپنے بتوں کو کافر بھی اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا بندہ اور اسی کی مخلوق سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا ہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔"

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ (۱) جو شخص کسی نبی یا ولی کو پکارے وہ ابوجہل کے برابر مشرک (۲) جو شخص کسی نبی یا ولی کو ثواب پہنچانے کی منت مانے وہ ابوجہل کے برابر مشرک (۳) جو شخص کسی نبی یا ولی کی نذر و نیاز کرے وہ ابوجہل کے برابر مشرک (۴) جو شخص کسی نبی یا ولی کو اپنی شفاعت کرنے والا جانے وہ ابوجہل کے برابر مشرک اور حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم نے بزرگانِ دین کی نیاز کو جائز بتایا تو وہ تقویۃ الایمانی فتوے سے ابوجہل کے برابر کافر و مشرک ہو گئے اور ابوجہل کے برابر کافر و مشرک کو اپنا پیر بنا کر گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی، چاروں ابوجہل کے برابر...... ہو گئے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ۔**

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا یہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزۂ قاہرہ ہے کہ محفلِ میلاد شریف کو شرک و بدعت و حرام کرانے کی شامت نے تقویۃ الایمانی فتوے سے آپ ہی چاروں صاحبوں کو ابوجہل کے برابر...... بنا ڈالا۔ اور آپ چاروں کو اپنا پیر و پیشوا مان کر سارے کے سارے وہابیہ دیوبندیہ بھی دیوبندی دھرم پر ابوجہل کے برابر...... ہو گئے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

وہابیو، دیوبندیو! اب یا تو "تقویۃ الایمانی دھرم" کو چھوڑ کر سچے پکے سنی مسلمان

بن جاؤ۔ مجلس میلاد شریف کے جائز و مستحسن وثواب ہونے پر ایمان لاؤ یا اپنے اکابر کو اوران کے ساتھ اپنے آپ اور جملہ اصاغر کو ابوجہل کے برابر ٹھہراؤ۔

و كذلك العذاب و لعذاب الاخرة اكبر لو كانوا يعلمون. و هذا أخر ما اردنا نقله من الكتاب المستطاب المسمى بالاسم التاريخى "ارشاد الاخيار" (۱۳۴۹ھ) والصلاة والسلام على سيد الابرار و اٰله الاطهار و اصحابه الاخيار و علينا و على جميع اهل سنة و جماعته الى يوم القرار و أخر دعوانا ان الحمد لله العزيز الجبار. فقط

(منقول از اخبار الفقیہ امرتسر ۲۸/۲۱ جون ۱۹۳۳ء)

مولف

حضرت مولانا **شاہ محمد معصوم** فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۳۴۱ھ ہجری

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

نام کتاب : اَحسَنُ الکَلَام فِی اِثبَاتِ المَولِدِ وَالقِیَام

مولف : حضرت مولانا شاہ محمد معصوم فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : ۱۳۰۸ ہجری، دہلی

طبع دوم : خانقاہ سلطانیہ جہلم ۱۴۳۱ ہجری/۲۰۱۰ء

طبع سوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاولیس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

تقریظ

از: فکرِ نارسا منشی محمد علی خان عرف دولہا خان خادمِ حضرت مصنف

بعد حمد وثنائے منعمِ حقیقی ودرودِ نامحدود حضرت محبوب ایزدی وشکرِ نعمتِ منعمِ مجازی دولہا خان خادم حضرت مصنف رقم پرداز ہے، اور رقم پرداز ہزار جان ودل سے، صدقے ناز وانداز ہے کہ جس سے دل کو ہوش، جان کو نوش، چشم کو آرام، گوش کو پیغام، ناظرین کو بشارت، شائقین کو مسرت یعنی ایک نادر رسالہ مسمی اَحْسَنُ الْکَلَامِ فِیْ اِثْبَاتِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ ردِّ وہابیاں پذیرائے طبع عالم وعالمیاں، بے مثل، بے نظیر، واللہ خاص وعام کا دل پذیر، عبارت میں لاجواب، متانت میں انتخاب، فصاحت کی جان، بلاغت کا ایمان۔

مصنف اس رسالہ کے آفتابِ فلک ولایت، ماہتابِ گردونِ کرامت، کاشفِ اسرارِ ربانی وواقفِ رموزِ یزدانی، مظہرِ فیض الٰہی، مصدر تجلیاتِ نامتناہی، تصوف تو اُن کا حصہ ہے باقی سب کہانی اور قصہ ہے، معرفت تو اُن کی موروثی جاگیر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ وہ مقبولِ صغیر و کبیر ہیں، صوفی والا مقام، مرجع خاص وعام، ستودۂ اخلاق، ممدوحِ آفاق، اعنی جناب مستطاب حضرت مولانا شاہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۰۸ھ ہجری میں چھپوایا ہے جس کے سبب سے یہ مضمون بطورِ تقریظ لکھنے میں آیا ہے۔

مختصر قصہ مختصر گفتار

ہو مخاطب کی میرے عمر دراز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَ عَلٰی وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی سَیِّدِ الْوَرٰی شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَاحِبِ مَقَامِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی حضرۃ اَحْمَدَ مُجْتَبٰی مُحَمَّدِ نِالْمُصْطَفٰی وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ التُّقٰی وَالنُّقٰی.

اَمَّا بَعْدُ: فقیر محمد معصوم نقشبندی مجددی نسبًا طریقةً کَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ ظاہر کرتا ہے کہ جامع العلوم عرفان دستگاہ برادرِ طریقت مولوی عبداللہ سلہٹی پرچکی نے لکھا ہے کہ بعضے لوگ بنگالہ مثل فرقۂ وہابیہ کے انکار کرتے ہیں انعقادِ مجلس مولد شریف حضرت سرورِ کائنات مفخرِ موجودات سے عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ اور نیز انکار کرتے ہیں قیام سے وقت ذکرِ ولادت شریف کے اور کہتے ہیں کہ بدعتِ سَیِّئَه اور ناروا ہے اور مرتکب اس کا خلاف راہِ سنت اور مخالف طریقِ ہدیٰ ہے، اور بکمال اصرار مُسْتَدْعِی [1] ہوئے کہ ان دونوں امروں کے اِثبات میں ایک ایسا رسالہ تحریر کیا جائے جس سے منکرین کو جواب دندان شکن دیا جائے لہٰذا میں نے یہ چند اوراق بہ نظر اظہارِ حق و تمسّک اخوانِ دینی و برادرانِ یقینی اِرْقام کیے اور تفصیلِ اَدِلّہ کو اس کے محل و مآخذ پر حوالہ کر کے بطریقِ اجمال ہر مبحث میں کلام کیا اول سے آخر تک اِختصار ملحوظ رہا قدرِ ضروری پر جس سے چارہ نہیں اکتفا کیا اور بامیدِ حُسنِ قبول اس کا نام ''اَحْسَنُ الْکَلَامِ فِیْ اِثْبَاتِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ'' رکھا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ بِهٖ اَسْتَعِیْنُ۔

(۱) اصرار کے ساتھ گزارش کی۔

جاننا چاہیے کہ بڑے بڑے علمائے اعلام اور فضلائے عالی مقام جیسے ابنِ حجر عسقلانی اور جلال الدین سیوطی اور ابنِ حجر مکی اور شیخ ابوشامہ استاد امام نووِی وغیرہم بھی مقتداء تھے اپنے زمانۂ حیات میں اور ان کا قول و فعل حجت ہے واسطے نزدیک علماءِ اہلِ سنت کے بعد الممات، قائل ہیں استحبابِ محفلِ مولد اور قیام وقت ذکرِ ولادت مُنیف کے بنظرِ تعظیم و تکریمِ سرورِ عالم ﷺ، اور فتویٰ دیا اُنہوں نے ان دونوں امروں کے مستحب ہونے کا اور ثابت کیا استحباب کو ساتھ دلائلِ واضحہ اور براہینِ لائحہ کے اور ان اکابرِ دین اور اساطین [۲] شرعِ مبین کے زمانہ سے آج تک تمامی علماءِ انام شرقًا و غربًا، جنوبًا و شمالاً خصوصاً علماءِ حرمین شریفین زَادَهُمَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا اور علماءِ مصر و شام و یمن و ہند وغیرہم سب اتفاق کرتے چلے آئے اوپر مستحب ہونے محفلِ مولد اور قیامِ مذکور کے اور فتاوٰی و تحریرات بے حد اور کتب و رسائل لَا تُحْصٰی وَلَا تُعَدُّ اس باب میں تالیف و تصنیف کیے کسی شخص کے لیے کہیں پر جائے گفت اور گنجائش چون و چرا کی اصلاً نہ چھوڑی [۳] مگر یہ فرقہ مبتدعہ جس کی بنا ہے اوپر مخالفت علماءِ راسخین کے اور جن کی غذا ہے طعن و تشنیع اوپر علماءِ ربانیین کے، جن کا دَیدَن [۴] ہے اِحداثِ بدعت بنام نہاد عمل بالحدیث و اتباعِ سنت، جن کا شیوہ ہے شقاقِ خیارِ امت [۵] یعنی صوفیہ کرام علیہم الرضوان والرحمت، جن کے خمیرِ طینت میں ہے اپنی شہرت ساتھ نکالنے کسی نئی بات کے خواہ وہ حق ہو یا باطل، جن کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے ذوق انگشت نمائی بایجادِ بندہ، عام اس سے کہ وہ کام کی بات ہو یا محض عاطل [۶] اس فرقہ کو اُن

(۲) اساطین: بھتم۔ (۳) فی الاصل ''ے'' ہے۔ (۴) عادت، خو، خصلت

(۵) امت میں سے بہترین لوگوں کی مخالفت۔ (۶) بے کار۔

کتب و رسائل سے جن میں اُن اَکابر مصنفین نے براہینِ قاطعہ اور اَدِلّہٗ ساطعہ کے روشن چراغ جلا کر واسطے رہروانِ طریقِ ہدایت اور طالبینِ راہِ طریقت کے جابجا رکھ دیئے ہیں سوائے ظلمت، ضلالت کے اور راہ نہیں سوجھتی ہے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ (کیا خوب کہا گیا: ؎

باران که در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لاله روید و در شوره بوم خس

(ترجمہ: ''بارش جس کی طبیعت کی لطافت میں کوئی اختلاف نہیں لیکن باغ میں اس سے لالہ کے پھول اُگتے ہیں اور شوریلی زمین میں گھاس کے تنکے۔'')

اور طُرّہ یہ کہ اُلٹے اکابر علمائے دین اور فضلائے محققین کو موردِ سہامِ طعن و ملام بناتے ہیں اور اپنی گمراہی سے بے خبر ایسے ایسے برگزیدگانِ بارگاہِ احدیت پر خلافِ حق کا اِتہام اور اِلزام لگاتے ہیں یعنی اپنی ضلالت کو متعدی کرتے ہیں، اور تخمِ ضلالت کے بونے پر مرتے ہیں:

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا.

(پارہ:۱۵، سورۂ کہف، آیت:۵)

(ترجمہ: ''کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔'')

ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا وَ ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا.

(ترجمہ: ''خود گمراہ ہوئے پھر دوسروں کو گمراہ کیا خود ضائع ہوئے اور دوسروں کو ضائع کیا۔'')

اور منشاء اس کا نہیں مگر جہالت اور کور باطنی۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ. (پارہ:۱، سورۂ بقرہ، آیت:۷)

(ترجمہ: ''اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مُہر کردی اور ان کی آنکھوں پر

پردہ ہے۔'')

ان کو اتنا نہیں سُوجھتا کہ محفل مولد شریف میں سوائے ذکرِ خدائے تعالیٰ اور ذکرِ رسولِ مقبول و محبوب ﷺ اس کے کہ جو عبارت ہے ذکرِ ولادت شریف و شمائلِ نبویہ و معجزاتِ مصطفویہ و بیانِ معراجِ آں حضرت ﷺ سے، اور کیا چیز ہے جس کی وجہ سے ممانعت کی جاتی ہے، اسی طرح قیام وقت ذکرِ ولادت میں جو خاص واسطے تعظیم و توقیر اس سرورِ عالم ﷺ کے ہے حالاں کہ تعظیم اس سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کی فرضِ عین ہے ساری امّت پر اور کیوں نہ ہو کہ وہ حضرت حق سبحانہ کے (۷) معظم اور پیارے (۸) ہیں۔ اور جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمامی اولیاءِ عُظّام بلکہ جملہ خلائق کا وسیلہ اور سہارا ہیں (۹) کون سی حیثیت مانِعہ موجود ہے جس کے سبب سے اس پر حکمِ بدعت کی داد دی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''فرمایا سرورِ عالم ﷺ نے آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام پس عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تم کو معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ میں نے کہا: اللہ اور اللہ کا رسول (۱۰) زیادہ جاننے والا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس وقت میرا ذکر کیا جائے اُس وقت میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے اور جس شخص نے تم کو یاد کیا اس نے مجھ کو یاد کیا اور ایمان کو میں نے کامل کیا ہے کہ تمہارا ذکر ہو ہمارے ذکر کے ساتھ جیسا کہ فرمایا:

''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ'' (پارہ:۳، سورۂ آلِ عمران، آیت:۲۰)

''اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ'' (پارہ:۵، سورۂ نساء، آیت:۱۳۶)

کہ جمع کیا اپنے ساتھ اپنے رسول کو ساتھ واوِ عطف کے جو شرکت کے واسطے ہے اور

(۷) فی الاصل ''کا'' ہے۔
(۸) فی الاصل ''پیارا'' ہے۔
(۹) فی الاصل ''ہے'' ہے۔
(۱۰) اللہ کا رسول: یہاں مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔۱۲منہ

دوسرے کے لیے جائز نہیں، یہ دونوں ذکر یعنی ذکر اللّٰہ اور ذکر الرسول موقوف علیہ
ایمان کے ہیں کہ ایمان کی تکمیل بغیر ان دونوں کے مُحال ہے، اعظم شعائرِ اسلام اور بہترین
احکام جو اذان اور نماز ہیں ان کا بھی جز ہے ذِکر الرسول مثل ذِکر اللہ کے، اور سوائے
اس کے آیات اور احادیث اس مضمون کی بہت ہیں، پس جب ثابت ہوا کہ ذکر آں حضرت
ﷺ کا بعینہٖ ذکر ہے خدائے تعالیٰ کا تو اب جو شخص کہ منع کرے اس ذکر شریف سے وہ فی
الحقیقت مانع ہے ذکر الٰہی سے۔

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْھُمْ وَ عَنْ مُّجَالَسَتِھِمْ وَ مُکَالَمَتِھِمْ.

(ترجمہ) ''بچائے ہم کو اللہ تعالیٰ اور سب بھائی مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے
اور بات کرنے اور ایسی گمراہی سے۔''

لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ.

(ترجمہ) ''دنیا میں ایسے گمراہوں کی سزا خواری ہے اور آخرت میں عذاب
بھاری۔''(۱۱)

بموجب دلائلِ مذکورہ اور براہینِ مسطورہ کے۔

اس فرقہ کے ایمان کے نقصان پر ان کا انکار حجتِ واضحہ ہے کہ مانع ہیں ذکر اور
تعظیمِ آں حضرت ﷺ سے، ان کو چاہیے کہ پہلے اپنے ایمان کی فکر کریں اور اس کی درستی کا
ذکر، پھر امر و نہی اور سنت و بدعت میں بحث کریں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (پارہ:۳۰، سورۃ الانشراح، آیت:٦) ای بالنبوۃ
وغیرھا و ای رفع مثل ان قرن اسمه باسمه فی کلمة
الشھادۃ والاذان والاقامة والخطبة و جعل طاعته طاعته
و صلّی علیه فی ملائکته و امر المومنین بالصلاۃ علیه و
خاطبه بالالقاب التی لم یخاطب بھا احدا من عبادہ و

(۱۱) بمعنی ''بڑا''۔

ورد فی الاحادیث الصحیحة انه صلی الله علیه وسلم
سید ولد ادم و اکثر النس تبعاً یوم القیٰمة و اکرم الاولین
والاخرین عَلَی اللّٰه و اول من ینشق عنه القبر و اول
شافع و اول من یقرع باب الجنة فیفتح الله له و حامل
لواء الحمد یوم القیٰمة تحته ادم فمن دونه وھو الذی قال
علمت علم الاولین والاخرین و نحن الاخرون السابقون
یوم القیٰمة و انا قائل قولا غیر فخر و انا حبیب اللّٰه و انا
قائد المرسلن ولا فخر و انا خاتم النبیین ولا فخر و انا
محمد بن عبداللّٰه بن عبدالمطلب ان اللّٰه خلق الخلق
فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فریقین فجعلنی فی
خیرھم فرقة ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلة ثم
جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرھم بیتا و
خیرھم نفسا و انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا
قائدھم اذا وفدوا و انا خطیبھم اذا نصتوا و انا متشفّعھم
اذا حبسوا و انا مبشرھم اذا یئسوا والکرامة والمفاتیح
یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی و انا اکرم ولد ادم
علٰی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون و اذا
کان یوم القیمة کنت امام النبیین و خطیبھم و صاحب
شفاعتھم غیر فخرٍ لولاہ لما خلق الله سبحانه الخلق ولما
اظھر الربوبیة و کان نبیا و ادم بین الماء والطین.

یعنی فضائل و کمالات فخرِ عالم ﷺ کے بے حد و نہایت ہیں نہ کسی بشر کو اِستطاع
ہے اُن کے احاطہ کی، نہ کوئی شخص قدرت رکھتا ہے اُن کے اِنحصار کی بلکہ جو خصوصیات ا
عنایات اور جو جو کمالات آں حضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اُن کو کوئی جا

بھی نہیں سکتا اور نہ اِدراک میں کسی کے آسکیں، سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو ان کا علم واحاطہ ممکن نہیں یا جس کو جس قدر عطاء فرمایا ہے وہی جانتے ہیں چنانچہ اند کے نمونہ از بسیارے چند آیاتِ قرآن شریف اور چند احادیثِ صحیحہ جن سے فضائل و کمالات آں حضرت ﷺ کے ثابت ہیں وہ بھی احادیث ہیں جو لکھی گئیں مِنْ جُمْلہ ان کے آیات یہ ہیں: فرماتا ہے اللہ تعالیٰ:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (پارہ:۳۰، سورۂ الانشراح، آیت:٦)

(ترجمہ) یعنی ''بلند کیا تمہارے ذکر کو۔''

ساتھ نبوت وغیرہ کے اور کون سی رفعت اُس کے برابر ہوگی کہ مقارن کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کے نام مبارک کو اپنے نام مبارک کے ساتھ کلمۂ شہادت میں اور اذان میں اور اِقامت میں اور خطبہ میں اور گردانی اللہ تعالیٰ نے اطاعت آں حضرت ﷺ کی عین اِطاعت اپنی، چنانچہ فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. (پارہ:۵، سورۂ نساء، آیت:۸۰)

ترجمہ: ''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

اور درود بھیجتا ہے حق تعالیٰ آں حضرت ﷺ پر اپنے ملائکہ کے ساتھ اور حکم فرمایا مومنین کو درود بھیجنے کا حضرت ﷺ پر۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (پارہ:۲۲، سورۂ احزاب، آیت:۵۶)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو۔''

اور ایسے ایسے لقبِ عظمت اور علوِّ مرتبہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے حضرت ﷺ کو مخاطب فرمایا کہ کسی بندہ کو اپنے عِباد میں سے نہ ایسا خطاب کیا نہ وہ لقب بخشا چنانچہ فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (پارہ:۲۹، سورۂ ن والقلم، آیت:۴)

(ترجمہ) ''اور تحقیق تُو البتہ اوپر خُلق بڑے کے ہے۔''

اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (پارہ:۱۷، سورۂ انبیاء، آیت:۱۰۷)

(ترجمہ) ''اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے سب عالموں کے۔''

اور فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا. (پارہ:۲۲، سورۂ احزاب، آیت:۴۵،۴۶)

(ترجمہ) ''اے نبی تحقیق ہم نے بھیجا تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور پکارنے والا طرف اللہ تعالیٰ کے، ساتھ حکم اس کے کے، اور چراغ روشن۔''

اور فرمایا:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ. (پارہ:۹، سورۂ انفال، آیت:۳۳)

(ترجمہ) ''اور نہیں تھا اللہ کہ عذاب کرتا ان کو اور تُو بیچ ان کے تھا۔''

اور فرمایا:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. (پارہ:۱۱، سورۂ توبہ، آیت:۱۲۸)

(ترجمہ) ''البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر تمہارے آپس میں سے، شاق ہے اس پر جو ایذا تم کو ہو، حریص ہے تمہاری بھلائی کرنے پر، مہربانی کرنے والا ہے مسلمانوں پر۔''

ماسوا اِن آیات کے اور بہت آیات ہیں کہ جن سے فضائل اور کمالات عظمت آں حضرت ﷺ کے ظاہر و باہر ہیں۔

اور ترجمہ اُن احادیثِ صحیحہ کا جو عنقریب لکھی ہیں تحریر ہوتا ہے:

کہ آں حضرت ﷺ سردار ہیں اولادِ آدم کے، اور قیامت کے دن آپ کے تابع دار بہت ہوں گے بہ نسبت اور انبیاء علیہم السلام کے، اور آں حضرت ﷺ سب اوّلین اور آخرین

سے بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور سب سے پہلے آپ قبر سے نکلیں گے، اور سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے، اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت مقبول ہوگی اور سب سے پہلے آپ دروازۂ جنت کو کھلوائیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اور آں حضرت ﷺ اُٹھائیں گے حمد کا جھنڈا دن قیامت کے اور آپ کے ہی جھنڈے کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ماسوا ان کے انبیاءِ عُظّام **علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام** اور جمیع مومنین ہوں گے، اور فرمایا: آں حضرت ﷺ نے مجھ کو علمِ اولین آخرین سکھایا گیا، اور ہم سب انبیاء کے پیچھے آئے دنیا میں اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے یعنی درجہ اور مرتبہ میں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا اور میں حبیب اللہ ہوں یعنی اللہ کا محبوب، اور میں کھینچنے والا ہوں پیغمبروں کا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں یعنی آپ پیشوا ہوں گے دن قیامت کے اور سب پیغمبر آپ کی پیروی کریں گے اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور فخر سے نہیں کہتا اور میں محمد ہوں بیٹا عبد اللہ کا، پوتا عبد المطلب کا تحقیق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مخلوق کو پس گردانا مجھ کو ان کے بہتر میں، یعنی نور آپ کا ہر زمانہ میں جو بہترین اولادِ حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتا اُس کو نورِ مذکور سے مُعَزَّز کیا جاتا، پھر کیا مخلوق کو دو فرقہ اور کیا مجھ کو بہتر فرقہ میں، پھر گردانا اللہ تعالیٰ نے فرقہ کو قبیلہ اور قوم اور کیا مجھ کو بہتر قبیلے میں، پھر بنایا اللہ تعالیٰ نے اُس قبیلے کو خاندان اور پیدا کیا مجھ کو بہتر خاندان میں، پس میں ساری مخلوق سے بہتر ہوں خاندان میں اور بہتر ہوں اپنی ذات میں اور میں سب لوگوں سے پہلے نکلوں گا جب اُٹھائے جائیں گے یعنی قبروں سے دن حشر کے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جس وقت حق کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور میں حق تعالیٰ سے بات کروں گا جس وقت سب چپکے ہوں گے اور میں ان کا شفیع ہوں گا جس وقت سب محبوس ہوں گے اور میں ان کا بشارت دینے والا ہوں جس وقت ناامید ہوں گے، اور کرامت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور جھنڈا حمد کا اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں سب اولادِ آدم میں زیادہ بزرگ ہوں نزدیک اپنے رب کے، طواف کرتے ہیں میرا یعنی ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں ہزار خادم فرشتے بہت خوبصورت، اور جب دن قیامت کا ہوگا تو میں سب انبیاء کا

امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور ان کا شفیع ہوں گا اور فخر سے نہیں کہتا، اگر آپ نہ ہوتے حق تعالیٰ مخلوق کو نہ پیدا کرتا، اور نہ ظاہر کرتا اپنی اُلوہیت اور خدائی کو، اور تھے آں حضرت ﷺ نبی اور آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔

اور سوائے اس کے اور بہت سی احادیث اسی طرح آپ کے اوصافِ کمال اور کمالِ اوصاف میں وارد ہیں:

نماند بعصیاں کسے در گرو — کہ دارد چنیں سیّد پیشرو
محمد عربی کآبروے ہر دوسرا است — کسیکہ خاک درش خاک برسرِ او
خاکی و بہ اوج عرش منزل — امی و کتاب خانہ ہر دل

(ترجمہ: ”کوئی شخص گناہوں کی باعث گروی نہیں رہے گا، کیوں کہ وہ ایسا سردار اپنا پیشوا رکھتا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو دونوں جہانوں کی آبرو ہیں، جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں اس کے سر پر خاک پڑے آپ ﷺ خاکی ہیں لیکن علوِ مرتبت کے اعتبار سے آپ کی منزل عرش ہے، آپ ﷺ اُمی ہیں لیکن کتاب خانہ آپ کے دل میں ہے۔“)

جمیع صفاتِ کمال میں آں حضرت ﷺ بے مثل اور بے نظیر ہیں۔

نہ مثل اس کا ہوا پیدا نہ ہوگا اور نہ ہے کوئی
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق مرتد کا

پس بڑے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو منع کرتے ہیں آپ کے ذکر شریف سے اور باز رہتے ہیں آپ کی تعظیم وتکریم سے بلکہ حرام اور بدعتِ سَیِّئَہ کہتے ہیں اور پھر اپنا نام محمدی اور عامل بالحدیث رکھتے ہیں یہ سراسر مخالفت ہے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اور خلاف ہے سنتِ صحابہ اور طریق تابعین وتبع تابعین اور اتفاقِ مجتہدینِ سلف اور علماءِ صالحین خلف کے، اس واسطے کہ ذکرِ ولادت اور شمائل شریفہ اور اخلاقِ منیفہ اور معراج اور معجزات اور وفات اس مظہرِ جامع جمیع صفاتِ کمالِ ظاہری و باطنی حق کے ثابت ہے کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین وتبع تابعین اور اخبارِ سلف سے۔

بڑا سرمایۂ اعتراض اس فرقہ کا یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ قرونِ ثلاثہ یعنی آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں اور اصحابِ کرام اور تابعین کے زمانہ میں یہ محفل منعقد نہیں ہوئی اور نہ قیام وقت ذکرِ ولادت کے ان تینوں زمانوں سے مروی ہوا اس لیے بدعت ہے۔

جواب...... اس کا یہ ہے کہ اس کے نفسِ بدعت ہونے سے کوئی محظورِ شرعی لازم نہیں آتا دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جماعتِ) تراویح کو کہ عہدِ آں حضرت ﷺ میں نہ تھی: **نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ**۔ فرمایا: یعنی ''یہ اچھی بدعت ہے۔''

پس خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بدعت میں حُسن ثابت ہوا چنانچہ علماءِ اہلِ سنت نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں:

(۱) واجب، (۲) مستحب، (۳) مباح، (۴) مکروہ، (۵) حرام۔

اور تفصیل ہر ایک کی موجبِ تطویل ہے علماءِ شریعت رحمھم اللّٰہ تعالیٰ نے تفصیل بشرح وبسط اُس کے محل میں لکھی ہے اور اس مختصر میں گنجائش اُس کے درج کی نہیں ہے، لہٰذا ہم اصلِ مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

محفل مولد شریف جس میں اُن امورِ مذکورہ بالا کا بیان ہوتا ہے اُس کے اِستِحْبَاب میں کیا شک ہے یہ سب امور تو زبانِ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، غایت یہ ہے کہ بحیثیتِ اجتماع منقول نہیں ہیں فرادی فرادی[12] مروی ہیں پس اگر مجموعۂ روایات کو بہیئتِ اجتماعی پڑھیں تو اس کی ممانعت کی کیا وجہ ہے بلکہ موجب زیادتِ برکات اور باعث کثرتِ فیضان وانوار ہوگا چنانچہ کتب علومِ دینیہ خصوصاً علم تفسیر وحدیث مثل صحاح ستہ ''بخاری شریف'' و ''مسلم'' وغیرہما کہ جن کا رتبہ صحت میں بعد قرآن مجید کے کُل علماءِ متقدمین و متاخرین کے نزدیک مسلّم ہے باوجودیکہ وجود ان کتابوں کا قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا اور پھر یہ کتابیں کتنے درجۂ صحت واعتبار کو پہنچیں اور اصولِ دین واساسِ شرح متین مقرر ہوئیں، جو لوگ منکر مولد شریف کے پڑھنے کے ہیں خاص کر ان کا دار ومدار ان ہی کتابوں پر ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ ان کتابوں میں بھی احادیث واقوال وآثارِ صحابہ متفرق جمع کیے ہیں ایسے ہی

(۱۲) الگ، الگ

مولد شریف میں بھی احادیث واقوالِ صحابہ کو جمع کر کے پڑھتے ہیں پس جو مولد شریف بروایاتِ صحیحہ جمع کیا ہوا ہو اُس کا پڑھنا اس بناء پر مثل کتبِ علومِ دینیہ کے ہوا، اور اگر ایسے مولد شریف کا پڑھنا بدعتِ سَیِّئَہ یا مکروہ وحرام ہو تو لازم آتا ہے کہ کتبِ مذکورہ کہ جو اصولِ دین ہیں ان کا پڑھنا بھی بدعتِ سَیِّئَہ یا مکروہ اور حرام ہو، اور قباحت اس کی اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ جو لوگ مانع مولد شریف کے پڑھنے کے ہیں وہ ان کتب کا پڑھنا بھی ترک کر دیں غَایَةُ مَا فِی الْبَابِ اگر فرق حکم پڑھنے میں کیا جائے گا تو درجۂ استحباب سے مولد شریف کا پڑھنا کم نہ ہوگا۔

اب ہم چند نقول علماءِ فحول اہلِ سنت سے نقل کرتے ہیں جن سے استحبابِ محفل مولد شریف اور قیام کا ثبوت واضح اور مُبرہن ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی مکّی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والحاصل ان البدعة الحسنة متفق علىٰ ندبها و عمل المولد واجتماع الناس له كذلك بدعة حسنة و من ثم قال الامام ابو شامة شيخ الامام النووى و من احسن ما ابتدع فى زماننا ما يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبته ﷺ و تعظيمه فى قلب فاعل ذٰلك و شكرا لله على ما من به من ايجاد رسول الله ﷺ الذى ارسله رحمة للعالمين. تمّ كلامه.

قال السخاوى لم يفعله احد من السلف فى القرون الثلاثة و انما حدث بعد ثم لا يزال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد و يتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات و يعتنون بقراءة مولده الكريم و

يظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم.

قال ابن الجزرى من خواصه انه امان فى ذالك العام و بشرى عاجلة بنيل البغية والمرام و اول من احدثه من الملوك صاحب اربل و صنف له ابن دِحية رحمه الله تعالٰى كتابا فى المولد سماه "التنوير بمولد البشير النذير" فاجازه بالف دينار و قد استخرج له الحافظ ابن حجر عسقلانى اصلًا من السنة و كذا الحافظ السيوطى و رد على الفاكهانى المالكى فى قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة. انتهى"

ترجمہ: یعنی ''بدعتِ حسنہ کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے اور مولد شریف کا پڑھنا اور اس کے واسطے لوگوں کا جمع ہونا بھی بدعتِ حسنہ ہے اسی وجہ سے امام ابوشامہ جو استاد ہیں امام نووی کے فرماتے ہیں کہ بہترین بدعتِ حسنہ جو ہمارے زمانہ میں نکالی گئی ہے وہ یہ ہے جو ہر سال خیرات اور صدقات اور اظہارِ زینت اور سرور ایک دن میں کرتے ہیں اور وہ دن موافق روز ولادت آں حضرت ﷺ کے ہوتا ہے، اس لیے اس میں باوجود احسان کے فقراء پر علامت ہے آں حضرت ﷺ کی محبت اور تعظیم کی بیچ دل اس شخص کے جو مولد شریف کو معمول بہ اپنا ٹھہراتا ہے اور اس میں شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اُس کے احسان پر کہ پیدا کیا ہمارے پیغمبر ﷺ کو اور بھیجا ان کو واسطے رحمت عالمین کے۔'' (کلام ختم ہوا امام ابوشامہ کا) علامہ سخاوی نے کہا کہ ''اس عملِ مولد کو کسی نے سلف سے قرونِ ثلاثہ میں نہیں کیا بعد قرونِ ثلاثہ کے حادث ہوا پھر ہمیشہ کرتے رہے اہلِ اسلام محفل مولد شریف، کو تمام اطرافِ بلاد اور بڑے بڑے شہروں میں خیرات کرتے ہیں

ان راتوں میں جن میں مولد شریف پڑھتے ہیں، طرح طرح کی خیرات اور بڑا اہتمام کرتے ہیں مولد شریف کے پڑھنے کا اور ظاہر ہوتی ہیں ان پر بہت برکات۔'' کہا علامہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ''مولد شریف کی خاصیات سے ہے یہ بات کہ جو شخص اس کو پڑھے یا پڑھوائے تو تمام سال آفات سے امن میں ہو جائے اور جو مراد اور مطلب ہو جلد پائے، اور پہلے جس نے شروع کیا اس محفل مولد شریف کو بادشاہوں میں سے بادشاہ اُربَل تھا اور فاضل ابن دِحیہ نے اُس کے واسطے ایک کتاب مسمّٰی بہ ''تنویر'' بیانِ مولد شریف میں لکھی، بادشاہ نے ہزار اشرفی اُس کے صلہ میں دی۔'' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مولد شریف کی اصل حدیث سے نکالی۔ اور اسی طرح شیخ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس کو سنت سے ثابت کیا اور فاکہانی مالکی کے اس قول کا کہ ''عملِ مولد بدعتِ مذمومہ ہے'' رد کیا۔'' (علامہ ابنِ حَجر ہیثمی مکی کی عبارت ختم ہوئی)

ہم تھوڑی سی عبارت اُس رسالہ سے جس کو حافظ محقق جلال الدین سیوطی نے تالیف فرمایا ہے اور اصل مولد کی سنت سے استخراج کی ہے اور دادِ تحقیق دی ہے نقل کرتے ہیں تا کہ طالبینِ حق اور شائقینِ اظہارِ صدق اُس تحقیق سے بالکل محروم نہ رہ جائیں۔

وَ فِيْهَا كِفَايَةٌ لِّمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ.

(ترجمہ: ''اور اس میں اس شخص کے لیے کفایت کا سامان ہے جس کے سینے میں دل ہو، کان لگا کر سنے اور حاضر الذہن ہو۔'')

اور وہ عبارت یہ ہے:

و بعد فقد وقع السوال عن المولد النبوى فى شهر الربيع الاول ما حكمه من حيث الشرع هل هو محمود او مذموم و عمل يثاب فاعله ام لا؟

الجواب...... ان اصل المولد هو اجتماع الناس و قراءة ما تيسر من القران و رواية الاخبار الواردة فى مبدءِ امر النبى ﷺ وما وقع فى مولده من الايات ثم يمد لهم سماط ياكلونه و ينصرفون من غير زيادةٍ على ذلك من البدع الحسنة يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبى ﷺ و اظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف ﷺ.

و اول من احدثه صاحب اربل الملك المظفر ابوسعيد كوكرى بن زين الدين احد الملوك الامجاد والكبراءِ الاجواد و كان له اثار حسنة. قال ابن كثير فى تاريخه كان يعمل المولد الشريف فى ربيع الاول و يحتفل به احتفالا هائلا و كان شجاعا بطلا، عاقلا عالما رحمه الله و اكرم مثواه قال و صنّف الشيخ ابوالخطابِ بن دحية له مجلدا فى مولد النبى ﷺ سماه "التنوير فى مولد البشير النذير" فجازاه علٰى ذالك الف دينار.

و قال ابن خلكان فى ترجمة الحافظ ابى الخطاب ابن دحية كان من اعيان العلماء و مشاهير الفضلاء. انتهى الاختصار و قد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجرنا العسقلانى رحمه الله عن عمل المولد فاجاب بان اصل المولد بدعة لم ينقل عن احد من السلف الصالح فى القرون الثلاثة ولٰكنها مع ذلك فقد اشتملت على المحاسن قصدوها فمن تحرٰى فى عملها المحاسن و تجنب ضدها كان بدعة حسنة و من لا فلا و قد ظهر لى تخريجها علٰى اصل الثابت وهو ما ثبت فى

الصحيحين من ان النبى ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء سألهم فقالوا هو يوم اغرق الله فيه فرعون و نجّى موسٰى فنحن نصومه شكرا لله تعالى علٰى ما من بهٖ فى يوم معين من ابداع نعمتهٖ و دفع نقمتهٖ و يعادُ ذٰلك فى نظير ذٰلك اليوم من كل سنة والشكر لله تعالى يحصل بانواع العبادات السجود والصيام والصدقة والتلاوة و اى نعمة اعظم من النعمة بتولد هٰذا النبى نبى الرحمة ﷺ و علٰى هٰذا فينبغى ان يتحرى اليوم بعينهٖ حتٰى يطابق قصة موسٰى عليه السلام فى يوم عاشوراء و ان لم يلاحظ ذالك لم يبالى بعمل المولد فى اى يوم من الشهر بل توسع قوم فنقلوه الٰى يوم السنة و فيه ما فيه فهٰذا ما يتعلق باصل عمله و اما ما يعمل فيه فينبغى ان يقتصر فيه علٰى ما يفهم منه الشكر للّٰه تعالٰى من نحو ما تقدم ذكره من التلاوة والاطعام والصدقة و انشاد شىء من المدائح النبوية اعنى الاشعار النعتية المحركة للقلوب الٰى فعل الخير والعمل للاخرة و اما ما يتبع ذالك من السماع واللهو و غير ذلك فينبغى ان يقال ما كان من ذالك مباحا بحيث يعين السرور بذالك اليوم لا باس بالحاقة وما كان حراما او مكروها فيمنع و كذا ما كان خلاف الاولٰى. انتهٰى

عن انس رضى اللّٰه عنه ان النبى ﷺ عق عن نفسه بعد النبوة مع انه ورد ان جده عبدالمطلب عق عنه يوم سابع ولادتهٖ والعقيقة لا تعاد مرة ثانية فيحمل ذٰلك علٰى ان

الذی فعله النبی ﷺ فعله اظهارا للشکر علی ایجاد الله
تعالی ایاه رحمة للعالمین و تشویقا للامة کما کان یصلی
علٰی نفسهٖ لذٰلك فیستحب لنا اظهار الشکر بمولده ﷺ
بالاجتماع و اطعام الطعام و نحو ذٰلك من وجوه القربات
و اظهار المسرة.

ثم رایت امام القراء الحافظ شمس الدین ابن الجزری
قال فی کتابه "عرف التعریف بالمولد الشریف" انه قد
رای ابولهب فی النوم فقیل له ما حالك؟ فقال فی النار الا
ان یخفف عنی کل لیلة اثنین و امص من بین اصبعی
هاتین ماء بقدر هٰذا و اشار براس اصبعهٖ و ان ذٰلك
باعتاقی ثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی ﷺ و
بارضاعها له فاذا کان ابولهب نالکافر الذی نزل القران
بذمه جوزی فی النار لفرحه بمولد النبی ﷺ فما حال
المسلم المُوحِّد من امتهٖ ﷺ و لعمری انما یکون جزاء
ه من المولی الکریم ان یدخله بفضلهٖ جنات النعیم.

و قال الحافظ ناصر الدین بن شمس الدین الدمشقی فی
کتابه المسمی "عودة الصادی فی مولد الهادی" و قد
صح ان ابا لهب یخفف عنه عذاب النار فی یوم الاثنین
لاعتاقهٖ ثویبة سرورا بمیلاد النبی ﷺ ثم انشد.

اذا کان هٰذا کافرا جاء ذمه — و تبت یداه فی الجحیم مخلدا
اتٰی انه فی یوم الاثنین دائما — تخفیف عند السرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کل عمره — باحمد مسرور و مات موحدا

انتهی کلام السیوطی"

ترجمہ: یعنی علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
''استفتاء کیا لوگوں نے کہ ربیع الاول کے مہینے میں جو مولد شریف
آں حضرت ﷺ کا پڑھا جاتا ہے اور محفل مولد کی جاتی ہے اس کا
ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا یہ عمل مقبول ہے یا مردود اور اس کا
کرنے والا ثواب پائے گا یا نہیں؟

جواب...... اس کا یہ ہے کہ اصل مولد شریف جو عبارت ہے ان چار
باتوں سے:

☆ ایک تو اجتماع لوگوں کا محفل میں۔
☆ دوسرے پڑھنا قرآن شریف کی بعض آیات اور بعض سورتوں کا جو
جس سے ہو سکے۔
☆ تیسرے بیان کرنا ان روایات اور احادیث کا جو ابتداءِ ولادت
آں حضرت ﷺ کے بیان میں وارد ہیں اور ان معجزات کا جو ظاہر
ہوئے میلاد مبارک میں۔
☆ چوتھے بچھانا دسترخوان کا اور کھانا کھلانا اہلِ محفل کو، پھر لَوٹ جانا
ان کا۔

سوائے ان چار اَمروں کے اور کوئی اَمر ان سے زیادہ نہیں ہے بدعتِ
حسنہ ہے، اس کا کرنے والا ثواب پائے گا اس واسطے کہ اس میں
آں حضرت ﷺ کی تعظیم ہے اور اس میں اظہار ہے فرحت اور خوشی کا
ساتھ ولادت باسعادت آں حضرت ﷺ کے اور اول جس شخص نے یہ
محفل قائم کی بادشاہ ''اَرْبل'' تھا جس کا نام ''مظفر ابوسعید'' ہے یہ بادشاہ
بزرگ تھا اور سخی، اور اس بادشاہ کے اوصاف ذاتی پسندیدہ تھے۔
فاضلِ جلیل ابنِ کثیر اس کے حال میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ بادشاہ ہمیشہ
ربیع الاول کے مہینہ میں محفل مولد شریف کیا کرتا تھا اور بڑے اہتمام

اور تزک سے اُس کی محفل آراستہ ہوتی تھی اور یہ بادشاہ دلیر اور بہادر اور عقل مند اور عالم تھا۔"

شیخ ابوالخطاب ابن دِحیہ نے ایک کتاب مولد شریف کے بیان میں تصنیف کی جس کا نام "اَلتَّنوِیرُ فِی مَولِدِ البَشِیرِ النَّذِیرِ" رکھا اور وہ بادشاہ اَربل کی خدمت میں پیش کی بادشاہ نے اُس کے صلہ میں شیخ موصوف کو ہزار اشرفی عطاء فرمائی۔

ابنِ خلکان اپنی تاریخ میں بیچ احوال شیخ ابوالخطاب ابنِ دحیہ کے لکھتے ہیں کہ "یہ علماءِ معتبرین اور فضلاءِ مشہورین میں سے تھے۔" اِنتَہٰی

اور شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عسقلانی سے محفلِ مولد کا استفتاء لوگوں نے پوچھا تو آپ نے جواب لکھا کہ:

"اصلِ مولد بدعت ہے، سلف صالح یعنی اہلِ قرونِ ثلاثہ سے منقول نہیں لیکن باوجود اس کے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں جو محفل کرنے والے اُس کا قصد اور نیت کرتے ہیں، پس جو شخص بہ نیت ان خوبیوں کے اس عمل کو کرے اور مقصود اُس کا وہ خوبیاں ہوں جو اس میں ہیں اور بچے ان کی ضد سے جو برائیاں ہیں تو اس کے لیے یہ عمل مولد شریف بدعتِ حسنہ ہے۔ اور جس کی یہ نیت اور قصد نہ ہو تو اس کے لیے نہیں۔ اور بے شک ظاہر ہوئی ہے مجھے اس عمل مولد کے جواز کی ایک دلیل عمدہ اور وہ حدیث ہے "بخاری" اور "مسلم" کی کہ "حضرت رسولِ خدا ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو پایا یہود کو کہ روزہ رکھتے تھے وہ عاشورے کے دن پس پوچھا آپ نے اُن سے اس کا سبب تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ڈبویا فرعون کو اور نجات دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو، پس ہم روزہ رکھتے ہیں اس دن میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے واسطے۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر شکر کرنا چاہیے خاص اُس روز مُعَیَّن میں جس میں حق تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا ہے اور عذاب و مصیبت کو دفع کیا ہے اور ہر سال میں خاص اُس دن شکر کا اِعادہ چاہیے اور شکر حق تعالیٰ کا حاصل ہوسکتا ہے انواع عبادات سے جیسے سجدہ اور روزہ اور خیرات اور تلاوتِ قرآن مثلاً۔ اور کون سا فضل اور احسانِ الٰہی آں حضرت ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر ہے کہ نبی رحمت ہیں تمام عالَم کے واسطے اور یہ فضل جمیع اَفضال اور انعاماتِ الٰہیہ کا اصلِ اصول ہے، پس اس بنا پر سزاوار ہے کہ آں حضرت ﷺ کی ولادت شریف کا دن مقرر اور مُعَیَّن کریں اس محفل مولد شریف کے واسطے کہ وہ روز دوشنبہ ہو، تا کہ مطابقت ہو اس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکور سے جو یوم عاشورا میں واقع ہوا اور اگر بغیر لحاظ اور التزامِ تعیُّن اس دن کے کریں تو اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں مہینے میں سے جونسے دن چاہیں محفل مولد شریف کریں بلکہ ایک جماعت نے اس سے زیادہ آسانی اور وسعت نکالی ہے کہ سال بھر میں جونسے دن چاہیں اس محفل شریف کو منعقد کریں اور اس میں ایک بڑی خیر و برکت اور خوبی ہے، یہ تو کلام تھا اصل عملِ مولد اور اس کی دلیل میں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس میں کیا چیز کرنی مناسب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سزاوار اس میں یہ ہے کہ وہ امور کیے جائیں کہ جن سے شکرِ الٰہی ظاہر ہو اور سمجھا جائے مثل اُن امور کے جو مذکور ہوئے یعنی تلاوتِ قرآن شریف اور کھانا کھلانا اور خیرات کرنا اور اشعارِ نعتیہ مثل قصائد اور غزلیں آں حضرت ﷺ کی مدح میں پڑھنا جن سے ذوق اور شوق اہلِ محفل کے واسطے پیدا ہو نیک کاموں کا اور اعمالِ آخرت کا۔ باقی رہا راگ اور باجا اور سوا اس کے جو بعضے امور

متعلق رونقِ محفل اور اظہارِ فرح و سرور کے ہیں اس میں تفصیل
مناسب ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو امر مباح ایسا کہ باعث سرور اور خوشی کا
ہو ساتھ یومِ ولادت باسعادت کے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ یعنی وہ
سب درست اور جائز ہے۔(۱۳) اور جو امر حرام یا مکروہ ہو اس سے
ممانعت چاہیے بلکہ جو خلافِ اولیٰ ہو اس سے بھی ممانعت اولیٰ ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''آں حضرت ﷺ نے عقیقہ کیا
اپنی ذات مبارکہ کا بعد اعلانِ نبوت کے حالاں کہ آپ کے دادا
حضرت عبدالمطلب آپ کی ذاتِ مقدسہ کا عقیقہ ساتویں دن روز
ولادت شریفہ سے کر چکے تھے اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا پس یہ عقیقہ
کرنا آں حضرت ﷺ کا اس پر محمول ہے کہ آپ نے اظہارِ شکر کے
واسطے عقیقہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا رحمۃ للعالمین اور نیز
اُمت کو شوق دلانے کے واسطے یعنی شوق و فرحت و سرور بسببِ
ولادت شریفہ کے کہ جس طرح آپ اپنے اوپر درود بھیجتے تھے بغرض
تعلیم و تشویق امت۔''
سو اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آں حضرت ﷺ کی امت کو
میلاد شریف کا شکریہ ظاہر کرنا مستحب ہے اس طور سے کہ محفل مولد
شریف کے واسطے جمع ہوں اور کھانے وغیرہ کھلاویں اور جو جو انواع
خیرات ہو سکے بجالائیں اور جو جو امور اظہارِ مسرت کے ہوں ان کو ادا

(۱۳) یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محفل مولد شریف میں جو تکلفات مثل فرش اور چوکی بچھانا شامیانہ وغیرہ کھڑا کرنا اور شب کے وقت روشنی کثیر واسطے زینت محفل کے اور ہار و پان و پھول وغیرہ کا مہیا کرنا اور گلاب وکیوڑہ کا چھڑکنا یا عطر کا ملنا یا تقسیم شرینی وغیرہ کرنا سب مستحب اور بے شبہ جائز اور درست ہے کیونکہ تحت قاعدہ کلیہ شرع یعنی اباحت و استحباب کے داخل ہے اسی طرح اشعار نعتیہ دو دو یا تین تین یا زائد کا باہم مل کر پڑھنا بلند آواز سے یہ سب مستحب ہے۔ منہ ۱۲

اور مہیا کریں۔
پھر میں نے دیکھا امام القراء حافظ شمس الدین ابن جزری کو کہ وہ اپنی
کتاب میں جس کا نام ''عرف التَّعْرِیْفِ بِالْمَوْلِدِ الشَّرِیْفِ''
ہے فرماتے ہیں:
کہ ''تحقیق ابولہب خواب میں دیکھا گیا اور اُس سے پوچھا گیا کہ تیرا
کیا حال ہے تو اس نے کہا میں دوزخ میں پڑا ہوں مگر دوشنبہ کی رات
میں مجھ پر تخفیفِ عذاب ہوتی ہے اور کسی قدر پانی چوسنے کو مل جاتا ہے
میری انگلیوں میں سے اور یہ بعوض اُس خوشی کے جو میں نے
آں حضرت ﷺ کی ولادت کی بشارت میں کی تھی کہ لونڈی ثُوَیبہ کو
اس خوشی میں اُس دن آزاد کر دیا تھا بسبب اس بات کے کہ اُس نے
مجھ کو حضرت ﷺ کی ولادت کا مژدہ سنایا تھا اور اس نے آں حضرت
ﷺ کو دودھ پلایا تھا، پس جب ابولہب سے کافر پر جس کی مذمت
میں قرآن شریف نازل ہے تخفیفِ عذاب ہوئی ببرکت فرحت ولادت
شریف کے تو پھر جو شخص مسلمان مُوَحِّد آں حضرت ﷺ کا امتی ہو اور
میلاد شریف نبوی سے خوش ہو تو اس کا کیا پوچھنا ہے، اُس کے ثواب اور
رفعِ درجات کو یہاں سے اندازہ کرنا چاہیے، غرض جو شخص کہ
آں حضرت ﷺ کے میلاد کی خوشی کرے اس کی جزا میں یقیناً خداوند
کریم بمقتضائے فضل عمیم اس کو داخل کرے گا جناتِ نعیم میں۔''
شیخ علامہ حافظ ناصر الدین بن شمس الدین دمشقی اپنی کتاب ''عُوْدَۃُ
الصَّادِیْ فِیْ مَوْلِدِ الْھَادِیْ''، میں لکھتے ہیں:
کہ ''تحقیق صحت کو پہنچی یہ بات کہ ابولہب پر دوزخ میں تخفیفِ عذاب
ہوتی ہے دوشنبہ کے دن بجہت اس بات کے کہ اُس نے رسول اللہ
ﷺ کے ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی کو کہ جس کا نام ثُوَیبہ تھا

جس وقت اُس نے آں حضرت ﷺ کی ولادت کا مژدہ ابولہب کو سنایا اُس نے اُس لونڈی کو آزاد کیا" پھر صاحبِ کتاب "عُوْدَۃُ الصَّادِی" نے چند اشعار لکھے جن کا مضمون یہ ہے:

ہو جس وقت کافر ابولہب سا — مذمت میں ہے جس کے تبت یدا
دوشنبہ کو تخفیف کا مستحق — خوشی میں ولادت کی اے باصفا
تو پھر عبد مؤمن کی نسبت گمان — ہے کیا حق تعالیٰ سے روزِ جزا
خوشی میں جو حضرت کے میلاد کی — جیا عمر بھر اور اس میں مَرا

تمام ہوئی عبارت سوال وجواب شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی اور شیخ علامہ جلال الدین سیوطی **رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہما** کی۔"

اور نیز علامہ محقق شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فاکہانی اور جوابِ امیر الحاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور جمیع شبہات ان کے اٹھائے، اور علامہ محمد بن یوسف شامی نے اپنی کتاب میں جس کا نام "سیرتِ شامی" کے ساتھ مشہور ہے اثباتِ مولد شریف میں عمدہ تحقیق کی اور بہت سے اقوال وفتاویٰ علماءِ معتمدین اور فضلاءِ مستندین کے نقل کیے۔

اسی طرح مولانا ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مولد شریف کے اِثبات میں رسالہ تالیف کیا اور اس میں نقولِ صحیحہ اور اَدِلّہ صریحہ اثباتِ مولد کے درج کیے، خلاصہ یہ کہ تحریر وتقریر فضلاءِ مذکورین سے بخوبی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ عملِ میلاد حضرت سرورِ کائنات مفخرِ موجودات **علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات** موجبِ امن ہے دنیا میں اور باعث حصولِ اجر کا آخرت میں بہ انواعِ نعیم جنات، اور کیوں نہ ہو جب ابولہب سے کافر کو جس کی شقاوت پر نصِ قطعی قرآن ناطق ہے بسبب خوشی میلاد مبارک کے عذابِ دوزخ سے راحت ملی تو محبِّ صادق اور مؤمنِ کامل کے واسطے امن وامان اور بشارتِ دوجہاں کس طرح حاصل نہ ہو۔

اور تحقیقِ سابق سے یہ امر بھی کرسی نشین وضاحت ہوا کہ عملِ مولدِ رسولِ مقبول

ﷺ معمول بہ ہے فضلائے سلف وخلف اور علماءِ جمیع بلادِ اہلِ اسلام کا جیسے حرمین شریفین **زَادَهُمَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيمًا** اور مُلکِ یمن اور مصر اور عراقین اور مُلکِ مغرب اور ہندوستان اور اقلیمِ شام وغیرہا سب جگہ کے علماءِ اعلام اور مشائخِ عظام اور سلاطین وحکام بلکہ سائر خواص وعوام بکمالِ اہتمام اس محفلِ منیف اور مولد شریف کو کرتے ہیں اور اس میں حاضر ہو کر ذکرِ نبوی ﷺ اور قصائدِ نعتیہ اور اشعارِ مدحیہ مصطفویہ سے فیض پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس حضوری اور اس عمل شریف کو موجب حصولِ سعادتِ دارین اور باعثِ فوز وفلاحِ کونین بجہت ذریعہ قربِ سید الثقلین محبوبِ **رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ** جانتے ہیں یہاں تک کہ ممالکِ مذکورہ اور اقالیمِ مسطورہ میں عوراتِ ضعیفہ اور عجائز بیوہ جو کچھ اپنی محنت مزدوری اور کسبِ حلال سے پیدا کرتی ہیں بامید حصولِ سعادت وقبولیت اس محفل کو منعقد کرتی ہیں اور زمانۂ قدیم سے علماءِ اصفیاء ومشائخِ اتقیاء آج تک اس محفل مبارک میں شریک ہوتے آئے ہیں اور کسی نے علماءِ معتبرین اور فضلائے معتمدین سے اس محفل پر کبھی زبانِ اعتراض نہیں کھولی اور حرفِ انکار لب پر نہیں لائے بلکہ غایت تعظیم وتکر[illegible] سے بسر وچشم حاضر ہوتے چلے آئے ہیں بگر بعضے افراد ناقصین نے خلاف جماعت علما[illegible] معتبرین کا اختیار کیا اور حکم اُن کا حکم شاذ اور نادر کا ہے اور نادر چیز اعتبار سے ساقِط ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ روایات ونقول علماءِ فحول سے مانند حافظ ابوالخیر سخاوی حافظ ابوالخیر بن الجزری وحافظ ابوشامہ وعلامہ ا[illegible] بن طُغرُبَل صاحبِ درِّ منتظم اور حافظ ناصر الدین بن شمس الدمشقی وملک عاد[illegible] صاحبِ اربل وعلامہ محمد بن یوسف مؤلف سیرت شامی وحافظ ابن حجر عسقلانی وحافظ جلا[illegible] الدین سیوطی وعلامہ ابن حجر مکی وعلامہ ابن کثیر وعلامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہم اور مانند ان کے بہ[illegible] سے علماءِ معتبرین جن کے نام معتمد کتب میں مذکور ہیں اور وہ مستند ہیں امتِ مرحومہ [illegible] ثبوتِ محفل مولد شریف اور پڑھنا اشعارِ نعتیہ کا اور اظہار کرنا فرحت وسرور کا جو مو[illegible] مزید شوق اور ازدیادِ محبت سرورِ عالم ﷺ کا **كَالشَّمْسِ فِيْ نِصْفِ النَّهَارِ** واضح ہو گیا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ وَ مِنْهُ التَّوْفِیْقُ هُنَالِکَ.

اور خوشی وفرحت میلاد شریف کی اس آیت شریفہ سے ثابت ہے:

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا. (پارہ:۱۱، سورۂ یونس، آیت:۵۸)

ترجمہ: ''کہ ساتھ فضل اللہ کے اور ساتھ رحمت اس کی کے پس چاہیے کہ خوش ہوں۔''

یعنی ساتھ فضل اور رحمت اللہ تعالیٰ کے خوش ہونا بحکم آیہ شریفہ سب اہلِ اسلام پر فرض ہے اور کوئی فضل و رحمت اللہ کا اپنے بندوں پر وجودِ باجود حضرت شفیع المذنبین رحمت للعالمین ﷺ سے بڑھ کر نہیں ہے لہٰذا خوشی آپ کی ولادت شریف کی جس قدر حدِ امکان میں ہو اُس کا بجالانا اتنا کہ حدِّ اِباحت سے متجاوز نہ ہو اہلِ اسلام پر لازم اور ضروری ہے اور فرحت وخوشی میلاد شریف کی نہ کرنا بمقتضائے اس آیتِ شریفہ کے خلاف کرنا حکمِ الٰہی سے ہے۔

بحث اِثباتِ قیام

اسی طرح علماءِ دین اور مفتیانِ شرعِ متین قائل ہیں مستحب ہونے قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کے جو خاص واسطے تعظیم وتکریم حضرت رسولِ کریم ﷺ کے کرتے ہیں چنانچہ تعظیم وتکریم آں حضرت ﷺ کی قرآن شریف کی آیت سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ. (پارہ:۲۶، سورۂ فتح، آیت:۸،۷)

ترجمہ: ''تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور رسول کے کے اور مدد کرو اس کی اور تعظیم کرو اس کی۔''

اس آیتِ شریفہ سے تعظیم کرنی آں حضرت ﷺ کی ثابت ہوئی اور مِنْ جُمْلَه اقسامِ تعظیم سے قیام کرنا بھی ہے اور تعظیم کرنا کوئی قسم ہو مخصوص بقیدِ حیاتِ آں حضرت ﷺ نہیں ہے بلکہ عام ہے حالتِ حیات اور بعد رحلت شریف کے، اور تعظیم وتکریم آں حضرت ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے پس اس قیام کا بھی حکم بدعتِ حسنہ سے بڑھ کر مرتبۂ وجوب کو ہوا اس لیے کہ اصل اس کی ثابت ہے آیتِ قرآن شریف اور اصحاب کے قول وفعل سے۔ اگر عاشقانِ جمالِ باکمال اور شیفتگانِ صورتِ بے مثال بہ نیتِ تعظیم و تکریم قیام کریں تو کیا محل رد وقدح کا ہے اور کون سی وجہ استبعاد اور استنکاف[۱۴] کی اس میں نکل سکتی ہے بعد اس بات کے کہ متفق علیہ ہے اہلِ سنت وجماعت کا کہ آں حضرت ﷺ حَیّ یعنی زندہ ہیں۔

(۱۴) برائی کی وجہ سے کسی چیز کو چھوڑنا۔

اب ہم چند اقوال اور فتاویٰ علماءِ معتبرین کے در بابِ استحبابِ قیامِ مذکور نقل کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف ''سیرتِ شامی'' میں فرماتے ہیں:

قَالَ ذُوالْمَحَبَّةِ الصَّادِقَةِ حسان زمانه ابو زكريا يحيى بن يوسف الصرصرى رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قَصِيْدَةٍ مِّنْ دِيْوَانِهٖ

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب — على فضة من خط احسن من كتب

و ان تنهض الاشراف عن سماعه — قياما صفوفا او جثيا على الركب

اما الله تعظيما له كتب اسمه — على عرشهٖ يارتبه سمعت الرتب

واتفق ان منشدا انشد هٰذه القصيدة فى ختم درس شيخ الاسلام الحافظ تقى الدين ابى الحسن السبكى والقضاه والاعيان بين يديه فلما وصل المنشد الى قولهٖ:

و ان تنهض الاشراف عند سماعه. اِلٰى اخر البيت

قام الشيخ للحال قائما علٰى قدميه امتثالا لما ذكر الصرصرى و حصل للناس ساعة طيبة. ذكر ذٰلك ولده شيخ الاسلام ابو نصر عبدالوهاب فى ترجمة من الطبقات الكبرى. انتهى

ترجمہ: یعنی ''کہا سچی محبت والے نے جو اپنے زمانہ کے حسان تھے جن کا نام ابوزکریا یحییٰ بن یوسف صرصری ہے اپنے دیوان کے ایک قصیدہ میں جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے:

آں حضرت ﷺ کی تعریف سونے کی روشنائی سے چاندی کی تختی پر عمدہ خوش نویس کے خط سے لکھی جائے تو تھوڑا ہے، آں حضرت ﷺ کی مدح سن کر بزرگان کھڑے ہو جائیں صفیں باندھ کر، یا دوزانوں بیٹھ جائیں جھک کر تھوڑا ہے۔ کیا حق تعالیٰ نے آپ کی یہ تعظیم نہیں

فرمائی ہے کہ آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا ہے حضرت ﷺ کا کیا رتبہ ہے کہ سب رتبوں سے بلند ہے۔

ایک روز حسبِ اتفاق یہ قصیدہ کسی شخص نے شیخ الاسلام تقی الدین سبکی کے آخر درس میں پڑھا اور اُس جلسہ میں بہت سے مفتیانِ شرع شریف اور سردار اور رئیس حاضر تھے جب پڑھنے والا اس شعر تک پہنچا:

وَ اَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ الخ تو شیخ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے واسطے تعظیم بجالانے آں حضرت ﷺ کی موافق کہنے صرصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور لوگوں پر تھوڑی دیر تک اس میں ایک حالتِ ذوق وشوق رہی۔

ذکر کیا اس مضمون کو شیخ تقی الدین سبکی کے فرزندِ ارجمند شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب نے تذکرۂ شیخ میں بیچ کتاب ''طبقاتِ کبریٰ'' کے۔''

اور علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ ''عقدالجواہر'' میں لکھتے ہیں:

و قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رواية و روّية فطوبٰى لمن كان تعظيمه ﷺ غاية مرامهٖ و مرماه.

ترجمہ: یعنی ''مستحسن سمجھا ہے قیام کو وقت ذکر ولادت کے ائمۂ حدیث اور ائمۂ فقہ یعنی محدثین اور فقہاء نے جو امام ہیں فنِ حدیث اور فقہ کے پس بشارت ہو اُس شخص کے لیے جس کا غایت مقصود اور نہایت مطلب حضرت ﷺ کی تعظیم ہو۔''

اس قیام کے سوال کے جواب میں مذاہبِ اربعہ کے مفتیوں نے جو مکہ معظّمہ میں اِسْتِحْسَان کے باب میں فتویٰ دیا ہے نقل کیا جاتا ہے۔

مفتی احناف کی یہ عبارت ہے:

استحسنه كثيرون والله سبحانه اعلم. كتبه المفتقر
عبدالله بن محمد المرغني الحنفي مفتي مكة المكرمة.

(ترجمہ: ''بہتر سمجھا ہے قیام کو بہت علماء نے۔لکھا ہے اس کو فقیر عبداللہ فرزند محمد مرغنی حنفی مفتی مکہ مکرمہ۔'')

مفتی مالکی کی یہ تحریر ہے:

القيام عند ذكر ولادة سيد الاولين والأخرين ﷺ استحسنه كثير من العلماء. والله اعلم.
كتبه حسين ابن ابراهيم مفتي المالكية بمكة الحمية.

(ترجمہ: ''قیام کرنا وقت ذکرِ ولادت بہتر جانا ہے اس کو بہت سے علماء نے۔ لکھا اس کو حسین بن ابراہیم مفتی مالکی بمکۃ المکرّمہ۔'')

مفتی شافعی کی یہ تقریر دلپذیر ہے:

نعم: القيام عند ذكر ولادته ﷺ استحسنه العلماء وهو حسن لما يجب علينا من تعظيمه ﷺ. كتبه الفقير لربه محمد عمر بن ابي بكر الرئيس مفتي الشافعية بمكة المكرمة.

(ترجمہ: ''ہاں قیام کرنا وقت ذکر ولادت کے بہتر جانا اس کو علماء نے اور وہ بہتر ہے اس واسطے کہ واجب ہے آپ ﷺ کی تعظیم ہم پر، لکھا ہے اس کو فقیر محمد عمر فرزند ابی بکر رئیس مفتی مذہب امام شافعی کے مکہ مکرمہ میں۔'')

مفتی حنبلی یہ زیب ترقیم فرماتے ہیں:

نعم يجب القيام عند ذكر ولادته ﷺ فذكروا عند ذكر ولادته ﷺ يحضر روحانيته ﷺ فعند ذلك يجب

التعظيم والقيام. والله سبحانه تعالٰى اعلم. كتبه الفقير الى الله محمد بن يحيٰى مفتي الحنابلة في مكة المشرقة.

(ترجمہ: ''ہاں واجب ہے قیام وقت ذکر آپ کی ولادت کے لکھا ہے علماء نے وقت ذکر آپ کی ولادت کے ظہور کرتی ہے آپ کی روح مبارک پس اس وقت واجب ہے آپ کی تعظیم اور واجب ہے قیام۔لکھا ہے اس کو فقیر محمد فرزند یحییٰ مفتی امام مذہب احمدِ حنبل مکہ مشرفہ میں۔'')

اور مولانا و بالفضل اولانا علامہ شیخ عبداللہ سراج حنفی جو پیشوا اور مقتدا علماءِ مکہ معظمہ تھے جمیع علوم دینیہ میں خصوصاً علمِ تفسیر وحدیث میں کہ ایک آیت تھے آیاتِ الٰہی سے حتیٰ کہ مولوی اسماعیل جو امام ہیں فرقۂ وہابیہ کے وہ بھی مُقِرّ تھے علم اور فضل مولانائے مذکور کے اور ان کے حلقۂ درس میں زانوئے ادب تہ کرتے تھے اور جملہ علوم میں عموماً اور علومِ تفسیر وحدیث میں خصوصاً ان کو مُسَلَّمُ الثُّبُوت جانتے تھے وہ جوابِ استفتائے قیامِ مذکور میں اس طرح دادِ تحقیق دیتے ہیں:

اما القيام اذا جاء ذكر ولادته ﷺ عند قراءة المولد الشريف توارثه الائمة الاعلام و اقره الائمة والحكام من غير نكير منكر ولا رد راد و لهٰذا كان مستحسنا و من يستحق التعظيم غيره. و يكفي اثر عبدالله بن مسعود رضي الله عنه:

مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ.

والله ولي التوفيق والهادي الى سواء الطريق.

حرره خادم الشريعة والمنهاج عبدالله بن المرحوم عبدالرحمن سراج المفسر المحدث بمسجد الحرام. انتهى.

ترجمہ: ''قیام وقت ذکرِ ولادتِ باسعادت کے مولد شریف میں ائمۂ اَعلام اور علماء اور حکام کا متوارث ہے یعنی قدیم سے چلا آیا ہے بغیر انکار کسی مُنکِر اور ردِ کسی راد کے اسی وجہ سے مستحسن ہوا، اور آں حضرت ﷺ کے سوا کون شخص مستحقِ تعظیم ہوگا اور کافی ہے حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس کے استحباب کی حجت کے واسطے اور وہ یہ ہے کہ:

مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''جس امر کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے''۔ ''اِنْتَھٰی

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو قیامِ تعظیمی واسطے آں حضرت ﷺ کے ثابت ہے اس حدیثِ ''مشکوٰۃ'' سے دلیلِ واضح اور برہانِ لائح ہے اس مدّعا پر اور وہ یہ ہے:

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرٰى قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِه.

ترجمہ: یعنی ''کہا راوی نے کہ رسولِ خدا ﷺ بیٹھتے تھے ہمارے ساتھ مجلس میں اور باتیں کرتے تھے پھر جب آپ اٹھتے تو ہم سب کھڑے ہو جاتے اور اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آں حضرت ﷺ کو حویلی کے اندر جاتے ہوئے دیکھ لیتے۔''

اور بھی ثابت ہے یہ قیام آں حضرت ﷺ کے امر سے کہ اصحاب کو حکم دیا:

قُوْمُوْا اِلٰى خَيْرِكُمْ اَوْ اِلٰى سَيِّدِكُمْ.

(ترجمہ: ''اپنے میں سے بہتر یا اپنے سردار کے لیے قیام کرو۔'')

بجہت تعظیم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے۔

اور ایک رسالہ خاص اثبات قراءۃ مولد شریف اور اثباتِ قیام میں قُدْوَةُ الْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ وَ نُخْبَةُ الْاَوْلِيَاءِ الْعَارِفِيْنَ جدی امجدی حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم

المدنی رضی اللہ عنہ نے کمال تحقیق کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور بدلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ ان دونوں امروں کو ثابت کیا ہے اور اُس کا نام ''ذِكْرُ الشَّرِيْفِ فِيْ دَلَائِلِ الْمَوْلِدِ الْمُنِيْفِ'' رکھا ہے اور فاضل علامہ مولوی سلامت اللہ بدایونی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس باب میں پوری کتاب لکھی ہے جس میں خوب تدقیق اور نہایت تحقیق کے ساتھ ان دونوں امروں کو مُدَلّل اور مُبَرْهَن کیا ہے اور اُس کا نام ''اِشْبَاعُ الْكَلَامِ فِيْ اِثْبَاتِ الْمَوْلِدِ وَالْقِيَامِ'' ہے اور فی الواقع یہ کتاب اسم با مسمّٰی ہے جس شخص کو زیادہ تفصیل منظور ہو یا کسی طالبِ حق کو علماءِ مذکورین محققین کے نقول میں بوجہ کسی بات کے کوئی شک وشبہ کسی قسم کا عارض ہو تو اُس کو لازم اور مناسب ہے کہ ان دو کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنی شکوک کو دفع کر لے ان شاء اللہ تعالٰی بشرطِ فہم وانصاف بعد مطالعہ کرنے ان کتابوں کے کوئی تردُّد باقی نہیں رہے گا اور حقیقتِ امر تو یہ ہے کہ جو شخص کہ سعادت اُس کی قسمت میں ازل سے لکھی ہوئی ہے اور اس کو منور فرمایا ہے ساتھ نورِ ایمان کے اور خمیر طینت اس کی محبت سید ولد عدنان علیه الصلوٰة والسلام الاتمان الاکمان سے گردانی ہے وہ اس کو موجبِ قرب اور سعادت اپنا جانے گا اور جو نہیں تو رسائل، کُتُبِ مُصَنَّفَۂ علماء اور اولیاء کیا معجزۂ قرآن شریف اور خیر الانبیاء سے بھی ہدایت نہیں پا سکتا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ.

(ترجمہ: ''اللہ بہت سوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔'')

بوئے جنسیت کند جذب صفات   باعثِ ایمان نباشد معجزات

بوئے جنسیت بے دل بردنست   معجزات از بہرِ قہرِ دشمن است

(ترجمہ: ''معجزات ایمان کا باعث نہیں ہوتے، ہم جنسیت ہونے کی خوشبو

صفات کو جذب کرتی ہے۔ معجزات دشمن پر سختی کے لیے ہیں، ہم جنس ہونے کی خوشبو دل کو کھینچنے کے لیے ہے۔“)

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِمَحَبَّتِهٖ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْبَشِيْرِ الْمُطَهَّرِ عَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اِلٰى يَوْمِ الْمَحْشَرِ كَمَا هُوَ اَهْلُهَا وَ اَجْدَرُ.

یہ تالیف بہ ماہ جمادی الاخری ۱۳۰۵ تیرہ سو پانچ ہجری بلدۂ مصطفےٰ آباد عرف رام پور میں اختتام کو پہنچی۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

تمت

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

الحمد للہ کہ مسئلہ مجلس میلاد نبوی علی صاحبہا الف الف الصلوۃ والتحیۃ جو مدت سے معرکۃ الآرا ہو رہا ہے اس کے متعلق ایک زبردست علمی تحقیق میں رسالہ متبرکہ نافعہ المسمّٰی بہ

مولود شریف

تصنیف لطیف زبدۃ المحققین عمدۃ المتکلمین حضرت مولانا مولوی محمد عمر کریم صاحب حنفی عظیم آبادی صانہ اللہ عن الشرور والفتن متوطن شہر عظیم آباد

باہتمام خاکسار محمد سعید فرید پٹیالوی منیجر مطبع

۱۳۳۲ ہجری قدسی

نام کتاب : مولود شریف (تلخیص)

مولف : حضرت مولانا سید عمر کریم حنفی رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : در مطبع اکبری پٹنہ ۱۳۳۲ہجری

طبع دوم : والضحیٰ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

والضحیٰ پبلی کیشنز

مرکز الاویس، ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور

0300-7259263 0315-4959263

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد رب العالمین والصّلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین.

اما بعد! اخبار الہلال کلکتہ مرقومہ بتاریخ ۵ ربیع الاول سنہ رواں اتفاقاً میری نظر سے گذرا اس میں ایک مضمون طولانی نسبت مولود شریف کے دیکھنے میں آیا جس کی سرخی ''مجلس مولد نبوی'' (ﷺ) ہے ہم نے اُس کو پڑھا اُس میں مولود شریف کے متعلق چند سوالات کیے گئے ہیں اور جناب فاضل ایڈیٹر الہلال نے اُس کا جواب دیا ہے اس جواب میں فاضل ایڈیٹر نے مجالسِ مولود کے بہ نسبت تو اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ اس سے زیادہ اہم عظیم المنفعۃ اور قوم کے لیے ذریعہ ارشاد وہدایت اور کوئی اجتماع نہیں ہے لیکن وہ معجزات اور خوارق جو وقت حاملہ ہونے حضرت آمنہ اور وقت ولادت سرورِ کائنات مفخر موجودات رسول مقبول ﷺ کے ظہور میں آئے تھے اور جس پر مذہب شیعہ اور سنی دونوں کا اتفاق ہے اور جو عام میلاد کی کتابوں میں لکھے گئے ہیں اُن سب سے کلیۃً نہایت سختی سے انکار کیا اور یہ کہا ہے کہ سرے سے یہ تمام واقعات از قسم قصص وحکایاتِ موضوعہ ہیں کسی ایک واقعہ کو بھی اُن میں سے صحیح نہیں قرار دیا ہے اور اُن سب احادیثِ صحیحہ کو جو اس بارہ میں آئے ہیں اور جن کو اکابر محدثین نے مختلف طُرق سے روایت کیا ہے یکدم سے موضوع اور غیر صحیح کہا ہے اور اُن بڑے بڑے محدثین کی شان میں جو دوسری صدی سے لے کر نویں صدی تک ہوئے ہیں اور جنہوں نے وہ حدیثیں روایت کی ہیں جس میں ولادت وغیرہ کے وقت جو معجزات ظہور میں آئے ہیں اُن کا بیان ہے یہ سب الفاظ استعمال کیے ہیں۔

مبدا جمیع اقسامِ افتراء ومکذوبات، ینبوع خرافات، حاطب اللیل، شاعر قصاص

سرچشمۂ موضوعات، ضلوا و اضلوا، فلیتبوا مقعده من النار وغیرہ وغیرہ یعنی یہ سب
مفتری ہیں جھوٹے ہیں قصہ گو ہیں، شاعر ہیں، جہنمی ہیں، خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی
گمراہ کیا وغیرہ وغیرہ اور یہ صرف اس واسطے کہ اُنہوں نے ایسی ایسی حدیثوں کی کیوں
روایت کی گرچہ وہ صحیح بھی ہوں وبس۔ علماء بے چارے بھی جو ان سب حدیثوں کو صحیح سمجھتے
ہیں نادان وغیرہ بنائے گئے ہیں اور اُن کے علم پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے اور اُن پر غفلت اور
مداہنت کا الزام لگایا گیا ہے۔ غرض کہ اُس میں اسی قسم کی اور بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں اور حد
سے زیادہ افراط وتفریط سے کام لیا گیا ہے۔

چونکہ ایسی تحریرات کا اپنی حالت پر چھوڑ دینا اور اُس کا جواب نہ دینا لوگوں کے حق
میں سخت مضر ثابت ہوا ہے اس واسطے میں نے اُس کا جواب لکھنا مناسب سمجھا تا کہ لوگ
اُس کے اثرِ بد سے محفوظ رہیں۔ (الہلال کی تحریر ''الہلال'' اور اپنا جواب ''**اقول**'' سے نقل
ہے۔) وھو ھذا۔

جواب

الهلال: ''پس مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہونا تھا کہ وہ اس ''اسوۂ حسنہ'' کے جمالِ
الٰہی کی تجلی گاہ ہوتیں۔ آنحضرت کے صحیح حالاتِ زندگی سنائے جاتے، ان کے اخلاقِ عظیمہ
اور خصائلِ کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی، اور اُن اعمال کا دلوں میں شوق و
ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک ''مسلم ومومن'' زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایۂ خمیر ہیں، اور جن کے
اتباع نے صحابۂ کرام کی زندگی کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ لسانِ الٰہی نے **یحبهم و
یحبونه** کی صدائے محبت سے ان کی مدح سرائی کی اور اتباعِ محبوب نے ان کو خود محبوب بنا
دیا۔'' (ہفت روزہ الہلال صفحہ ۸۴، ۸۵، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: مجلس مولود شریف کا اصلی مقصد کیا ہونا چاہیے وہ اُس کے نام سے ظاہر ہے اُس کا نام ہی
یہ بتا رہا ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے حالات اور ما یتعلق بہا پڑھی
جائیں گی ہر کام کا موقع ومحل علیحدہ ہوتا ہے جس کام کا جو موقع ہے وہیں اُس کو ہونا چاہیے۔

؎ ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

الهلال: ''لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی ہیں۔ مگر حقیقت
غارت ہوگئی ہے۔'' (الہلال کلکتہ، صفحہ ۸۵، فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: بے شک ایسا ہوا ہے اور بہت سے اعمال میں ہوا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں مگر مجلس
میلاد شریف میں ایسا نہیں ہوا ہے۔

الهلال: ''بہرحال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا،
جس کی صورت تو قائم ہے، مگر حقیقت مفقود۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو مثل اور رسمی
صحبتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے۔ اور امراء ورؤساء نے تو اپنی نمائش اور ریاء دولت کا اس
کو بھی ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔'' (الہلال کلکتہ، صفحہ ۸۵، فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: مولود کی حقیقت اور صورت دونوں قائم ہے اور نہ یہ رسمی تقریب سمجھی جاتی ہے اور نہ

امرا اس کو نمائش کے واسطے کرتے ہیں یہ سب اہتمام ہے جو شخص اس کو کرتا ہے وہ محض صدقِ دل سے اور بنظر حصولِ ثواب کرتا ہے۔

الھلال: ''یہ کیسی سخت بدبختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چیزوں کی سب سے زیادہ شہرت اور عوام وخواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور نا قابلِ تسلیم بھی ہیں۔ یہ حال ہر علم وفن کا ہے، تاریخ میں وہی کتابیں اور انہی کتابوں کی حکایت مشہور ومقبول ہیں، جن کے بعد ہمارے یہاں خرافات واکاذیب کا کوئی درجہ نہیں۔ سِیَر وفضائل میں بھی انہی کتابوں کو قبولِ عام حاصل ہے، جن کے مصنف محدثین کی جگہ قصاص وواعظین تھے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قدماء کی کتابوں پر نظر نہیں اور ہر علم وفن میں تمام تر دار ومدار متاخرین پر ہے، یہ لوگ محض حاطب اللیل تھے، اور چند کتابوں سے رطب ویابس روایات کو کسی ترتیب تازہ کے ساتھ جمع کر دینا ہی ان کی قوت تصنیف کا سدرۃ المنتہیٰ تھا۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ، صفحہ ۸۶، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں مین سب سے زیادہ وہی بیانات مقبول ہیں جو معتبر اور قابلِ تسلیم ہیں تاریخ وسِیَر وفضائل میں بھی اُن ہی کتابوں کو قبولیتِ عام ہے جو معتبر اور مستند ہیں جن کے مصنفین وہ بڑے بڑے محدثین اور مورخین ہیں کہ جن کے علوِ شان اور رفعتِ مرتبہ کی تمام دنیا معترف ہے نہ کہ قصاص اور واعظین۔ اگر آج کوئی شخص ان سب کو خرافات سمجھے تو سمجھا کریں اس سے کیا ہوتا ہے ایسی سمجھ اُسی کو مبارک ہو ان کتابوں کی قبولیت تمام دنیا میں قدیم سے چلی آتی ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اس زمانہ میں جو سیرۃ فلاں اور سیرۃ فلاں تصنیف ہو رہی ہے جس میں تیرہ سو برس کے فنِ تاریخ کی اصلاح کی جا رہی ہے اور جو مصنفین کی قوتِ تصنیف کا سدرۃ المنتہیٰ ہے اور جن پر بہت کچھ نازش کی جاتی ہے اس کو نہ اس وقت قبولیتِ عام ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہوگی کس واسطے کہ اصلی مجموعۂ خرافات یہ ہی کتابیں ہیں اور اگر اُسی خیال کے کچھ لوگوں کے یہاں اُس کی قبولیت ہوئی تو اس کا نام قبولیتِ عام نہیں۔ ایسی کتابیں ہندوستان ہی میں اُسی خیال کے چند لوگوں میں گھوم گھام کر رہ جائیں گی اور تھوڑے روز کے بعد پھر اُن کا کوئی نام بھی نہیں جانے گا اور

ہندوستان سے باہر تو نہ اس وقت کوئی ایسی کتابوں اور ان کے مصنفین کو جانتا ہے اور نہ آئندہ جانے گا۔ ہر فن میں قدما کی کتابوں پر ہی لوگوں کی خوب نظر ہے اور صرف متاخرین پر دار ومدار نہیں۔ متاخرین میں سے نہ تو سب لوگ حاطب اللیل تھے اور نہ سب ہر رطب ویابس روایات کو جمع کر دیتے تھے اگر کسی ایک آدھ نے بعض بعض رطب ویابس کو جمع کیا تو اس سے یہ کلیہ نہیں قائم ہو سکتا کہ سب ایسے ہی تھے اور بعض بعض کو جو حاطب اللیل کہا جاتا ہے تو باوجود حاطب اللیل ہونے کے بھی اُن کا وہ بلند پایہ اور ارفع مقام تھا کہ اس زمانہ کے محققین اور مجتہدین اور حاطب النہار اُن کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ غرضکہ یہ جتنے الزامات دیئے گئے ہیں سب بے بنیاد ہیں اور ایک بھی اس میں سے صحیح نہیں۔

الھلال: ''مثلاً (ملا حسین واعظ کاشفی) اور (ملا معین الدین ہروی) انہی لوگوں میں سے تھے۔ علی الخصوص آخر الذکر شخص جو فی الحقیقت انشا پردازی وحکایت طرازی واقتباس روایاتِ ضعیفہ وموضوعہ، وتاویلاتِ رکیکۂ قرآن وسنت، وعبور ورسوخ اسرائیلیات وروایاتِ یہود میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: اس جگہ علامہ حسین واعظ کاشفی (مصنف تفسیر حسینی) اور علامہ معین الدین ہروی کی طرف توجہ مبذول کی گئی ہے اور ان کو ملا کا خطاب دے کر اور انشا پرداز اور حکایت طراز وغیرہ وغیرہ ٹھہرا کر اُن ہی لوگوں میں داخل کیا ہے کہ جن کی شان میں اس کے اوپر ضلوا فاضلوا یعنی ''خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔'' اور **فویل لھم ولا تباعھم** ''پس خرابی ہے اُن کے واسطے اور اُن کی پیروی کرنے والوں کے واسطے۔'' لکھا گیا ہے جرم ان دونوں بے چاروں پر بھی وہی قائم کیا گیا ہے جو اُن لوگوں پر تھا یعنی اقتباس اُن روایات کا جو صاحبِ مضمون کے نزدیک ضعیف وموضوع ہیں وبس۔

ناظرین کیسے کیسے الفاظ ہیں کہ جو ایک بھاری جماعت اکابر دین کی شان میں استعمال ہو رہے ہیں اور کیا اچھا اتباع اخلاقِ عظیمہ اور خصائلِ کریمہ کا آنحضرت ﷺ کے کیا جا رہا ہے جس کے مجالس مولود شریف میں دعوت کی ہدایت فرمائی گئی ہے افسوس صد افسوس کہ ایسے کلماتِ سخت اس جو مضمون میں اکابر ائمہ دین کی شان میں لکھے گئے ہیں۔

الھلال: ''شاید بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اُردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں، وہ سب کے سب بے واسطہ یا بالواسطہ اسے (ملا معین ہروی) کی کتابوں ''معارج النبوۃ''، ''تفسیر سورۂ یوسف'' موسوم بہ ''نقرہ کار''، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ ''اعجازِ موسوی'' وغیر ہما سے ماخوذ ہیں۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: یہ بھی مثل اُن ہی باتوں کے ہے جو اوپر لکھی گئی ہیں اور جس کو اصلیت سے کچھ تعلق نہیں بہت سے لوگوں کو معلوم ہے کہ جس قدر مولود آج اُردو میں لکھے گئے ہیں اُن میں اکثر کا ماخذ یا ماخذ در ماخذ وہی سب حدیث کی کتابیں ہیں کہ جو اوپر کی صدیوں میں لکھی گئی تھیں۔

الھلال: ''یہ لوگ ان میں سے اکثر چیزوں کے خود موجد نہ تھے، بلکہ اپنی جماعت کے پیشرو افراد کے متبع، لیکن فارسی میں لکھ کر اور کتبِ مجالس و وعظ کو شائع کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات و خرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا، اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی دقت کے ان کو قبول عام حاصل بھی ہو گیا۔ والقصۃ بطولھا۔''

اقول: ایران و ہندوستان میں تو بقول الہلال تمام موضوعات کو ان لوگوں یعنی ملا معین الدین ہروی وغیرہ نے پھیلا دیا اور اُردو زبان میں جس قدر مولود کی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب کی سب بے واسطہ یا بالواسطہ کتاب ''معارج النبوۃ'' وغیرہ سے لکھی گئی ہیں لیکن عرب میں ان ''موضوعات'' اور ''خرافات'' کو کس نے پھیلا دیا اور عربی زبان میں جو مولود کی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ کس کتاب سے لکھی گئی ہیں۔ کس واسطے کہ جو مولود کہ عربی زبان میں لکھے گئے ہیں اور عرب میں پڑھے جاتے ہیں مثلاً مولود امام برجندی وغیرہ اُس میں بھی یہ سب ہے جس کو موضوعات اور خرافات کہا جاتا ہے بھرے ہوئے ہیں۔

الھلال: ''آپ نے جن روایات کی نسبت استفسار کیا ہے۔ (آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ) ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے، جو اصولِ حدیث کی بناء پر صحیح تسلیم کیا جا سکے، اور جس کو کتبِ معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو۔''

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: بے شک تعجب اور سخت تعجب کی جگہ ہے کہ ایسے واقعات کو جو اصول فن حدیث کی

بنا پر صحیح تسلیم کیے گئے ہوں اور جو فن حدیث کی معتبر اور مستند کتابوں میں موجود ہوں آج اُن کی بہ نسبت نہایت دلیری سے یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ نہ اصول فن حدیث کی بنا پر قابلِ تسلیم ہیں اور نہ کتبِ معتبرہ فن حدیث میں اس کی روایت ہے۔

الھلال: ''(صحاح) ان قصص سے خالی ہے۔''

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: صحاح میں اگر کوئی حدیث نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ حدیث صحیح نہیں کس واسطے کہ انحصار احادیثِ صحیحہ کا صحاح پر نہیں ہے اور نہ صحاح کے مصنفوں نے کہیں ایسا دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے اپنی اپنی کتاب میں سب صحیح حدیثوں کو جمع کر دیا ہے بلکہ ''بخاری'' اور ''مسلم'' نے تو صاف لفظوں میں یہ اقرار کیا ہے کہ ہم نے اپنی اپنی صحیح میں بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے جیسا کہ ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ'' میں ہے:

وصل احادیث صحیحه منحصر نیست در صحیح بخاری و مسلم و ایشان استیعاب نکرده اند تمامه صحاح را بلکه بعض صحاح که نزد ایشان بود بر شرط ایشان نیز نه آورده اند چه جاے مطلق صحاح بخاری گفت که نه آورده ام من درین کتاب مگر انچه صحیح ست و ترک کردم بسے از صحاح را و مسلم گفت که هر چه درین کتاب آورده ام از احادیث صحیحه است و نمی گویم که آنچه نه آورده ام در وے ضعف است۔ (اشعۃ اللمعات جلد:۱، صفحہ:۸ مطبوعہ نولکشور)

اور علاوہ اس کے صحاح نہ صرف ان قصص سے بلکہ تعین ماہ و یوم پیدائش سے بھی خالی ہے اور دوسری کتبِ احادیث میں موجود ہے تو کیا اس تعین کی سب حدیثیں موضوع ہیں کس واسطے کہ صحاح میں نہیں ہیں؟

الھلال: ''عام مسانید و معاجم اور مصنفات میں بھی کوئی لائق احتجاج ثبوت نہیں ملتا۔''

(ہفت روزہ الہلال صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: منجملہ عام مسانید کے ایک ''مسند امام احمد بن حنبل'' رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ جو شائع اور بہت مستند کتاب ہے اور جس کے بہ نسبت محدثین کی یہ رائے ہے کہ اس کی کوئی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ جس میں منجملہ واقعات کے ایک واقعہ کا ذکر ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ سے ایک نور ایسا ظاہر ہوا کہ جس سے قصورِ شام (شام کے محلّات) منور ہو گئے۔

حدیث: حدثنا عبداللّٰہ حدثنی ابی ثنا ابو النصر ثنا الفرج ثنا لقمان بن عامر قال سمعت ابا امامه قال: قلت یا نبی اللّٰہ ما کان اول بدع امرك قال دعوة ابی ابراهیم و بشری عیسٰی ورات امی انه یخرج منها نور اضاء ت منها قصور الشام۔

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری والدہ نے وقت پیدا ہونے میرے یہ دیکھا کہ اُن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے قصورِ شام منور ہو گئے۔''

(مسند امام احمد حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ مصر)

پیدائش امام احمد حنبل کی ۱۶۴ھ ہے۔

اور منجملہ مصنفاتِ مشہورہ کے کتاب ''مشکوٰۃ'' ہے کہ جو درس میں بھی داخل ہے اُس میں بھی یہ ہے حدیث ''مسند امام احمد حنبل'' اور ''شرح السنۃ'' سے یوں روایت کی گئی ہے۔

حدیث: و عن العرباض بن ساریه عن رسول اللّٰہ ﷺ انه قال انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبیین و ان ادم لمنجدل فی طینته و ساخبرکم باول امری دعوة ابراهیم و بشارة عیسٰی و رویا امی التی رات حین وضعتنی و قد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام رواه فی شرح السنة و رواه احمد عن ابی امامه من قوله ساخبرکم الٰی اخره۔

(مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین)

پس عام مسانید اور مصنفاتِ مشہورہ میں سے یہ تین کتابیں ہوئیں ایک ''مسند

امام احمد حنبل'' رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ''مشکوٰۃ'' اور تیسری ''شرح السنۃ'' جن میں لائقِ احتجاج ثبوت موجود ہے اور علاوہ ان کے اور بہت سی کتبِ مشہورہ میں اس قسم کی حدیثیں موجود ہیں کہ جس کو ہم آگے بیان کریں گے۔

اس جگہ ایک امر اور لکھ دینا ضروری ہے کہ ''مشکوٰۃ'' میں جو لفظ رویا کا واقع ہے اُس سے مراد خواب نہیں بلکہ رُویت بالعین ہے جیسا کہ ''لمعات شرح مشکوٰۃ'' میں ہے:

''قوله التی رات حین وضعتنی صفة رویا و ظاهر هذا الکلام ان رویة نورا ضابه قصور الشام کانت فی المنام و قد جاءت الاخبار انها کانت فی الیقظة و اما الذی رات فی المنام فهو انها رات انه اتاها ات فقال لها هل شعرت انك قد حملت بسید هذه الامة و نبیّها فینبغی ان یحمل الرویا علی الرویة بالعین فی الیقظة واللّٰہ اعلم. لمعات۔''

الہلال: ''حافظ (سیوطی) نے (جمع الجوامع) میں جمع احادیث کا پورا التزام کیا ہے، لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان روایات کا اس میں کہیں پتہ نہیں۔''

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۷،۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: یہ دو روایات تو ''جمع الجوامع'' میں بھی موجود ہیں۔

اول: رات امی حین وضعتنی سطح منها نور اضاء ت له قصور بصری. ابن سعد عن ابی العجفاء.

دوم: و رویا امی التی رات حین وضعت انه خرج منها نور اضاء ت له قصو الشام و کذٰلك امهات النبیین ترین.

جمع الجوامع

یعنی ''آنحضرت فرماتے ہیں کہ ہماری والدہ نے وقت پیدا ہونے ہمارے ایک نور ایسا دیکھا کہ جس سے قصورِ بصریٰ و شام منور ہو گئے'' بقیہ اور سب روایات اگر ''جمع الجوامع'' میں نہیں ہیں تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ یہ سب روایات ہی صحیح نہیں کس واسطے کہ یہ ہے

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''خصائص کبریٰ'' میں بقیہ سب حدیثوں کی روایت کر رہے ہیں کہ جس کو ہم آگے لکھیں گے اور کسی حدیث پر سوائے اُن تینوں ابونعیم والی حدیث کے جس کا ذکر آگے آئے گا کوئی اعتراض اور جرح نہیں کرتے اور ''خصائص'' کے دیباچہ میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ ''اس کتاب میں ہم نے کوئی موضوع حدیث نہیں درج کی ہے۔''

الهلال: ''(کنز العمال) میں متعدد ابواب تھے جہاں یہ روایات آ سکتی تھیں مثلاً (معجزات من قسم الاقوال) کے باب (اعلام و دلائل نبوت) میں لیکن ایک اثر بھی وہاں درج نہیں کیا گیا۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: کنز العمال میں بھی یہ تین حدیثیں موجود ہیں:

اول: **انی عند الله فی ام الکتاب خاتم النبیین و ان ادم لمنجدل فی طینه و ساخبرکم بتاویل ذلك دعوة ابی ابراهیم و بشارة عیسٰی بی و رویا امی حین وضعت انه خرج منها نور اضاء ت له قصور الشام و کذٰلك امهات النبیین ترین.** (کنز العمال جلد:۶، صفحہ:۱۱۲)

دوم: **رات امی حین وضعتنی سطح منها نور اضاء ت منه قصور بصری. ابن سعد عن ابی العجفاء.**

سوم: **رأت امی کانه خرج منها نور اضاء ت له قصور الشام. ابن سعد عن ابی امامه.** (کنز العمال جلد:۶، صفحہ:۱۰۳)

یعنی ''فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ ہماری پیدائش کے وقت ہماری والدہ نے یہ دیکھا کہ اُن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے قصورِ شام و بصریٰ منور ہو گئے۔''

الغرض کہ جس جس کتاب کی بہ نسبت صاحبِ مضمون نے یہ کہا کہ اُس میں کوئی ایک روایت بھی موجود نہیں اُن سب میں کوئی نہ کوئی روایت ضرور ہے۔ اگر یہ سب کتابیں لکھنے کے وقت صاحبِ الہلال کے سامنے نہ ہوتیں تو البتہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ خیال کی غلطی ہے مگر باوجود اس کے کہ یہ سب کتابیں اُن کے پیش نظر ہیں جیسا کہ وہ خود اس مضمون کے

حاشیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''(سوائے ''**کتاب التوسل**'' علامہ ابن تیمیہ کے) باقی کتابیں پیش نظر ہیں۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ، صفحہ:۸۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں ایک روایت بھی موجود نہیں۔ **ان هذا الشیٔ عجاب۔**

الهلال: ''معجزاتِ ولادت میں صرف دو چار روایتیں آنحضرت کے مختون پیدا ہونے کی نسبت البتہ درج کی ہیں، لیکن وہ تمام تر (ابنِ عساکر) کی ہیں، جن کی نسبت علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ''**و فیها احادیث کثیرة ضعیفة موضوعة و هینة**'' اور پھر ان سب کے راوی اول حضرت ابن عباس ہیں، اور اس لیے تمام روایاتِ ولادت کی طرح یہ روایت بھی منقطع ہے پس قابل احتجاج نہیں۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ، صفحہ:۸۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: اس جگہ صاحب الہلال نے آنحضرت ﷺ کے مختون پیدا ہونے کی روایت کو بھی غلط ٹھہرانے کی کوشش کی ہے خلاصۂ تقریر یہ ہے کہ چونکہ ''کنز العمال'' میں جو چند حدیثیں آنحضرت کے مختون پیدا ہونے کی ہیں وہ سب ''ابنِ عساکر'' کی ہیں اور علامہ ابن تیمیہ نے یہ کہا ہے کہ ''ابنِ عساکر'' میں ضعیف اور موضوع حدیثیں بہت ہیں۔ اور راوی اول ان سب احادیث کے حضرت ابن عباس ہیں اس لیے یہ تمام روایات منقطع ہیں۔ اور قابل حجت نہیں۔

اگر صاحب الہلال اس کے لکھنے کے وقت ایک سرسری نظر بھی صرف اُسی ''خصائص کبریٰ'' (جو وقت لکھنے مضمون کے اُن کے پیشِ نظر تھی) ''**باب الایة فی ولادته ﷺ مختونا مقطوع السر**'' پر نظر ڈالتے تو ایسا اعتراض نہ کرتے کیونکہ قطع نظر اور کتابوں کے صرف اُسی ''خصائص'' کے بابِ مذکور میں جو حدیثیں درج ہیں وہی ثبوت کافی واسطے صحت اس واقعہ کے ہیں اور اُسی سے جو جو اعتراضات کیے گئے ہیں وہ سب رد ہوتے ہیں چنانچہ وہ حدیثیں یہ ہیں:

اول: **اخرج الطبرانی فی الاوسط و ابونعیم والخطیب و ابن عساکر عن انس عن النبی ﷺ انه قال من کرامتی علی ربی انی ولدت مختونا و لم یراحد سوأتی. و صححه**

الضیاء فی (المختارة) و قال ابن سعد انا یونس بن عطاء المکی حدثنی الحکم بن ابان العدنی حدثنا عکرمه عن ابن عباس عن ابیه العباس بن عبدالمطلب قال ولد النبی ﷺ مختونا مسرور او اعجب ذلک عبدالمطلب و حظی عنده و قال لیکونن لا نبی هدا شان فکان له شان.

اخرجه البیهقی و ابونعیم و ابن عساکر.

(ترجمہ) ''یعنی ''طبرانی'' نے ''اوسط'' میں اور ''ابونُعیم'' اور ''خطیب'' اور ''ابنِ عساکر'' نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا آپ نے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا تھا۔ اور ضیاء نے (مختارہ) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ابن سعد نے یونس بن عطاء مکی سے اور یونس نے حکم بن ابان سے اور حکم نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے اور ابن عباس نے اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے تھے اور عبدالمطلب کو اس سے بہت تعجب ہوا اور کہا کہ اس لڑکے کی بڑی شان ہوگی جیسا کہ ہوا) اخراج کیا اس کو ''بیہقی'' اور ''ابونُعیم'' اور ''ابنِ عساکر'' نے۔''

دوم: و اخرج ابن عدی و ابن عساکر من طریق عطاء عن ابن عباس قال ولد النبی ﷺ مسرورا مختونا.

(ترجمہ) یعنی ''اخراج کیا ''ابنِ عدی'' اور ''ابنِ عساکر'' نے عطاء سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے کہ رسول اللہ ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔''

سوم: و اخرج ابن عساکر عن ابن عمر قال ولد النبی ﷺ مسرورا مختونا. قال الحاکم فی (المستدرك) تواترت الاحادیث انه ولد مختونا و فی (الوشاح) لابن درید قال

ابن الکلبی بلغنا عن کعب الأحبار انه قال نجد فی بعض کتبنا ان ادم خلق مختونا و اثنی عشر نبیا من بعده من ولد لا خلقوا مختتنین اخرهم محمد ﷺ و شیث و ادریس و نوح و سام و لوط و یوسف و موسٰی و سلیمان و شعیب و یحیٰی و هود و صالح صلی اللّٰه علیهم اجمعین.

(ترجمہ) یعنی ''ابنِ عساکر نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے تھے حاکم نے (مستدرک) میں کہا کہ آنحضرت کے مختون پیدا ہونے کے بارہ میں احادیث کا تواتر ہے اور ابن درید کی ''وشاح'' میں ہے کہ کہا ابن کلبی نے کہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ کعب احبار نے یہ کہا ہے کہ ہم اپنی بعض کتب میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت آدم ختنہ کیے ہوئے تھے اور بارہ اور نبی اُن کی اولاد سے ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت شیث، (۲) ادریس، (۳) نوح، (۴) سام، (۵) لوط، (۶) یوسف، (۷) موسیٰ، (۸) سلیمان، (۹) شعیب، (۱۰) یحییٰ، (۱۱) ہود، (۱۲) صالح۔ اور سب سے آخر میں محمد رسول اللہ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے۔ صلی اللہ علیهم اجمعین.''

(خصائص کبریٰ جلد: ۱، صفحہ: ۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

بس ان تین حدیثوں سے آنحضرت کا مختون پیدا ہونا محقق ہوگیا۔ اور سب اعتراضات دفع ہو گئے یعنی یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات سب صرف ''ابنِ عساکر'' کی نہیں ہیں بلکہ طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ''ابونُعیم'' اور ''خطیب'' اور ''ابنِ عدی'' وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ان کے راوی صرف ابن عباس نہیں بلکہ حضرت انس اور ابن عمر بھی ہیں اور یہ کہ ابن سعد کی روایت میں سب راویوں کا نام بھی موجود ہے کہ کس کس نے کس کس سے روایت کی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ضیاء نے (مختارہ) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور

حاکم نے (مستدرک) میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت کے مختون پیدا ہونے کی احادیث متواتر ہیں۔

بس جو حدیث کہ اتنے طُرق سے مروی ہو اور متواتر ہو اُس کی بہ نسبت یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ غیر صحیح ہے اور قابل احتجاج نہیں۔

اور صاحب الہلال کو تو صرف آنحضرت ﷺ کے مختون پیدا ہونے پر اعتراض تھا مگر ان احادیث سے تو بہت صاف طور پر آنحضرت سمیت تیرہ انبیاء کا مختون پیدا ہونا ثابت ہوگیا۔

الہلال: ''پس دراصل ان قصص کا سرچشمۂ وحید اور مبداء اول وہ تین طول طویل حدیثیں ہیں، جن کو (ابونعیم) صاحب (دلائل) نے عمرو بن قتیبہ، ابن عباس، اور خود حضرت عباس کی نسبت سے روایت کیا ہے، اور یہی روایات ہیں، جن کا آگے چل کر قصاص و مجلس آرا واعظوں نے اپنی گرمیٔ مجلس کے لیے استقبال کیا، اور پھر تمام قصص و حکایات اور کتبِ سِیَر متاخرین میں داخل ہوگئیں۔'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ، صفحہ: ۸۷، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء) اس کے بعد (صاحبِ الہلال نے) تینوں حدیثوں کو لکھا ہے

اقول: یہاں صاحب الہلال نے اپنے مدعا کو بہت ہوشیاری سے اس طرح سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ سب احادیث جو واقعات زمانۂ حمل اور ولادت کے متعلق آئیں تھیں اُن میں سے کتاب ''خصائص کبریٰ'' سے صرف تین حدیثیں جس کو ''ابُونعیم'' نے روایت کیا ہے اور جس پر بعض لوگوں کی کچھ جرح بھی ہے لے لیں اور اُسی کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ کہا کہ سرچشمۂ وحید اور مبدأ اول سب احادیث کا جو اس خصوص میں آئی ہیں صرف یہی تین حدیثیں ہیں وبس اور یہ تینوں موضوع ہیں پس جب یہی تینوں جو اصل ہیں موضوع ٹھہریں تو پھر بقیہ احادیث کا کیا اعتبار رہا اس واسطے واقعات متعلقہ ولادت وغیرہ کے جس قدر احادیث ہیں سب موضوع اور غلط۔ اور یہ بھی دکھلایا کہ ابونعیم پانچویں صدی کے آدمی ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب پانچ سو برس تک کسی محدث نے اس قسم کی روایت نہیں کی تو صرف ایک شخص جو پانچویں صدی میں ہوا ہے اگر اس کی روایت کرے تو وہ کب قابل قبول ہوسکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب اُس پر جرح بھی ہو۔

اگر واقعی ایسا ہوتا تو البتہ یہ دعویٰ قابلِ تسلیم ہوسکتا تھا مگر ایسا نہیں ہے اور یہ سب بیانات بے اصل محض ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ دین اور محدثین نے جو دوسری، تیسری، چوتھی صدی میں ابُونعیم کے بہت زمانہ قبل اور بھی پانچویں صدی ابونعیم کے زمانہ میں یا کچھ اُن کے بعد ہوئے ہیں اس قسم کی حدیثیں اور خود ابونعیم نے علاوہ اُن تینوں حدیثوں کے اور حدیثیں مختلف طریق سے بہ کثرت روایت کی ہیں اور اُن سب کو صحیح سمجھا اور کسی کو موضوع نہیں کہا ہے حتیٰ کہ حافظ ابن جوزی (پیدائش ابن جوزی کی ۵۱۰ھ پانچ سو دس ہجری یا اور کچھ قبل اس کے ہے) ایسا شخص بھی کہ جس نے احادیث کی پوری تنقید کی اور موضوعات کا ایک دفتر ہے تیار کرڈالا اور ''بخاری'' اور ''مسلم'' تک میں بھی موضوع حدیثیں ٹھہرائیں ان احادیث کی صحت سے انکار نہیں کرسکا چنانچہ جو کتاب مولود خود اُس نے لکھی ہے اُس میں ان سب واقعات متعلقہ حمل وولادت کا ذکر بہت شرح وبسط سے کیا ہے اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو ہم اُس کو یہاں نقل کرتے کتابِ مذکور مصر میں چھپ گئی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ جس کا دل چاہے اُس میں دیکھ لے۔ اب ذیل میں ہم چند حدیثیں اور جس محدث نے اُس کی روایت کی ہے اُس کا نام اور یہ کہ کس زمانہ میں وہ محدث ہوا ہے اس سب کو تفصیل سے لکھتے ہیں۔ ایک حدیث ''مسند امام احمد حنبل'' رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ جو اوپر لکھی گئی ہے۔ پیدائش امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۶۴ھ ایک سو چونسٹھ ہجری ہے۔

اس کے بعد ہم اُن سب حدیثوں کو لکھتے ہیں کہ جو اُسی ''خصائص کبریٰ'' میں ایک ہی باب کے اندر ہے کہ جس میں سے صاحب الہلال نے اُن تین حدیثوں کو نقل کیا ہے مگر ان سب حدیثوں کا ذکر تک نہیں کیا۔

احادیث ''خصائص کبریٰ''

جلد: ۱، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

از صفحہ ۴۵ تا صفحہ ۵۳

باب ما ظهر في ليلة مولده ﷺ من المعجزات والخصائص

نمبر۲

و اخرج البيهقى والطبرانى و ابونعيم و ابن عساكر عن عثمان بن ابى العاص قال حدثنى امى انها شهدت ولادة امنة رسول الله ﷺ ليلة ولدة قالت فما شيء انظر اليه فى البيت الا نور و انى لانظر انى النجوم ثدنو حتى انى لاقول ليقعن علىّ فلما وضعت خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتى جعلت لا ارى الا نورًا.

یعنی ''ابوالعاص کی والدہ کہتی ہیں کہ ہم نے ولادت رسول اللہ ﷺ کے وقت یہ دیکھا کہ سب گھر روشنی سے بھر گیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ستارے سب نزدیک آرہے ہیں گویا گر پڑیں گے اور بعد ولادت کے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ سب مکان بھر گیا۔''

اس کے راوی سوائے ''ابونُعیم'' کے ''بیہقی'' اور ''طبرانی'' ہیں۔ پیدائش بیہقی ۳۸۴ھ اور پیدائش طبرانی کی ۲۶۰ھ ہے۔

نمبر۳

و اخرج احمد والبزار والطبرانى والحاكم والبيهقى و ابونعيم عن العرباض بن ساريه ان رسول الله ﷺ قال انى عبدالله و خاتم النبيين و ان أدم لمنجدل فى طينه و ساخبركم عن ذلك دعوة ابى ابراهيم و بشارة عيسٰى و رويا امى التى رات و كذلك امهات النبيين يرين و ان ام رسول الله ﷺ رأت حين وضعته نورًا اضاء ت له قصور الشام.

یعنی ''والدہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی ولادت کے وقت ایک ایسا نور دیکھا کہ جس سے قصورِ شام (شام کے محلات) منور ہو گئے۔'' اس کے راوی سوائے ''ابونُعیم'' کے ''حضرت امام احمد حنبل'' رضی اللہ عنہ اور ''بزار'' اور ''طبرانی'' اور ''حاکم'' اور ''بیہقی'' ہیں۔ پیدائش امام احمد حنبل ۱۶۴ھ میں اور انتقال بزار ۲۹۲ھ میں اور پیدائش طبرانی ۲۶۰ھ اور پیدائش حاکم ۳۲۱ھ اور پیدائش بیہقی ۳۸۴ھ میں ہے۔

نمبر۴

و اخرج ابن سعد و ابن عساكر عن ابن عباس ان امنة قالت لقد علقت به فما وجدت له مشقة حتے وضعته فلما فصل منى خرج معه نور اضاء له ما بين المشرق الى المغرب ثم وقع على الارض معتمدًا علٰى يديه ثم اخذ قبضه من تراب فقبضها و رفع راسه الى السماء.

یعنی ''فرمایا حضرت آمنہ نے کہ زمانۂ حمل میں تا وضع حمل مجھ کو کچھ مشقت نہیں معلوم ہوئی اور وقت وضع حمل کے ایک نور ایسا مجھ سے نکلا کہ جس سے مابین مشرق و مغرب روشن ہو گیا'' وغیرہ۔

اس کے راوی بھی وہی ''ابن سعد'' و ''ابن عساکر'' ہیں انتقال ابن سعد ۲۴۹ھ تین سو انچاس ہجری میں ہے۔ ''ابونعیم'' کو اس روایت سے کوئی تعلق نہیں۔

نمبر۵

و اخرج ابن سعد من طريق ثور بن يزيد عن ابى العجفاء عن النبى ﷺ قال رأت امى حين وضعتنى سطح منها نور اضاء ت له قصور بصرى.

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہماری والدہ نے وقت پیدا ہونے میرے دیکھا کہ ایک نور اُن سے ایسا نکلا کہ جس سے قصورِ بصریٰ روشن ہو گئے۔''

اس کے راوی بھی وہی ''ابنِ سعد'' ہیں جو اوپر والی حدیث کے ہیں نہ کہ ''ابونُعیم''۔

نمبر ۶

و اخرج ابونعیم عن عطاء بن یسار عن ام سلمه عن امنة قالت رایت لیلة وضعته نورا اضاء ت له قصور الشام حتے رایتھا.

یعنی ''فرمایا حضرت آمنہ نے کہ وقت وضع حمل کے ہم نے ایک ایسا نور دیکھا کہ جس سے قصور شام (شام کے محلات) روشن ہو گئے یہاں تک کہ دیکھا میں نے قصورِ شام (شام کے محلات) کو۔'' اس کے راوی صرف ''ابونعیم'' ہیں۔

نمبر ۷

و اخرج ابونعیم عن بریده عن مرضعته من بنی سعد ان امنة قالت رایت کانه خرج من فرجی شهاب اضاء له الارض حتی رایت قصور الشام.

اس کا بھی وہی مضمون ہے کہ جو اوپر والی حدیث کا۔ اور اس کے راوی بھی ابونعیم ہیں۔

نمبر ۸

و اخرج ابن سعد انا عمرو بن عاصم الکلابی حدثنا همام بن یحییٰ عن اسحاق بن عبدالله ان ام رسول الله ﷺ قالت لما ولدته خرج من فرجی نور اضاء له قصور الشام فولدته نظیفا ما به قذرو وقع الی الارض وهو جالس علی الارض بیده. و قال انبانا معاذ العنبری حدثنا ابن عون عن ابن القبطیة فی مولد رسول الله ﷺ قال قالت امه رایت کان شهاباً خرج منے اضاء ت له الارض.

یعنی ''فرمایا والدہ رسول اللہ ﷺ نے کہ وقت وضع حمل کے ایک نور ہم سے ایسا

ظاہر ہوا کہ جس سے قصور شام منور ہو گئے اور آنحضرت ﷺ پاک وصاف پیدا ہوئے آپ میں کوئی پلیدی نہ تھی اور بعد پیدا ہونے کے ہاتھ کے بل آپ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔''

اس کے راوی بھی وہی ''ابن سعد'' ہیں جن کا انتقال ۳۲۹ ہجری میں ہوا ہے اور ابونعیم کو اس روایت سے کوئی سروکار نہیں۔

نمبر ۹

و اخرج ابونعیم عن عبدالرحمٰن بن عوف عن امه الشفاء بنت عمرو بن عوف قالت لما ولدت امنة رسول الله ﷺ وقع علٰی یدی فاستهل فسمعت قائلا یقول رحمك الله و رحمك ربك قالت الشفاء فاضاء نی ما بین المشرق والمغرب حتی نظرت الی بعض قصور الروم قالت ثم البتة و اضجعته فلم انشب ان غشیتنی ظلمة و رعب و قشعریرة عن یمینی فسمعت قائلا یقول این ذهبت به قال الی المغرب واسفر ذلك عنی ثم عاودنی الرعب والظلمة واتهشعریرة عن یساری فسمعت قائلا یقول این ذهبت به قال الی المشرق قالت فلم یزل الحدیث منی علی بال حتی ابتعثه الله فکنت فی اوّل الناس اسلامًا.

یعنی ''اُمِ شفا کہتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو روئے پس ایک آواز میں نے سنی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے رحمك الله و رحمك ربك پھر مابین مشرق ومشرق روشن ہو گیا یہاں تک کہ میں نے بعض قصورِ روم کو دیکھا پھر میں نے آپ کو کپڑا پہنا کر سُلا دیا پھر طاری ہوئی مجھ پر تاریکی اور رعب اور لرزہ، داہنے طرف سے پس سُنا میں نے ایک کہنے والے کو کہ کہتا ہے ''کہاں لے گئے ان کو'' کہا دوسرے نے کہ ''مغرب کی طرف'' پھر وہی

تاریکی وغیرہ مجھ پر بائیں طرف سے طاری ہوئی پس سُنا میں نے ایک کہنے والے کو کہتا ہے
کہ کہاں لے گئے ان کو کہا دوسرے نے طرف مشرق کے۔'' اس کے راوی ''ابونعیم'' ہیں۔

نمبر ۱۰

و روی الحافظ ابوزکریا یحیٰی بن عایذ فی مولده عن ابن
عباس ان آمنه کانت تحدث عن یوم میلاده وما رات من
العجائب قالت بینا انا اعجب اذا انا بثلاثة نفرظننت ان
الشمس تطلع من خلال وجوههم بید احدهم ابریق فضة
و فی ذلك الابریق ریح کریح المسك و فی ید الثانی
طشت من زمردة خضراء علیها اربعة نواحی علی کل
ناحیة من نواحیها لولوء ة بیضاء و اذا قائل یقول هذه
الدنیا شرقها و غربها و برها و بحرها فاقبض یا حبیب
الله علی ای ناحیة شئت منها قالت فدرت لانظر این
قبض من الطشت فاذا هو قد قبض علی وسطها فسمعت
القائل یقول قبض محمد علی الکعبة و رب الکعبة اما ان
الله قد جعلها له قبله و مسکنا مبارکا و رایت بید الثالث
حریرة بیضاء مطوبة طیاشد یا فنشرها فاذا فیها خاتم
نحار ابصار الناظرین دونه ثم جاء انی فتناوله صاحب
الطشت فغسل بذلك الابریق سبع مراة ثم ختم بین
کتفیه بالخاتم ختما واحد اولفه فی الحریرة مربوطا علیه
بخیط من المسك الاذفر ثم حمده فادخله بین اجنحته
ساعة. قال ابن عباس کان ذلك رضوان خازن الجنان و
قال فی اذنه کلاما لم افهمه و قال ابشر یا محمد فما بقی

لبنی علم الا وقد اعطیته فانت اکثرهم علما و اشجعهم
قلبا معك مفاتیح النصرة قد البست الخوف والرعب لا
یسمع احد بذکرك الا وجل فواده و خاف قلبه و ان لم
یرك یا خلیفة الله.

یعنی ''حضرت آمنہ نے فرمایا کہ وقت ولادت آنحضرت ﷺ کے میں نے یہ
سب عجائبات دیکھے کہ تین آدمی آئے کہ جن کا چہرہ مثل آفتاب کے روشن تھا ایک کے ہاتھ
میں چاندی کا کوزہ تھا کہ جس کی خوشبو مثل مشک کے تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں زمرد سبز کا
طشت تھا اُس کے چار گوشے تھے اور ہر گوشہ پر اس کے لولوی بیضا لگا ہوا تھا ایک کہنے والے
نے کہا کہ یہ دنیا ہے اور مشرق و مغرب اور برو بحر اُس کا، اس کو لو اے اللہ کے دوست، جو
گوشہ اس میں سے چاہو پس رسول اللہ ﷺ نے اُس طشت کے وسط کو پکڑا پس سُنا ایک
کہنے والے کو کہ کہتا ہے کہ قبضہ کیا محمد ﷺ نے کعبہ پر اور آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ
کا قبلہ اور مسکن مبارک بتایا اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا اچھی طرح سے لپٹا ہوا پس
کھولا اُس نے اُس کو اُس میں نہایت عمدہ ایک انگوٹھی تھی کہ جس سے دیکھنے والوں کو حیرت
ہوئی۔ پس آنحضرت کو لے کر اُس طشت میں اس کوزہ سے دھویا سات مرتبہ پھر اُس انگوٹھی
سے ایک مہر کیا آپ کے دونوں شانہ کے درمیان اور آپ کو حریر میں لپیٹ کر اور ایک بند
جو گویا مثل مشکِ اذفر کے تھا اُس پر باندھ کر اور اُٹھا کر ایک ساعت (کے لیے اپنے)
دونوں پَر کے درمیان لے لیا۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ خازن جنان تھے)
اور آپ کے کان میں کچھ کہا کہ جس کو ہم نے نہ سمجھا اور کہا کہ خوشخبری ہو آپ کو یا حضرت کہ
آپ کو علوم جمیع انبیاء کے عطا ہوئے آپ سب انبیاء سے زیادہ صاحبِ علم اور شجاع ہوں
گے آپ کو فتوحات کی کنجی دی گئی آپ کا رعب سب پر غالب ہوگا جو آپ کا ذکر سنے گا وہ ڈر
جائے گا اور اگرچہ اُس نے آپ کو نہ دیکھا ہو اے خلیفۃ اللہ کے۔'' اس کے راوی حافظ
ابوزکریا ہیں اور ''ابونعیم'' کو اس روایت سے کوئی تعلق نہیں۔ انتقال ابوزکریا ۳۹۶ھ تین سو
چھیانوے ہجری میں ہوا۔

نمبر۱۱

و اخرج ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن عکرمہ قال لما ولد النبی ﷺ اشرقت الارض نورًا و قال ابلیس لقد ولد اللیلة ولد یفسد علینا امرنا فقال له جنود ه فلو ذهبت الیه فخبلته فلما دنی من النبی ﷺ بعث الله جبرئیل فرکضه رکضة فوقع بعدن.

یعنی ''وقت پیدائش آنحضرت ﷺ کے زمین روشن ہوگئی۔ اور ابلیس نے کہا کہ آج کی رات ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا ہے کہ جو میرا کام فاسد کردے گا پس جنودِ ابلیس نے کہا کہ تو جا کر اُس لڑکے کی عقل کو فاسد کردے پس جب ابلیس نزدیک گیا آنحضرت ﷺ کے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیجا اور اُنہوں نے ایک ایسی لات ماری کہ ابلیس عدن میں جا کر گر پڑا۔''

اس کے راوی ابن ابی حاتم ہیں انتقال ابن ابی حاتم کا بماہ محرم ۳۲۷ھ ہے۔ اس روایت سے بھی ''ابونعیم'' بے تعلق ہیں۔

نمبر۱۲

و اخرج البیهقی و ابونعیم والخرایطی فی الهواتف و ابن عساکر من طریق ابی ایوب یعلی بن عمران البجلی عن مخزوم بن هانی المخزومی عن ابیه و اتت له مائة و خمسون سنة قال لما کانت اللیلة التی ولد فیها رسول الله ﷺ ارتجس ایوان کسری و سقطت منه اربعة عشر شرافة و خمدت فار فارس ولم تخمد قبل ذلك الف عام و غاضت بحیرة ساوه فلما اصبح کسری افزعه ذلك فتصبر علیه تشجعا فلما عیل صبره رای ان

لا یستر ذلك عن و زرائه فلبس تاجه و قعد علیٰ سریره و جمعهم الیه و اخبرهم بما رای فبینهما هم کذلك اذ ورد علیه الکتاب بخمود الناز فازداد غما الی غمه فقال له الموبذان و انا اصلح الله الملك رایت فی هذه اللیلة ابلا صعابا تقود خیلا عرابا قد قطعت دجلة و انتشرت فی بلادها فقال ای شئ یکون یا موبذان قال حادث یکون من ناحیة العرب فکتب کسری الی النعمان بن المنذر اما بعد فوجه الی برجل عالم بما اریدان اساله عنه فوجهه الیه بعبد المسیح بن عمرو بن حسان الغانی فلما ورد علیه قال له الملك الك علم بما ارید ان اسالك عنه قال لیحبرنی الملك فان کان عندی منه علم و الا اخبرته بمن یعلمه و اخبره قال علم ذلك عند خال لی یسکن مشارف الشام یقال له سیطح قال فاته فاساله فخرج عبدالمسیح. حتی انتهی الی سیطح. و قد اشفی علی الضریح. فسلم علیه فلما سمع سیطح سلامه رفع راسه و قال عبدالمسیح. علی جمل مشیح. اقبل الی سیطح. و قد اوفی علی الضریح. بعثك ملك بنی ساسان. لارتجاس الایوان. و خمود النیران و رویا الموبدان. رای ابلاصعابا. تقود خیلا عرابا. قد قطعت دجلة و انتشرت فی بلادها یا عبدالمسیح اذا کثرت التلاوة. و ظهر صاحب الهراوة. و فاض وادی السماوٰة. و غاضت بحیرة ساوه. و خمدت نار فارس. فلیس الشام لسیطح شاما یملك منهم ملوك و ملکات. علیٰ عدد الشرفات.

و کل ما هوات ات. ثم قضی سیطح مکانه فاتی عبدالمسیح الی کسری فاخبره فقال الی ان یملك منها اربعة عشرة ملکا کانت امور و امور فملك منهم عشرة فی اربع سنین و ملك الباقون الی خلافة عثمان. قال ابن عساکر حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث مخزوم عن ابیه تفرد به ابو ایوب البجلی هکذا قال فی ترجمة سیطح فی تاریخه و قال فی ترجمة عبدالمسیح بعد ان اخرجه من هذا الطریق و رواه ابن خربوذ عن بشر بن تیم المکی قال لما کانت اللیلة التی ولد فیها رسول الله ﷺ فذکره نحوه. قلت. و من هذا الطریق اخرجه عبدان فی کتاب الصحابة و قال ابن حجر فی الاصابه انه مرسل.

یعنی ’’جس شب کو آپ کی ولادت ہوئی اُس شب ایوانِ کسریٰ کو جنبش ہوئی اور اُس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتشِ فارس جو ہزار برس سے ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی وہ ٹھنڈی ہوگئی، بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا۔‘‘ وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہی حدیث ہے کہ جس کو صاحبِ الہلال نے چوتھی روایت قرار دیا اُس کا خلاصہ اپنی تحریر کے آخر میں (کسرِ ایوان، کسریٰ وغیرہ) کے عنوان سے لکھا ہے ناظرین اِس کو اُس جگہ ملاحظہ کریں۔

اس کے راوی ’’بیہقی‘‘ و ’’ابونُعیم‘‘ اور ’’خرایطی‘‘ ہیں پیدائش بیہقی کی ۳۸۴ھ میں ہے۔

اس حدیث پر جو صاحبِ الہلال نے اعتراض کیا ہے اُس کا جواب ہم اُس جگہ دیں گے جہاں وہ اعتراض ہے۔

نمبر ۱۳

و اخرج الخرایطی فی الهواتف و ابن عساکر عن عروه

ان نفرا من قریش منهم ورقة بن نوفل و زید بن عمرو ابن نفیل و عبیدالله بن حجش و عثمان بن الحویرث کانوا عند صنم لهم یجتمعون الیه فدخلوا علیه لیلة فراوه مکبوبا علی وجهه فانکروا ذلك فاخذوه فردوه الی حاله فلم یلبث ان انقلب انقلابا عنیفا فردوه الی حاله فانقلب الثالثة فقال عثمان بن الحویرث ان هذ الامر قد حدث و ذلك فی اللیلة التی ولد فیها رسول الله ﷺ. الخ.

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ’’ایک شب ایک جماعت قریش کی ایک بت کے پاس داخل ہوئی پس دیکھا اُس بت کو کہ اَوندھا پڑا ہے اُس کو سیدھا کر دیا وہ پھر اوندھا ہوگیا اُس کو سیدھا کر دیا وہ پھر اوندھا ہوگیا غرض کہ اسی طرح تین مرتبہ اُس کو سیدھا کیا مگر وہ پھر اوندھا ہوگیا اور یہ واقعہ اُس شب کا ہے کہ جس شب کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی۔‘‘

اس کے بعد چند اشعار ہیں جن میں عثمان نے جو اُس وقت جماعت قریش میں موجود تھے اُس بت سے سبب اوندھے ہونے کا پوچھا۔ ہاتف نے اُس بت کے اندر سے یہ جواب دیا کہ سبب اس کا یہ ہے کہ آج کی شب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے ہیں جو ایسے بڑے درجے کے آدمی ہیں۔

راوی اس کے ’’خرایطی‘‘ اور ’’ابن عساکر‘‘ ہیں۔

یہ چند حدیثیں ہیں منجملہ اُن سب احادیث کے کہ جس میں اُن واقعات کا ذکر ہے جو وقت ولادت رسول مقبول ﷺ کے وقوع میں آئے تھے اور جس کی روایت باسنادِ صحیحہ وطُرقِ مختلفہ بڑے بڑے مستند اور مشاہیر محدثین سوائے ابونعیم کے دوسری صدی سے برابر کرتے آئے ہیں اور علاوہ ان احادیث کے اور حدیثیں جو سوائے ان سب کتابوں کے دوسری دوسری کتابوں میں ہیں اُس کا یہاں ذکر نہیں مگر آج یہ کہا جاتا ہے (’’کہ سرچشمۂ وحید اور مبداء اول وہ تین حدیثیں ابونعیم والی ہیں جس کا آگے چل کر قصاص اور واعظوں نے استقبال کیا‘‘) (ملخصاً ہفت روزہ الہلال صفحہ: ۷،۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اور اُن سب حدیثوں کا جو اُسی ''خصائص'' میں اُسی باب کے اندر ہیں جہاں یہ تین حدیثیں ہیں ذکر تک نہیں کیا جاتا صرف اُن ہی تینوں پر قصہ ختم کیا جاتا ہے وبس۔ اور کیونکر یہ تین حدیثیں سرچشمۂ وحید اور مبداء اول ہیں اس پر کوئی دلیل اور حجت بھی نہیں لائی جاتی ہے۔

جو حدیث کہ پانچویں صدی میں روایت کی گئی ہو اس کو مبداء اور سرچشمہ اُن احادیث کا قرار دینا کہ جو صدہا برس اس کے قبل روایت کی گئی ہوں ایک عجیب وغریب امر ہے۔ ماقبل مبداء اور سرچشمہ مابعد کا ہوتا ہے نہ کہ مابعد ماقبل کا۔ افسوس۔ کیا کسی واقعہ مذہبی کو غلط اور غیر صحیح ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے اور کیا کسی اصولِ حدیث کی کتاب میں یہ بھی قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جس قدر احادیث اُس کے بارہ میں آئی ہوں اُن میں سے صرف دو تین حدیثوں کو لے لیا اور بلا دلیل اُس کو سرچشمۂ وحید اور مبداء اول قرار دے کر موضوع کہہ دیا اور اُس بنا پر اُس واقعہ ہی کو غلط ٹھہرایا وبس اور بقیہ احادیثِ صحیحہ جو اُس بارہ میں آئی ہوں اُن کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اگر یہی اصول قائم کیا جائے اور ہر جگہ اسی اصول سے کام لیا جائے تو شاید کوئی واقعہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کس واسطے کہ کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی بہ نسبت منجملہ احادیث کے دوچار حدیثیں غیر صحیح بھی نہ آئی ہوں۔ ہاں کسی امر کو غلط ٹھہرانے کے واسطے یہ دو طور البتہ محدثین اور ائمہ دین میں جاری ہیں ایک تو یہ کہ جس قدر احادیث اُس کے متعلق آئی ہیں اُن سب کو لے کر ایک ایک پر جرح کر کے سب کو غیر صحیح ثابت کیا اور دوم یہ کہ کسی مستند شخص کا قول اس مضمون کا پیش کیا کہ فلاں بارہ میں جس قدر حدیثیں آئی ہیں وہ سب غیر صحیح وموضوع ہیں وبس۔ اور سوائے ان دو کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ پس اگر اسی دو طریقے سے کوئی ایک اختیار کر کے واقعات متعلقہ ولادت وغیرہ کو غلط ٹھہرایا جاتا تو البتہ وہ کسی قدر قابلِ خیال ہو سکتا تھا مگر صاحبِ الہلال نے نہ معلوم کہ یہ نیا قاعدہ کہاں سے نکالا اور یہ جدید اصول کہاں سے قائم کیا کہ چونکہ تین حدیثیں واقعات متعلقہ ولادت کے بارہ میں موضوع ہیں اس واسطے وہ سب واقعات ہی سرے سے غلط ہیں۔

الهلال: ''لیکن یہ تینوں روایتیں قطعاً بے اصل ہیں بوجوہ ذیل: (۱) حافظ (ابونعیم) پانچویں صدی کے حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ (ذہبی) نے ان کو تیرھویں طبقہ کے ذیل

میں شمار کیا ہے۔ اور (تذکرہ) میں مفصل ترجمہ لکھا ہے ان کی جلالت مرتبہ سے انکار نہیں۔ لیکن کیا کیجیے کہ یہ اُن لوگوں میں ہیں، جن کی نسبت مسلّم ہے کہ فضائل ومعجزات میں رطب ویابس اور ضعیف وموضوع، ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔''

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۲، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: حافظ ابونُعیم پانچویں صدی کے آدمی ہوں یا اور اُس کے بعد کے اور ذہبی اُن کو تیرھویں طبقہ میں شمار کریں یا اور کسی طبقہ میں لیکن جب بڑے بڑے محدثین سوائے ابونعیم کے بھی اس مضمون کی حدیث کی روایت دوسری صدی سے لے کر برابر کرتے چلے آتے ہیں تو اب ابونعیم کا پانچویں صدی میں ہونا کیا مضر ہے۔ امام ذہبی نے ''تذکرہ'' میں ان کا مفصل ذکر تو کیا ہے مگر اُس میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت مسلّم ہے کہ وہ فضائل ومعجزات میں رطب ویابس اور ضعیف وموضوع ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔

الهلال: ''یہاں تک کہ (علامہ ابن تیمیہ) کو ابوالشیخ اصفہانی کے ذکر میں لکھنا پڑا۔

و فیها احادیث کثیرة قویّة صحیحة و حسنة و احادیث کثیره ضعیفة و موضوعة. و کذلك ما یروبه ابونعیم فی فضائل الخلفا فی کتاب مفرد فی اول حلیه الاولیاء.

(کتاب التوسل)'' (ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۲، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: ابن تیمیہ ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کا قول دینیات میں قابلِ اعتبار ہو۔ شاید یہ جملہ پرستارانِ ابن تیمیہ پر شاق گذرے گا مگر نہیں واقعات ابن تیمیہ کھلے طور پر اس بات کی شہادت کافی دے رہے ہیں کہ دینیات میں اس کا قول قابل السند نہیں ہے اور بڑے بڑے ائمہ دین مثلاً ابن حجر اور سبکی وغیرہ نے بھی اُس کی بہ نسبت یہی رائے قائم کی ہے چنانچہ ہم اس مقام پر ابن حجر مکی کا قول ''جوہر منظم'' سے نقل کرتے ہیں۔ ابن حجر مکی کہتے ہیں:

قلت من هو ابن تیمیه حتی ینظر الیه او یعول فی شئ من امور الدین علیه و هل هو الا کما قال جماعة من الایمة

الذين تعقبوا كلماته الفاسدة و حججه الكاسدة حتى
اظهرو اعوار سقطاته و قبايح اوهامه و غلطاته كالعز بن
جماعة عبد اضله الله تعالٰى و اغواه والبه رداء النخرى و
ارد و بواه من قوة الافتراء والكذب ما اعقبه انهوان و
اوجب له الحرمان.

یعنی ''ایک جماعت ائمہ دین کی یہ رائے ہے کہ ابن تیمیہ کا قول دینیات میں قابلِ اعتبار نہیں کس واسطے کہ یہ گمراہ ہوگیا تھا۔'' (جوہر منظم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶)

اوراس کے چند سطر کے بعد عقائد ابن تیمیہ اور یہ کہ اُس کا انجام کیا ہوا جو لکھا ہے اُس کو بھی سن لیجیے۔

وما وقع من ابن تيميه مما ذكر و ان كان عشرة لاتقال
امدا و مصيبة يسنمر عليه شو مهادوا ما سرمد اليس
بعجيب فانه سولت له نفسه و هواه و شيطانه انه ضرب
مع المجتهدين بسهم صائب وما درى المحروم انه اتى
باقبح المعائب اذ خالف اجماعهم فى مسائل كثيرة و
تدارك علٰى ائمنهم سيما الخلفاء الراشدين باعتراضات
سخيفة شهيرة و انى من نحو هذه الخرافات بما نمجه
الاسماع و تنفر عنه الطباع حق تجاوز الى الجناب
الاقدس المنزه سبحانه و تعالٰى عن كل نقص والمستحق
لكل كمال انفس فنسب اليه الغطاء والكبائر و اخرف
سياج عظمته و كبرياء جلالته بما اظهره للعامه على
المنابر من دموى الجهه والتجسيم و تغليل من لم يعتقد
ذلك من المتقدمين والمتاخرين حتى قام عليه علماء
عصره والذموا السلطان بقتله او جلسه و قهره فحبسه

الى ان مات و خمدت تلك البدع و زالت تلك
الظلمات. ثم انتصر له اتباع لم يرفع الله تعالٰى لهم راسًا
و لم يظهر لهم جاها ولا باسًا بل ضربت عليهم الذلة
والمسكنة و باؤا بغضب من الله ذلك بما عصوا و كانوا
يعتدون. (جوہر منظم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶)

یعنی ''ابن تیمیہ سخت گمراہ ہوگیا تھا اس نے ائمہ دین اور خلفاء راشدین پر ایسے ایسے سخت اعتراضات کیے ہیں کہ جس کے سننے سے نفرت ہوتی ہے اوراس گمراہی نے اس کے یہاں تک ترقی کی کہ اللہ تعالیٰ کا جسم وغیرہ ٹھہرایا جبکہ اس کا یہ حال ہوا تو علما نے اس کے قید (کرنے) کا فتویٰ دیا چنانچہ سلطانِ وقت نے اس کو قید کیا اور یہ قید ہی میں مرگیا اور اپنی سرائے اعمال کو پہنچا۔''

علاوہ اس کے ابن تیمیہ کا قول اس خصوص میں بدیں وجہ اور بھی زیادہ نا قابلِ اعتنا ہے کہ احادیثِ صحیحہ کے غیر صحیح کہہ دینے میں یہ بہت مبالغہ کرتے ہیں اور احادیثِ غیر موضوع کو موضوع کہہ دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ منهاج السنة فی رد منهاج الكرامة للحلى میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا ہے کہ بسا احادیث غیر موضوع کو موضوع اور حسان کو باطل لکھ دیا چنانچہ ابن حجر ''لسان المیزان'' میں اس کی بہ نسبت جو لکھتے ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے:

طالعت رد ابن تيميه على الحلى فوجدته كثير التحامل
فى رد الاحاديث التى يوردها ابن المطهر الحلى و رد فى
رده كثيرا من الاحاديث الجياد.

یعنی ''ابن حجر کہتے ہیں کہ ہم نے ''منہاج السنۃ'' کو کہ جس کو ابن تیمیہ نے علامہ حلی کی ''منہاج الکرامۃ'' کے رد میں لکھا ہے دیکھا اس میں ابن تیمیہ نے بہت سی صحیح حدیثوں کو جس کو علامہ حلی لائے تھے موضوع کہہ دیا ہے۔''

الھلال: ''مگر یہ واضح رہے کہ علامہ موصوف کے رسوخِ حدیث، حفظ وضبط واتقانِ فن کا

وہ ارفع واعلیٰ مقام ہے، جس سے ان کے سخت مخالف کو بھی کبھی انکار کی جرأت نہ ہوسکی۔''
الخ (ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: علامہ موصوف کا رسوخِ حدیث وحفظ وضبط واتقان فن میں کتنا ہی بڑا واعلیٰ وارفع مقام ہو مگر جب بڑے بڑے ائمہ دین نے اس امر کی صاف تصریح کر دی کہ اُس کا قول امورِ دین میں قابلِ سند نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو اب اُس کے رسوخِ حدیث وحفظ وضبط واتقانِ فن وغیرہ سے ہم کو کیا مطلب وہ جو کچھ ہو مگر اُس کا قول قابلِ سند نہیں۔

الہلال: ''حافظ (ذہبی) کے نزدیک یہ غفلت اُن کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں لیکن افسوس کہ اسی خطرناک مقبولیت نے موضوعات وحکایات کو قوم میں پھیلا دیا، جن کی وجہ سے آج اسلام کو شرمندۂ اغیار، اور ہدف طعنۂ مخالفین واجانب بننا پڑتا ہے۔''
(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۸، ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: بیشک حافظ ذہبی کا یہ قول بہت صحیح ہے کہ اگر ''ابو نُعیم'' اور ''ابن مندہ'' سے بعض جگہ کچھ غفلت جو لوازمۂ بشریت سے ہے ہوئی بھی ہو تو یہ غفلت اُن کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں ہوسکتی جس طرح سے کہ ابن تیمیہ کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں کلماتِ سخیفہ کا استعمال کرنا اور خدا کے واسطے جہت اور جسم ٹھہرانا وغیرہ وغیرہ اور موافق فتویٰ علماء کے اُس کا قید کیا جانا اور قید خانہ ہی میں مرجانا۔ جو بحوالہ کتاب ''جوہر منظم'' اوپر بیان ہوا ابن تیمیہ کی مقبولیت میں خلل انداز نہیں ہوا باوجودیکہ اُس کی اس خطرناک مقبولیت نے ایسے عقائدِ فاسدہ کو قوم میں پھیلا دیا جس کی وجہ سے آج اسلام کو شرمندۂ اغیار اور ہدف طعنۂ مخالفین و اجانب بننا پڑتا ہے۔

اور یہ بھی نہیں معلوم کہ ابونعیم کی قبولیت نے اگر ایسی حکایات کو قوم میں پھیلا دیا تو اس سے آج اسلام کو شرمندہ کیوں ہونا پڑتا ہے۔ اسلام تو ہمیشہ سے اس امر پر فخر ومباہات کرتا آیا ہے کہ بانی اسلام کا وہ مرتبہ بلند وارفع واعلیٰ تھا کہ جن کی ولادت کے وقت ایسے ایسے خوارق ومعجزات ظہور میں آئے مگر آج کیوں شرمندہ ہوتا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم شاید ہندوستان کا اسلام علی گڑھ کے مدرسہ کی ہوا کھا کر اور بانی مدرسہ کی تالیفات کی سیر کر

کے اس قدر شرماؤ ہو گیا ہے ورنہ اور ملکوں کا اسلام آج بھی ایسی ایسی حکایات پر فخر کرتا ہے۔

الہلال: ''کسرا ایوان کسرائے وغیرہ۔'' تا آخر تحریر
(ہفت روزہ الہلال کلکتہ صفحہ ۸۸ (الف) ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء)

اقول: یہ وہی حدیث ہے کہ جس کو ہم نے اوپر نمبر ۱۳ میں نقل کیا ہے یہ حدیث اس وجہ سے نا قابلِ اعتنا ٹھہرائی جاتی ہے کہ راوی اس کے مخزوم ابن ہانی ہیں۔ اور حافظ سیوطی نے اس کے نقل کے بعد یہ لکھا ہے کہ ابن عساکر نے اس کی نسبت کہا ہے کہ ''حدیث غریب ہے جس کو سوائے ابن مخزوم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا ہے'' مگر یہ دلیل قابلِ قبول نہیں بہ چند وجہ۔

(۱) **اول**: تو ابنِ عساکر کے اس کہنے کا (کہ حدیث غریب ہے جس کا راوی سوائے ابن مخزوم کے اور کوئی نہیں ہے) یہ مطلب کیونکر ہوا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ''ترمذی'' میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں کہ جس کی بہ نسبت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے کہ **هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث فلان**۔ تو کیا اس سے امام ترمذی کا یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث یکدم سے موضوع ہے۔ ہرگز نہیں۔

دوم: یہ کہ پوری عبارت ابن عساکر کی جس کو حافظ سیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' میں نقل کیا ہے اور جس کو ہم نے نمبر ۱۳ کی حدیث میں لکھا ہے، یہ ہے:

قال ابن عساكر حديث غريب لا نعرفه الا من حديث مخزوم عن ابيه تفرد به ابوايوب البجلى هكذا قال فى ترجمة سيطح فى تاريخه و قال فى ترجمة عبدالمسيح بعد ان اخرجه من هذ الطريق و رواه معروف بن خربوذعن بشر بن تيم المكى قال لما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله ﷺ فذكره نحوه. قلت و من هذ الطريق اخرجه عبدان فى كتاب الصحابه و قال ابن حجر فى الاصابه انه مرسل.

مگر صاحبِ الہلال نے صرف ابوایوب البجلی تک کونقل کیا اور بعد اُس کے سب عبارت (کو) چھوڑ دیا۔ جو عبارت کہ چھوڑ دی گئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اس حدیث کو معروف بن خربوذ نے (یہ دوسری صدی میں ہوئے ہیں) بشر بن تیم المکی سے اور عبدان نے بھی ''کتاب الصحابہ'' میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے ''اصابہ'' میں یہ کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔'' پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث علاوہ مخزوم کے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے کہ جس میں کسی قسم کا کوئی ضعف نہیں ہے پس جو حدیث کہ چند طُرُق سے آئی ہو اگر اُس میں سے کسی ایک طریقہ میں کچھ ضعف مان بھی لیا جائے (اور حالانکہ اس حدیث میں تو ایسا ہے بھی نہیں) تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہی نہیں ہے تاوقتیکہ سب طُرُق اُس کے ضعیف نہ ثابت ہو جائیں۔

سوم یہ کہ ابن حجر نے اس حدیث کو مرسل کہا ہے اور حدیثِ مرسل مقبول ہے۔ فتاملوا و تفکروا۔ فقط

مولف رسالہ ہذا

عمر کریم

ساکن بانکی پور محلّہ سنگی مسجد

۱۳۳۱ھ

تمت